تذکرہ
زینت مسند تدریس

استاذ المفسرین، شیخ المحدثین، فخر المدرسین، بدر الملة والدین

حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

سابق شیخ الجامعہ ۔ بھکھی شریف

بانی:۔ جامعہ مدینۃ العلم ۔ گوجرانوالہ

ترتیب و تدوین

صاحبزادہ محمد امجد فاروق کیلانی

ناشر

دارُالعظمت نزد مسجد کامرس کالج ۔ محلہ رحمت پورہ (بولے) گجرات

تذکرہ
زینت مسند تدریس

استاذ المفسرین، شیخ المحدثین، فخر المدرسین، بدر الملۃ والدین

حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

سابق شیخ الجامعہ۔ بھکھی شریف

بانی:- جامعہ مدینۃ العلم۔ گوجرانوالہ

ترتیب وتدوین

صاحبزادہ محمد امجد فاروق کیلانی

ناشر

دارُالعظمت نزد مسجد کامرس کالج۔ محلّہ رحمت پورہ (بولے) گجرات

☎: 053-3000172 :0306-6295328

نام کتاب	=	تذکرہ زینت مسند تدریس
		حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
مرتب	=	صاحبزادہ محمد امجد فاروق کیلانی
بااہتمام	=	انجمن احیاء مدینہ
		جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ
اشاعت اوّل	=	دسمبر 2006ء
ہدیہ	=	150/-

ناشر

دارالعظمت ۔ نزد مسجد کامرس کالج

محلہ رحمت پورہ ۔ بولے ۔ گجرات

053-3000172, 0306-6295328

ملنے کے پتے

☆ اسلامک میڈیا سنٹر 27/A شیخ ہندی سٹریٹ دربار مارکیٹ لاہور۔
0300-9429027, 042-7214940

☆ الرضا بک شاپ' شاہ حسین روڈ گجرات

☆ نشاط بک ڈپو نواب چوک گجرات

☆ مکتبہ حافظ الحدیث بھکھی شریف ضلع منڈی بہاؤ الدین

☆ مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دار السلام گوجرانوالہ

بفیضان نظر

دلیل العارفین سراج السالکین امام الکاملین

خلیفہ اعظم **شیر ربانی رحمتہ اللہ علیہ**

حضرت پیر سیّد

محمد نور الحسن شاہ صاحب بخاری

نور اللہ مرقدہ

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

بشرف نگاہ

پاسبان مسلک مجدد الف ثانی

آفتاب علم و حکمت، مخزن اشفاق و اخلاق

حضرت صاحبزادہ پیر سیّد

محمد باقر علی شاہ صاحب

بخاری مدظلہٗ

سجادہ نشین

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان

قطعہ تاریخ اشاعت

ازقلم: حضرت صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالوی ایم اے' موہنیاں شریف' گجرات

امجد فاروق ہیں سرمایہ اہل وفا
صاحب ادراک و دانش' پیکر فہم و ذکا

آپ نے ترتیب دی ہے خوب یہ نادر کتاب
فائدہ اس سے اٹھائے گا ہر اک چھوٹا بڑا

اک مردِ ذی علیٰ کا ہے یہ ذکر جانفزا
جن کو حاصل تھا جہاں میں مرتبہ ارفع جدا

فاضل دین و شریعت مولانا حضرت نواز
خوش جمال وخوش خصال وخوش لقا وخوش ادا

آسمان علم کا وہ تھے درخشاں ماہتاب
خوبیاں ان کو ملی تھیں ذاتِ حق سے بے بہا

تے فقیر بے بدل وہ اور مدرس لاجواب
اس جہاں میں خوب پھیلائی شریعت کی ضیا

مٹ سکے گا نہ جہاں سے تذکرہ ان کا کبھی
ضوفشاں دائم رہے گا ان کی یادوں کا دیا

کارنامہ ہے یہ یکتا امجد فاروق کا
بے گماں اس کو سراہے گا ہر اک شیخ و فتا

اس کا گر سال اشاعت چاہیے فیض الامین
تو کہو تم "ہے منور تذکرہ یہ دل کشا"

۶ ۰ ۰ ۲ء

تعارف مرتب و تذکرہ

نام:

صاحبزادہ محمد امجد فاروق کیلانی

والدِ گرامی:

استاذ العلماء مولانا محمد عبداللطیف صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ جن کا شمار جامعہ بھکھی شریف کے اولین فضلا اور آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے قدیم ترین مخلص خدام میں ہوتا ہے اور جو اپنے علمی رسوخ نیز زہد و تقویٰ کی بنیاد پر حسن سیرت اور حسن صورت کا حسین امتزاج تھے۔

تعلیم و تربیت

صاحبزادہ صاحب نے کئی علماء سے استفادہ کیا ہے مگر بچپن سے آخر تک اپنے والد گرامی کی صحبت اور حلقہ درس سے وابستہ ہونے کی وجہ سے علمی اخلاقی پختگی نصیب ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ عادات و خصائل میں انہی کا عکس جمیل ہیں۔

شرف بیعت:

خاندانی روایات کے مطابق جنوری ۱۹۸۲ء میں پیر طریقت' رہبر

شریعت حضرت پیر سید محمد عظمت علی شاہ صاحب بخاری مدظلہٗ قبلہ چین جی سرکار آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے حلقہ طریقت سے وابستہ ہو گئے۔

حجاز مقدس میں

۱۹۹۹ء میں کئی ماہ حرمین شریفین حاضر رہے اور مکہ مکرمہ میں مفتی حرم شریف عالم اسلام کی عظیم علمی و روحانی شخصیت السید محمد بن محمد علوی المالکی الحسنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ جنہوں نے کمال، مہربانی سے وقتِ رخصت (علماء عرب کی روایات کے مطابق) ''مجموعۃ الکتب'' سے نوازا اور ذیل کی احادیث کی اسناد عطا فرمائیں۔

☆ حدیث المسلسل بلاولیۃ ☆ حدیث المحبۃ
☆ الجامع الصحیح البخاری ☆ الجامع الصحیح المسلم
☆ الجامع الترمذی ☆ موطا امام مالک
☆ موطا امام محمد ☆ مسند امام ابی حنیفہ
☆ مسند امام احمد بن حنبل
☆ کتاب الشفاء القاضی عیاض

جبکہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی شریف میں انڈونیشیا کی علم ممتاز روحانی شخصیت علامہ الشیخ خالد بن محمد الشکری مدظلہٗ نے اپنی مشہور زمانہ درود شریف کی کتاب ''الصلوٰۃ الزاہرۃ علی سید الدنیا والآخرۃ ﷺ'' عطا کی اور خصوصی اجازت عطا فرمائی۔

بعدازاں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد واپس وطن لوٹے اور نئے عزم سے خدمت دین متین میں مصروف ہو گئے۔

خطابت و امامت

جامع مسجد محلہ جاہ ترھنگ شہر گجرات عرصہ دراز سے فتنہ پرست عناصر کی زد میں تھی۔ ۲۰۰۱ء میں احباب نے باہمی مشورے مسجد ھذا کی امامت و خطابت کے لئے صاجزادہ صاحب کا انتخاب کیا اس حسنِ انتخاب کی بدولت بحمدہ تعالیٰ آج مسجد ہذا کا شمار شہر کی پررونق مساجد میں ہوتا ہے اور بعد نماز فجر ''درس قرآن'' اور بعد نماز عشاء درس حدیث کا سلسلہ سال بھر جاری رہتا ہے جبکہ طلبہ و طالبات کی صحیح دینی تربیت کے لئے مسجد ہذا میں بھی ''جامعۃ النور'' کا قیام بھی عمل میں لایا جا چکا ہے۔

تعلیمی اعزازات

صاجزادہ صاحب عربی، اسلامیات کی تدریس کا خاص ذوق رکھتے ہیں جس کی وجہ سے شہر گجرات کے ممتاز تعلیمی اداروں میں ان مضامین کی تدریس میں مصروف ہیں۔ جس کے اعتراف میں وزیر تعلیم صوبہ پنجاب جناب میاں عمران مسعود صاحب نے ''گولڈ میڈل'' اور ''Excelent Educational Iward'' سے نوازا۔

زیرِ نظر تذکرہ

استاذ الاساتذہ، بحر العلوم حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب رحمہ اللہ

تعالیٰ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی تدریسی خدمات کا زمانہ معترف ہے۔ ضرورت تھی کہ ان کے تفصیلی حالات کو جمع کیا جائے۔ الحمدللہ صاحبزادہ صاحب اس ضرورت کو بخوبی پورا کیا ہے۔ البتہ ہمیں شکوہ ان وارثانِ محراب و منبر اور مسند تدریس پر فائز علماء سے ہے۔ جنہوں نے سالہا سال آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے علمی استفادہ کیا (مگر باوجود ہزار منت سماجت کے) ان کی تحسین کے لئے چند کلمات بھی نہ لکھ سکے۔ البتہ ہم اپنے شیخ کامل' پیر طریقت' رہبر شریعت حضرت علامہ الحاج پیر سید محمد عظمت علی شاہ صاحب بخاری مدظلہٗ کے مشکور ہیں جن کی روحانی توجہ اور مفید مشاورت کی بدولت یہ اہم کام سرانجام ہو سکا۔

حضرت صاحبزادہ قاری خالد محمود صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے۔ جنہوں نے اس اہم فریضے کی ادائیگی کے لئے نہ صرف صاحبزادہ صاحب کا انتخاب کیا بلکہ ہر موقع پر بھرپور راہنمائی بھی فرمائی۔

کتابت و طباعت کے تمام مراحل ہمارے عظیم کرم فرما ساتھی جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب کی مہربانی سے مکمل ہوئے اور جناب مولانا حافظ محمد عمران علی صاحب مدرس ''قمر العلوم'' گجرات نے پروف ریڈنگ میں امداد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر سے نوازے۔

منجانب

عمر ریاض کیلانی' ناصر محمود کیلانی۔ عنصر حسین کیلانی۔
محمد نعیم کیلانی' حافظ شعیب احمد کیلانی' فیاض احمد کیلانی
استقبالیہ جامعہ النور۔ جامع مسجد محلہ چاہ ترھنگ گجرات

پیشوائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

بڑے اُستاد

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

خاکساری نے دکھائیں رفعتوں بے رفعتیں

اس زمیں سے واہ کیا کیا آسماں پیدا ہوئے

لفظ استاد بظاہر عام سا لفظ ہے مگر اس کا مفہوم بڑا خاص ہے۔آج تو پڑھانے اور سکھانے والوں کے علاوہ بھی کئی لوگوں پر یہ لفظ بول دیا جاتا ہے مگر دانائے راز لوگوں کا قول ہے' پڑھانے والے تو کئی ہوتے ہیں مگر استاد کوئی کوئی ہوتا ہے۔

جو شخص انسانی صلاحیتوں کو اجاگر کرے۔خوابیدہ قابلیت کو بیدار کرے زنگ آلود قوتِ ادراک کو چمکیلا بنائے' ناتراشید جوہر انسانی کو تراش کر ہیرہ بنائے۔طبعی نشوونما کی تہذیب کرے' بنجر زمینوں کو بہار آشنا کرے۔گونگے کو بولنا سکھائے اندھے کو دیکھنا سکھائے' ناقابل پرواز کو مائل پرواز کرے' کبوتر کو شاہین کا جگر

دے اندھیروں کے رسیا کو اجالوں کا ہمسفر کرے اسے استاد کہا جاتا ہے۔

شعر
برگ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی باد صبح
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن

ہاں جو بحر جذبات کی موجوں کو سلیقہ شعار کرے' کیفیات کی زباں بول بھی سکے اور سمجھ بھی سکے' فطرت کا سندیسہ سن بھی سکے' سنا بھی سکے۔ طبع انسانی کے آبگینوں کی نزاکت کا راز داں بھی ہو ترجماں بھی ہو۔ لوح دل کے نقوش کا آئینہ دار بھی معمار بھی ہو۔ قلبی رجحانات کا مدراک بھی ہو مرشد بھی ہو۔ جو خصائل کو فضل کا آئینہ دار بنائے اور عادات کو عبادات کی راہ دکھائے۔

جو اپنے شاگردوں کے نظریہ کو اس شفقت اور احتیاط سے تیار کرے اور اس کی حفاظت کرے جس شفقت اور احتیاط سے ماں ناشتہ تیار نہیں کرتی۔

جو زمین کی سی عاجزی اور سخاوت اور آسمان کی سی رفعت اور سائبانی کا حامل ہو۔

جس میں شمع کی طرح پگھلنے کا حوصلہ بھی اور پروانوں کے ہنگامۂ محبت کے لحاظ سے قوت برداشت بھی ہو۔

سوز حجازی بھی ہو اور خوے دل نوازی بھی ہو۔

اس تحریر کے آئینہ میں جب ہم جھانکتے ہیں اور میرٹ کے مطابق

جب ہم ڈھونڈتے ہیں تو ہمیں ''ہمارے استاد'' صرف استاد ہی نہیں واقعی '' بڑے استاد'' نظر آتے ہیں۔

ہم نے وادی علم و معرفت اور سرزمین تصوف و حریت بھکھی شریف میں جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ شریعت مطہرہ کے لحاظ سے عہد آخرین کا ایک ماڈل ماحول تھا جس میں برکات اترتی بھی تھیں ابلتی بھی تھیں۔علم پڑھایا بھی جاتا تھا چکھایا بھی جاتا تھا۔ہمیں حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سلطنت درس و تدریس جو شخصیت بطور وزیراعظم نظر آتی وہ وہی ہیں جنہیں سب چھوٹے بڑے '' بڑے استاد'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

کافی وقت گذر جانے کے بعد پتہ چلا کہ ان کا نام '' محمد نواز'' ہے۔

میں نے جب پہلی بار آپ کی زیارت کی تو آپ کی داڑھی سفید تھی۔ مجھے جستجو تھی کہ جن کا قد دیگر اساتذہ سے بڑا نہیں بلکہ کچھ چھوٹا ہی ہے۔تو پھر انہیں بڑا استاد کیوں کہا جاتا ہے۔بعد کے شاہدات و تجزیات سے پتہ چلا کہ آپ کے '' بڑا استاد'' ہونے کی چند وجوہات ہیں۔

بڑے استاد کی بڑائی

نمبر ا۔ علمی طور پر قد آور ہونے کی وجہ سے '' بڑا استاد'' کہا جاتا ہے۔

نمبر ۲۔ سب سے زیادہ اسباق پڑھانے کی وجہ سے بڑا استاد کہا جاتا ہے۔

نمبر۳۔ جامعہ کے اوقات تدریس کے علاوہ، پچھلے ٹائم رات گئے تک اور صبح نماز فجر کے بعد بھی پڑھاتے ہیں۔

نمبر۴۔ بڑے استاد کی شاگرد ہونے بڑے کلاس فیلو کی نسبت سے بڑے استاد نہیں۔

نمبر۵۔ ہرفن اور ہرکتاب پڑھانے کی استعداد کی وجہ سے بڑے استاد ہیں۔

نمبر۶۔ اپنی طویل اور بے لوث خدمات کی وجہ سے بڑے استاد ہیں۔

نمبر۷۔ مسند تدریس پر بیٹھے نہ تھکنے کے لحاظ سے بڑے استاد ہیں۔

نمبر۸۔ جامعہ کے دیگر مدرسین کے استاد ہونے کے لحاظ سے بڑے استاد ہیں۔

نمبر۹۔ چھوٹوں کو بڑا بنانے کی وجہ سے بڑے استاد ہیں۔ آہستہ آہستہ ذہن کھلتا گیا اور استاد صاحب کی بڑائی کا ادراک ہونے لگا۔

جہانِ نمود و نمائش سے کہیں دور، خلوص و لِلّٰہیّت کی وادیوں کے مکیں صبر و استقامت کے کوہ گراں، تسلیم و رضا کی علمی تصویر، اقلیم درس و تدریس کے بے تاج بادشاہ، زہد وتقویٰ کی خوشبو سوز و گداز کی جھیل، تواضع و انکساری کی پھلواری، سلیمانی و بوذری ماحول کا فرد، بندگی و بندہ نوازی کا جوبن، علم وعمل کا سنگھم یہی ہیں جن کا والدین نے نام ''محمد نواز'' رکھا تھا اور ''بڑے استاد'' کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ یہ لقب آپ کا ایسا لقب تھا کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے

81286

پیر سید محمد محفوظ شہدی صاحب نے ایک مرتبہ کہا کہ ہم آپ کو جس لقب اور وصف سے یاد کر لیں اس وقت تک ہمارا گھر پورا نہیں ہوتا جب تک ہم آپ کو ''وڈے استاد'' نہ کہہ لیں۔

ہمارے بڑے استاد خواجہ خواجگان' رہبر کاملاں شبنم گلبن روحانیت علمبردار اسرار نقشبندیت حضرت پیر سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت میں گم نظر آتے تھے' جب ان کی شخصیت کا ذکر کرتے تھے تو یوں لگتا تھا آپ کے اَنگ اَنگ سے آواز آ رہی ہے۔

ہمارے ''بڑے استاد'' اپنے اساتذہ بالخصوص برقِ عشق نبی ﷺ' نسیم گلشن حقانیت محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تذکرہ آنکھوں کے نم اور دل کے غم کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

چاند اور ہالہ

میرے شیخ طریقت حافظ الحدیث حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے۔آپ کا تعلقات خوشگوار بھی تھے اور سدا بہار بھی تھے۔یہ تعلقات حالات کی دھول سے کبھی گرد آلود ہوتے نہ گردش زمانہ سے کبھی دگرگوں ہوئے۔یہ ربط عقیدت کسی شب شکوہ کی اوس سے نمناک ہوا نہ کسی اور حسد کی گرمی سے پگھل سکا۔قبلہ عالم حضرت پیر سید نور الحسن بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ان دو عظیم مریدوں کو زمانہ طالب علمی ہی سے یوں ملا دیا کہ سوائے وفات کے کوئی شئے ان میں جدائی

پیدا نہ کرسکی۔

ہمارے بڑے استاد ساری زندگی حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ یوں رہے جیسے چاند کے گرد ہالہ ہوتا ہے یا چراغ کے گرد اُجالا ہوتا ہے۔

یہ بات استاد صاحب بڑی لذت لے لے کے بیان کیا کرتے تھے کہ شاہ صاحب (پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) میرے پیر بھائی تھے مگر میں نے ان کو تمام زندگی اپنا پیر سمجھا ہے۔زمانہ طالب علمی مجھے شاہ صاحب کے کپڑے دھونے کا بھی شرف حاصل رہا' ہماری چارپائیاں بالکل ساتھ ساتھ ہوتی تھیں۔رات تکرار اِسباق کے بعد جب سو جاتے تھے کسی بھی ضرورت پر شاہ صاحب جب محمد نواز کہتے تھے میں فوراً حاضر ہو جاتا تھا میں نے کبھی بھی شاہ صاحب کو دوسری بار آواز دینے کی نوبت نہیں آنے دی۔ہم جب امرتسر میں پڑھتے تھے ہمیں سبق پڑھنے کیلئے ایک پر ہجوم بازار سے گذر کر جانا پڑتا تھا میرے ہاتھ میں کھلی کتاب ہوتی تھی اور کندھے پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہاتھ ہوتا تھا تو ایسے ہی بازار بھی پار ہو جاتا اور سبق کا بھی تکرار ہو جاتا۔

استادمحترم کا چہرہ اس وقت بڑا ہی مطمئن نظر آتا جب یہ فرماتے تھے کہ میں نے ساری زندگی ارادے سے شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مرضی کی مخالفت نہیں کی۔

اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے پیر کسی کا پیر نہیں' میرے استاد

جیسے کسی کے استاذ نہیں اور میرے دوست (حافظ الحدیث) جیسے کسی کے دوست نہیں۔یہ کمال جانبین کا ہے۔بہرحال یہ حقیقت ہے عموماً دور والے متاثر ہو جاتے ہیں بہت قریبی متاثر نہیں ہوتے یہ عظمت حافظ الحدیث ہے کہ زمانہ طالب علمی سے لے کر جلالت علمی تک آپ کے دیرینہ رفیق نے آپ کو دوست ہی نہیں جنید زماں بھی لکھا۔

آپ نے حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عشق بھی کیا اور اطاعت بھی کی۔میں نے حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آخری ایام علالت میں قبلہ استاذ محترم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا۔اسباق سے فارغ ہو کر آپ کے پاس آئے اور پلیٹ میں کوئی چیز تھی وہ چمچ سے حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کھلاتے رہے۔حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیٹھے تھے اور تناول فرما رہے تھے میں نے دیکھا کہ قبلہ استاذ محترم حضرت حافظ الحدیث کا مستعمل چمچ چاٹ رہے تھے۔

ان دونوں حضرات کی سنگت مثالی بھی تھی اور نرالی بھی۔زمانہ طالب علمی سے لے کر حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال تک اس رفاقت کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے پھر جب گوجرانوالہ کا پروگرام بنا تو استاذ صاحب فرماتے ہیں۔میں نے خواب میں دیکھا کہ چھوٹے درس کے باہر ٹرک پر ہمارے گھر کا سامان لادا جا رہا ہے اور شاہ صاحب نزدیک ہی چارپائی پر بیٹھے ہیں جب تمام سامان لادا جا چکا تو پھر شاہ صاحب تشریف لے گئے۔

بار آور تدریس

ہمارے ''بڑے استاد'' شجر سایہ دار بھی تھے اور اَبر گوہر بار بھی آپ کی تدریس بڑی ثمر آور واقع ہوئی۔آپ کے سامنے زانوے تلمذ طے کرنے والے بڑے بڑے بڑے مدرس' بڑے بڑے مفتی بڑے بڑے محدث بڑے بڑے مفسر بڑے بڑے مفکر بڑے بڑے مناظر' بڑے بڑے سیاستدان بڑے بڑے خطیب' بڑے بڑے صوفی اور بڑے بڑے مصلح ہے۔

آپ کے فیضان کا یہ علم ہے کہ آپ کی مجلس علمی کے حاشیے پر بیٹھنے والے زمانے میں صدر نشیں بنائے گئے۔

آپ حد درجہ کے شفیق تھے علمی شفقت تو بہت زیادہ فرماتے تھے کچھ لوگ اپنے مبلغ علم کے عرش سے نیچے آ کر طلبہ کی فرشی صلاحیت کا جلیس ہونان پسند ہی نہیں کرتے۔لیکن آپ نے کوتاہ خیالوں کو صرف انگلی پکڑ کے چلنا ہی نہیں اڑنا بھی سکھایا ہے۔

یہ میں بڑے استاد جو من تواضع اللہ رفعہ و اللہ کی عملی تصویر تھے اور ''البذاذہ من الایمان'' کی تفسیر تھے۔

یہ ہیں ''بڑے استاد'' جن کو مسند تدریس پر کبھی جلدی کرتے نہیں دیکھا اور راستے میں کبھی آہستہ چلتے نہیں دیکھا گیا۔حالانکہ نظر کمزور تھی مگر بڑھاپے میں بھی چلنے کا انداز شباب پر تھا۔

ہم نے آج کشف المحجوب' رسالہ قشیریہ' احیاءِ العلوم مکاشفۃ القلوب' مدارج السالکین اور دلیل الکاملین ایسی کتابوں میں جو تصوف کی تعریفات اور ورع و پرہیزگاری کے انداز لفظوں میں پڑھے۔کئی سال قبل ہم نے حضرت حافظ الحدیث اور بڑے استاد صاحب کے روپ میں ہم نے الفاظ کے معنی کی زیارت کی۔گویا ہم نے بھکھی شریف کی گلیوں میں تقویٰ و پرہیزگاری اور علم و معرفت کو چلتے پھرتے دیکھا۔

تین مشاہداتی ادوار

میں ''بڑے استاد'' صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لحاظ سے اپنے مشاہدات کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتا ہوں۔(۱) اپنے بچپن سے لے کر میٹرک ہیں۔(۲) حفظ سے لے کر استاذ صاحب کے گوجرانوالہ منتقل ہونے تک۔(۳) گوجرانوالہ میں آپ کے وصال مبارک تک۔

پہلا دور

ہمارے والد صاحب کے قبلہ استاد محترم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ بڑے قریبی اور گہرے تعلقات تھے ہمارے چاروں بھائیوں کے نام حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رکھے اور بڑے استاد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آ کے بتائے اور عقیقہ کے جانور حضرت استاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود آ کے ذبح فرماتے رہے: بعد میں ایک دن گوجرانوالہ میں بندہ آپ کے پاس حاضر تھا کسی تعارف کرواتے فرما رہے تھے یہ قاری صفوۃ اللہ کا

بھائی ہے اور فرمایا ہمارا اور ان کا ایک ہی گھر ہے۔ پہلے دور میں ابتداء کبھی کبھی استاذ صاحب کی زیارت کا شرف اس وقت حاصل ہوتا جب ہمارے محلّہ عقلانہ کی مسجد (جلالی رضوی) میں حضرت مولانا محمد عبد الباری بنگالی صاحب کے پاس استاد تشریف لاتے۔مولانا بنگالی ہمارے استاد تھے اور بڑے استاد صاحب کے شاگرد تھے مسجد کے ساتھ ان کا مطلب تھا اور بڑے استاد صاحب کا بھی طبی ذوق کافی تھا۔اس لیے محلے میں آپ کی تشریف آوری ہوتی رہتی اور پھر کبھی کبھی ہمارے گھر بھی تشریف لاتے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک کے دوران حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ماحول میں زیادہ آنا جانا ہونے لگا۔سن شعور اور مذہبی ذوق کی بالیدگی کا زمانہ تھا۔میں پرائمری سکول عینو وال سے پرائمری سکول بھکھی شریف میں چوتھی کلاس میں منتقل ہو چکا تھا۔یہ میری حیات مستعار کا صبح صادق کا زمانہ تھا۔اسی زمانے میں قائد اہلسنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی محبت نے بھی گوشہ جان میں سکونت اختیار کی۔

مسجد مہاجرین (شیر ربانی) ہمارے پرائمری سکول کے بالکل قریب واقع تھی سکول میں ماسٹر محمد صدیق صاحب نماز کی تلقین کرتے تھے اسی طرح ان ایام ہیں۔مسجد مہاجرین جہاں نماز کی امامت بڑے استاذ فرماتے تھے ہمیں کئی بار نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔تفریح کے وقت صاحبزادہ صفوۃ اللہ صاحب کے ساتھ کئی بار استاذ صاحب کے گھر بھی چلا جاتا تھا۔چھوٹی عمر میں حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس گھر میں

کئی بار چلا جاتا تھا۔آپ کے اس آپ کی چارپائی کی پائنتی کی طرف بیٹھنا بھی مجھے یاد ہے۔

مڈل سکول میں پڑھتے وقت بھی استاد صاحب کے پاس حاضری ہوتی رہی ہائی سکول چک ۴۰ میں پڑھتے ہوئے بھی ملاقات رہی ہے۔ کیونکہ تمام عہد میں نماز جمعہ کی آدائیگی حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس مسجد محمدیہ میں ہوتی ہے۔جہاں قبلہ شاہ صاحب خطاب فرماتے تھے اور خطبہ پڑھتے تھے اور نماز کی امامت بڑے استاد فرماتے تھے۔بعد میں حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شوگر کی وجہ سے پاؤں کٹ گیا تو پھر خطبہ بھی استاذ ہی پڑھتے تھے۔

دوسرا دور

جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف کے شعبہ حفظ القرآن کے ساتھ ہی قبلہ استاذ محترم کی رہائش تھی۔اس لیے آپ پہلے کی نسبت زیادہ قرب تھا۔اس کے بعد جب شعبۂ درس نظامی میں داخلہ ہو گیا تو پھر مزید قرب میسر آیا۔اس دور میں ہم نے جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ کے دار الحدیث کے سامنے آپ کو مسند تدریس بے جلوہ گر دیکھا جب جامعہ کے بام و در آپ کی آواز سے گونجا کرتے تھے۔پڑھاتے وقت کتاب کی عبارت اور متن دیکھنے کی حاجت بہت کم پڑتی لیکن تقریر فضائی اور ہوائی نہیں ہوتی بلکہ عبارت کے ساتھ منطبق ہوتی تھی۔جہاں صبح بیٹھتے تھے چھٹی تک نشست

کیا بیٹھنے کی ہیت بھی نہیں بدلتے تھے۔ یہاں آپ کا علم اور تدریس پورے جوبن پر ہوتی۔

آپ کی صورت 'ہیبت اور عظمت کے چھوٹے مناظر سامنے ہوتے۔ پتہ چلتا خزانہ بھی بڑا ہے اور لٹانے والے ہاتھ بھی بڑے کھلے ہیں۔ گویا ایک ابر گوہر بار ہے جسے روزانہ برسنے کی عادت پر چکی ہے۔

ایک سخی کہ جس کے بحر سخاوت میں مدوجزر ہو رہا ہے۔

ایک چاند کہ جس کی چاندنی چمکتی ہی نہیں بولتی بھی ہے۔

بالخصوص شرح جامی کا درس تو اتنا مشہور تھا اور آپ کو جامی پر اتنی دسترس تھی کہ کہا جاتا کہ اگر شرح جامی دنیا میں نہ رہے استاد اس کو زبانی اِملا کروا سکتے ہیں۔ آپ کا فیضان تدریس رحمتوں کا ریلا اور برکتوں کا میلہ تھا۔

تب حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر میں بھی کچھ خواتین کو درس دیتے تھے۔ اس دور میں بھی آپ کی مجھ پر شفقتیں بہت تھیں۔ میں نے پہلے سال میں درس نظامی کا تین سالہ کورس پڑھا۔ فارسی کے اسباق حضرت پیر سید محمد مظہر قیوم مشہدی کے پاس اور دیگر اسباق حضرت مولانا ظہور احمد جلالی صاحب کے پاس پڑھے جن کی نشست استاذ صاحب کے قریب ہی دار الحدیث کے باہر ہوا کرتی تھے۔ ایک دن استاذ صاحب گھر تشریف لائے تو مجھ سے' ترکیب پوچھی اور میرے بتانے پر اطمینان کا اظہار فرمایا۔

میرا اتنا دھیان رکھتے تھے کہ اسی دوران نظر کمزور ہونے پر میں

نے عینک لگوائی۔ جب دوسرے دن میں آپ سے ملا تو مجھے دیکھ کر فوراً پوچھا۔ عینک کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ یا ویسے جینٹل مین (Gentle man) بن گئے۔ یہ الفاظ ماڈرن اور فیشن پرست کے بارے میں بولتے تھے۔

جب حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال سے پورا چمن سوگوار ہوا تو وصال مبارک تقریباً ڈیڑھ ہفتہ بعد جامع مسجد محمدیہ میں نماز ظہر کے دوران مجھ پر بیماری کا ایسا حملہ ہوا کہ عقل پر مکمل پردہ پڑ گیا اور مجھے بالکل ہوش نہیں تھا۔ مجھے گھر پہنچایا گیا' عشا کے بعد جب میں ہوش میں آیا تو اس وقت ''بڑے استاد'' میرے سرہانے بیٹھے تھے اور کوئی دیسی دوائی تیار کر کے مجھے کھلا رہے تھے اسی دوائی کے چند دن استعمال پر میں روبصحت ہوا۔

تیسرا دور

جب استاذ محترم گوجرانوالہ میں تشریف لے گئے اور گھوڑے شاہ کے علاقہ میں مسجد خوشی محمد گوندل کے قریب اپنا مدرسہ قائم کر لیا اور قرآن و سنت کا نور پھیلانے لگے وہاں بھی آپ سے مسلسل ملاقات رہی۔

ماڈل ٹاؤن جناح روڈ پر واقع مسجد نور اسلام میں خطیب شیریں بیان حضرت مولانا اعجاز احمد جلالی صاحب خطیب تھے ان کے وصال کے بعد زمانہ طالب علمی ہی میں مجھے بھکھی شریف سے گوجرانوالہ جا کر جمعہ کا خطبہ دینا ہوتا تھا۔ اسے دوران رمضان المبارک آ گیا اور میں نے مصلّی بھی

گوجرانوالہ ہی میں سنایا۔اس دوران بڑے استاذ صاحب سے ایک تاریخی ملاقات ہوئی۔

چنانچہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے عروج پر ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۳ اپریل ۱۹۹۱ء بعد از نماز ظہر جامع مسجد خوشی محمد گوندل میں استاذ صاحب سے ملاقات ہوئی۔

چند یادگار ملاقاتیں

اس سے پہلے بھی گوجرانوالہ میں استاذ صاحب سے بڑی ملاقاتیں ہو چکی تھیں مگر یہ ملاقات بڑی پرکیف تھی رمضان المبارک' پھر آخری عشرہ' ستائیسواں روزہ' مسجد' حالت اعتکاف۔

اس ملاقات سے متعلق ڈائری کا ورق جو اس دن واپسی پر مسجد نور اسلام میں لکھا ہو بہو نظر قارئین کرتا ہوں۔

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ / ۱۳ اپریل ۱۹۹۱ء بعد از نماز ظہر گوجرانوالہ میں حجۃ الخلف بقیۃ السلف' شیخ القرآن والحدیث' سند العلماء حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی مجددی مظلہ العالی ایک یادگار ملاقات اور باقاعدہ شرف تلمذ کا حصول۔

دست بوسی کے بعد کافی دیر تک حال احوال کے بارے میں گفتگو تی رہی مسلسل شفقت اور جذب بھری آواز میں پرکیف لمحات میں حجرۂ اعتکاف میں گوہر افشاں رہے پھر کچھ پیغامات دیے۔بندہ نے ایک سابق

درخواست کے بارے میں توجہ مبذول کروائی۔تھوڑی دیر معمولی اعراض کے بعد ابر رحمت ہوش میں آیا اور فرمایا کتاب لے آؤ۔

بندہ نے صاحبزادہ محمد اکرام اللہ صاحب سے جامی منگوائی۔لے کر دوبارہ آپ کے حجرۂ اعتکاف میں داخل ہوا۔زانوے تلمذ طے کرتے ہوئے مولانا جامی کی فوائد ضافیہ کھولے بیٹھ گیا قبلہ استاذ صاحب نے تقریر شروع کی۔

درس نحو کا ایک انداز

علم نحو کا موضوع کلمہ و کلام ہے۔موضوع اسے کہتے ہیں علم میں جس کے عوارض زاتیہ سے بحث کی جائے۔یہ آپ نے منطق میں عوارض ذاقیہ کی چھ اقسام تفصیل سے پڑھی ہونگی۔علم نحو کے موضوع کے بارے میں شارحین نے بڑی لیت لعل کی ہے۔کیونکہ یہ قانون ہے کہ کسی علم کے موضوع میں تعدد نہیں ہوتا اس لیے کے تعدد موضوع تعدد علم پر دلالت کرتا ہے اور وحدت موضوع کی وحدث علم پر دلالت ہوتی ہے تو یہاں علم نحو کے موضوع میں تعدد کیوں ہے۔تو اس کا یہ جواب ہے کہ یہ قانون مطلقا نہیں کہ تعدد موضوع تعدد علم پر دلالت کرتا ہے اور وحدت موضوع وحدت علم پر کیونکہ مطلقا ہوتو دونوں پر اعتراض ہو جائے گا۔

ایسے کہ اصول فقہ کا موضوع ادلہ اربعہ میں یہاں موضوع میں تو تعدد ہے لیکن علم واحد ہے ایسے ہی کلمہ پر صرف کا بھی موضوع ہے' نحو کا

بھی موضوع ہے لعنت کا بھی موضوع ہے یہاں موضوع ایک ہے اور علوم متعدد ہیں۔

لہٰذا قانون اس طرح ہے کہ متعدد امور متعدد حیثیتوں سے ایک علم کا موضوع نہیں بن سکتے۔

اولّہ اربعہ جو اصول فقہ کا موضوع میں تو حیثیت واحدہ سے۔ من حیث انها اصول الاحکام اور امر واحد متعدد حیثیتوں سے متعدد علوم کا موضوع ہو سکتا ہے۔ جیسے کلمہ متعدد حیثیتوں سے متعدد علوم کا موضوع بنتا ہے حرف کا موضوع ہے من حیث الصیغۃ، نحو کا ہے من حیث الاعراب و النبا اور لعنت کا ہے من حیث المعانی اللغویہ ۔

یہاں جو کلمہ اور کلام کو علم نحو کا موضوع بنایا گیا ہے تو ان کی حیثیت واحدہ کا اعتبار کیا گیا ہے۔

پھر فرمایا نحو کے مقاصد میں سے مرفوعات میں وہاں سے عبارت پڑھو بندہ ہے۔ المرفوعات جموع المرفوع سے لے کر کالایام الخالیات تک عبارت پڑھی۔

آپ نے تقریر شروع کی۔

مرفوعات یا تو مبتدا ہے اور خبر اس کی محذوف ہے المرفوعات ہذہ۔ یا یہ خبر ہے اور مبتدا محذوف ہے۔ ھذہ المرفوعات یا یوں ترکیب ہو گی کہ مرفوعات سے پہلے مضاف محذوف ہے اصل یوں تھا۔ ھذا بحث المرفوعات یا بحث المرفوعات ھذا پھر مضاف کو حذف کر کے

مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام کیا گیا ہے اور یہ قانون ہے کہ ایسی صورت میں مضاف والا اعراب مضاف الیہ کو دے دیا جاتا ہے۔

میں نے پوچھا اس کی قرآن مجید سے مثال کیا ہے تو آپ نے فرمایا:

و اشکوا القریۃ۔

اصل میں ہے واسئلوا اھل القریۃ۔مضاف کو محذوف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہے۔مضاف الیہ کو مضاف والا اعراب دیا گیا ہے۔

جمع المرفوع لا المرفوعۃ۔

ہر تقریر کرتے ہوئے فرمانے لگے یہ اعتراض کا جواب ہے۔اعتراض یہ ہے کہ تم مرفوعات کو کس کی جمع بناتے ہو۔مرفوع یا مرفوعۃ کی جو بھی بناؤ درست نہیں ہے۔اگر یہ مشق اختیار کرو کہ موضوع کی جمع ہے۔یہ درست نہیں کیونکہ یہ مذکر ہے اور مذکر کی جمع سالم الف تا سے نہیں آتی۔

اور اگر یہ مشق اختیار کرو کہ یہ مرفوعۃ کی جمع ہے تو یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ جو آگے متن ہے وہ ہے۔

ھو ما اشتمل علی علم الفاعلیۃ۔

اس میں ھو ضمیر مذکر ہے تو پھر اس کا مرجع مرفوعۃ نہیں ہو سکتا۔تو پتہ چلا کہ متن انکار کرتا ہے کہ اسے مرفوعۃ کی جمع قرار دیا جائے تو شارح جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس اعتراض کا جواب دینے میں یہ مشق اختیار

کرتے ہوئے کہ یہ مرفوع کی جمع ہے۔اب یہ اعتراض ہوگا کہ واحد مذکر کی جمع سالم پھر الف تا کے ساتھ نہیں آتی۔

تو اس کا جواب یہ دیا کہ یہ قانون ہے کہ جس کا موصوف مذکر ہوا اور غیر ذوی العقول میں سے ہو تو اس صفت کی جمع الف تا کے ساتھ لائی جائے گی تو اس میں لفظ کا اپنا اعتبار نہیں ہوتا اس کے موصوف کا اعتبار ہوتا ہے تو یہاں مرجوع کا موصوف اسم ہے اور مذکر بھی اور غیر ذوی العقول میں سے بھی ہے۔لہٰذا مرفوع کی جمع مرفوعات آئے گی۔اس پر پھر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چند تائیدیں پیش کی ہیں۔

۱۔ صافنات : یہ صافن کی جمع ہے صافنۃ کی جمع نہیں ہے۔صافن اس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جو تین قدموں پر اور جو تھے سُم کے کنارے پر کھڑا ہو۔چونکہ صافن صفت ہے مذکر غیر ذوی عقل ’’فرس‘‘ کی اس لیے جب اس کی جمع لائی ہو گی تو وہ صافنات ہے۔

۲۔ سجلات : چھوٹے اونٹوں کو جمال سجلات کہا جاتا ہے۔یہاں سجل کیونکہ مذکر غیر ذی عقل کی صفت ہے اس لیے جمع سجلات آئے گی۔

۳۔ الایام الخالیات گذرے ہوئے دن۔

خالی یوم کی صفت ہے جو مذکر غیر ذی عقل اس واسطے خالی کی جمع

خالیات ہو گی۔خالیہ کی خالبات نہیں ہو گی یہ تھا ایک تاریخی سبق قبلہ استاذ کو جامی پڑھاتے ہوئے ایک طویل عہد گذر چکا تھا اور بندہ بھی کئی سال قبل پڑھ چکا تھا لیکن یہ درس " خلوف فم الصائم" سے معطر خیمہ اعتکاف کے احساس زہد کے ہمراہ اور الوداع ہونے والے رمضان سے وابستہ یادوں میں لپٹا ہوا تھا۔استاذ محترم نے وظائف سے ٹائم نکال کر کے شروع فرمایا اور ختم کرتے ہوئے ڈھیروں دعائیں دینے کے بعد پھر وظائف میں مشغول ہو گئے۔

۳ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ استاذ محترم سے ملاقات ہوئی میں نے عرض کیا مزارات اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ پر حاضری کے وقت صاحب مزار کی توجہ کے حصول کیلئے کیا پڑھنا چاہیے۔تو فرمانے لگے:

قبر شریف پر انگلی رکھ کر سات بار" سبوح قدوس ربنا و ب الملئکة و الروح" پڑھنا چاہیے۔پھر صاحب مزار سے عرض کرنا چاہیے کہ میری طرف توجہ کرو۔

ملفوظات شیخ

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ ۳ جنوری بروز پیر صبح نو بجے گوجرانوالہ میں استاذ صاحب کے گھر آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا:

حضرت قبلہ نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (حضرت حافظ الحدیث) کو رخصت کرتے

تھے تو فرماتے تھے:

ہر کہ کاوش از برائے حق بود
کار او پیوستہ با رونق بود

اور مجھے جب رخصت کرتے تھے تو کہتے تھے:

علم را برتن زنی نارت بود
علم را بر دل زنی نورت بود

ہمارے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لوگوں کی طرف سے ہاتھ چومنے کے خوف سے اگر لوگوں سے مصافحہ نہیں کرتے تھے۔ہم دونوں سے کر لیتے تھے۔حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے'' جب طالب علم دین پڑھنا شروع کرتا ہے تو اس کی اس کی کیاری میں تکبر کا ایک بیج اُگ آتا ہے۔جب وہ فارغ التحصیل ہوتا ہے تو وہ بیج درخت بن جاتا ہے اگر کوئی اللہ کا بندہ مل جائے تو وہ اس درخت کو اُکھاڑ دیتا ہے پھر وہ مولوی نہیں بندہ بن جاتا ہے۔''

حضرت صاحب کیلیانوالہ شریف کا ایک اور قول پیش فرمایا کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔

جو بنیا سو نہ بنیا جو نہ بنیا سو بنیا

ایسے ہی ایک نشست میں آپ فرماتے تھے۔

دین کو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے پڑھنا چاہیے دنیا تابع ہے خود آ جائے گی۔جس کی شادی شہزادی سے ہو جائے اس شہزادی کی لونڈیاں اسی

کی ہو جائیں گی لیکن جس کی شادی لونڈی سے ہو تو شہزادی نہیں آئے گی۔

ایک اہم راز

۳ دسمبر ۱۹۹۹ء عصر سے مغرب تک جو ملاقات ہوتی وہ بھی بڑی یادگار تھی۔ مجھے بھکھی شریف جانا تھا۔ زیارت کے اثرات سارے راہ میرے ہمراہ رہے۔

میں نے پوچھ لیا حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ اپنی آخری ملاقات کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

فرمانے لگے ۲ ربیع الاول شریف ۱۴۰۶ء کو میری شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آخری ملاقات ہوئی۔ میں شرقپور شریف عرس پر جا رہا تھا۔ آپ نے مجھے کہا کہ اگر میں فوت ہو جاؤں تو میرے متعلقین کو کہنا میرے لیے ستر ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھیں۔

میں نے کہا میں سفر پر جا رہا ہوں پتہ نہیں میں پہلے فوت ہو جاؤں تو آپ نے کہا پھر بھی آپ پر یہ کہنا ضروری ہے۔ میں نے کہا میرے پاس لاکھ مرتبہ پڑھا ہوا کلمہ شریف موجود ہے میں نے اس مرتبہ اعتکاف میں پڑھا تھا۔ میں ابھی آپ کے ملک کرتا ہوں میں نے ملک کہا اور آپ نے قبول فرمایا لیا۔

میں نے کہا:

اگر زندگی میں مجھ سے کوئی کوتاہی ہو گئی ہو تو میں اس وقت

معذرت چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

میرے علم میں کوئی ایسی بات نہیں ہے اگر کوئی ہو تو میں نے معاف کر دی۔

پھر ایسے ہی آپ نے بھی مجھ سے کہا:

پھر میں سفر پر چلا گیا۔شرقپور شریف سے واپسی پر ہمیشہ میں رہنے گھر بلّو ضلع گوجرانوالہ چلا جاتا۔اس بار بھی گیا لیکن پہلے دو تین دن رہتا تھا اب ایک دن کے بعد واپس چل پڑا۔لیکن حافظ آباد اسٹیشن پر مجھے چار گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔ادھر شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو چکا تھا۔آپ کے صاحبزادگان نے ایک آدمی سکوٹر پر میرے گاؤں بھیجا تو وہاں سے انہیں پتہ چلا کہ میں بھکھی شریف چلا گیا ہوں۔پھر وہ بندہ حافظ آباد میں میرے بھائی محمد شریف صاحب کے پاس گیا چونکہ میں ان سے مل کے رخصت ہو چکا تھا بتا چکا تھا کہ بھکھی شریف واپس جا رہا ہوں چنانچہ وہ آدمی بھکھی شریف واپس لوٹ گیا۔میں حافظ آباد سے علی پور چٹھہ پہنچا پھر عصر کے وقت کنگ روڈ پر آ کر اُترا۔

اب استاذ محترم کی آواز بھر آئی آنکھیں برسنے لگیں میری آنکھوں کے سامنے بھی منظر آ گیا جو میری زندگی کا پہلا انتہائی غمناک منظر تھا۔جس حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیلئے صبح کے وقت ۱۸ نومبر ۱۹۸۵ء ۴ ربیع الاوّل کو میں اپنے گھر سے لسی لے کر پہنچا۔

حضرت کے گھر کی دہلیز کے باہر کھڑا تھا کہ کوئی لسی اندر لے جاتے تو اندر سے حضرت پیر سید محمد مظہر قیوم شہدی صاحب غمناک آنکھوں سے باہر تشریف لائے۔ بیٹھک کی دروازے کی طرف سے حضرت سید محمد عرفان مشہدی صاحب کو افسردہ پایا۔ جب سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی لگا کہ اندھیرا چھا گیا۔ جب ساری فضا سوگوار تھی یوں لگتا تھا کہ ہر اینٹ رو رہی ہے آج بھی کاروان احساس جب ماضی کی راہوں پر چلتا ہے تو اس موڑ پر آنسو بہائے بغیر نہیں گذر سکتا۔

استاذ فرماتے ہیں جب کنگ روڈ سے بھکھی شریف والی بس پر بیٹھا تو اس میں مانگٹ اور ڈھول کے لوگ بیٹھے تھے وہ مجھے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ استاد جی آپ کدھر؟ کیا آپ کو پتہ نہیں؟

اس پر مجھے بھی تعجب ہوا۔ میں نے کہا مجھے تو پتہ نہیں۔ جب انہوں نے مجھے خبر دی تو ....

استاذ صاحب کچھ سنبھلے پھر گفتگو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا۔ سیدھا میں آپ کے پاس پہنچا آپ کی وصیت تھی کہ میں ہی آپ کو غسل دوں۔ چنانچہ نماز مغرب کے بعد آپ کو غسل دیا۔

پھر گھر گیا کپڑے تبدیل کیے۔ رات کو قرآن خوانی جاری رہی میں آپ کی چارپائی کے پاس رہا (راقم نے رات کو قبلہ استاذ کو حضرت استاذ کو حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیشانی کا بوسہ لیتے دیکھا)۔ پھر میں مصلے پر کچھ وقت کیلئے رضائی لے کر لیٹ گیا۔

استاذ صاحب فرمانے لگے میں آپ سے پہلے مرید ہوا تھا آپ میرے پیر بھائی تھے میں نے آپ کو ہمیشہ اپنا پیر سمجھا ہے۔ ۴۹ سال کی رفاقت اس دور کی ایک مثال ہے۔ اس دوران آپ ایک بار بھی مجھے ناراض نہیں ہوئے میں نے بھی ارادۃً آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے اپنے گھر کا فرد قرار دیا تھا۔ جب آپ کی مانگث شادی ہوگئی تو آپ نے سسرال والے تمام رشتہ دار اکٹھے کیے اور ان سے فرمایا کہ یہ مولانا محمد نواز صاحب ہمارے گھر کے فرد ہیں ان سے ہمارا پردہ نہیں ہے آپ نے مجھ پر بہت زیادہ اعتماد کیا میں نے بھی آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی اور آپ کی توقع پر پورا اترتا رہا کبھی شکایت کی نوبت نہیں آتی۔

ظہور کرامت

حضرت استاد صاحب کے شاگرد و رشید حضرت مولانا محمد عبد الباری بنگالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ۴ دسمبر ۱۹۹۹ء کو مسجد عقلانی بھکھی شریف میں انٹرویو کیا۔ آپ نے استاذ صاحب کی شخصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک عجیب وغریب بات بتائی۔

جب استاذ محترم حج پر گئے تو مجھے فرما کر گئے اس ماہ کی دس تاریخ کو گھر پر رہنا۔ یعنی مسجد عقلانی میں موجود رہنا میں مسجد ہی میں رہا سوچ رہا

تھا کہ استاذ صاحب نے مجھے پابند کیا تھا مگر میری کوئی ضرورت نہیں پڑی۔رات گیارہ بجے پٹھانی (بھکھی شریف کی معروف دائی) آ گئی اور کہا چلو بڑے استاذ صاحب کے گھر چلو۔استاذ صاحب کی لڑکی بیمار ہے۔یہ استاذ صاحب کے حج پر جانے کے لیے ہی پیدا ہوئی تھی۔میں جب دوائی دینے کیلئے پہنچا تو محسوس ہوا کہ لڑکی مر چکی ہے۔استاذ صاحب کی اہلیہ محترمہ نے کہا بچی کو ٹیکہ لگایا آر یا پار۔میں نے دوائی دی انہوں نے بچی کی آنکھیں بند کر دیں میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف چلا گیا بتا آؤں کہ استاد صاحب کی بچی فوت ہو چکی ہے میں منشی صاحب کو بتا کر آ گیا واپس آیا تو بچی کی سانس چلتی کچھ محسوس ہوئی۔صبح تک بچی بالکل صحیح ہو گئی۔

جب فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۹۹۷ء میں لاہور میں جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادگان کے فرمان پر داروغہ والا لاہور میں سلسلہ تدریس شروع کیا تو پہلے پہل میری تدریس پر خوش تو تھے مگر فرماتے مجھے اصل خوشی تب تھی کہ آپ بھکھی شریف میں پڑھاتے تھے۔لیکن آہستہ آہستہ جب جامعہ جلالیہ میں طلبہ کی تعداد کافی ہوگئی تو آپ کی خوشی بھی مکمل ہوگئی۔کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ پھر میں آپ سے ملا ہوں اور آپ نے ملاقات کے فوراً بعد طلبہ اور تدریس کے بارے میں نہ پوچھا ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ متنوع المصر وفیات ہونے کے باوجود سال کے اکثر ایام کا حصہ جو مسند تدریس

گذرتا ہے یہ باعث شکر بھی ہے قابل شوق بھی ہے۔

اگرچہ استاد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جہد تدریس کے مقابلے میں یہ کچھ نہیں لیکن:

تو بھی ہے اسی قافلۂ شوق کا سالار
جس قافلہ شوق کا سالار ہے رومی

چنانچہ میری تدریس جب کریما سے چل کر دورہ حدیث کی حدود کے قریب پہنچی تو میں استاذ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا (یاد رہے استاذ اس قبل مجھے طلب فرما کر درس بخاری ارشاد فرما کے سند اتصال عطا فرما چکے تھے اور فرمایا تھا زباں سے میں نے دے دی ہے کاغذ کی چھپے گی تو آپ کو مل جائے گی)۔فرمانے لگے آپ دورہ حدیث پڑھائیں آپ کو اجازت ہے میں نے عرض کیا کوئی نصیحت فرما دیں۔فرمانے لگے نصیحت یہی ہے رضائے الٰہی پیش نظر ہو۔

ان کو اور حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قبلہ خواجہ خواجگان حضرت پیر سید نور الحسن بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے۔ آپ نے وہ دونوں شعر اور شعار دھرا دیئے۔

علم را برتن زنی مارت سُود
علم را بردلی زنی نورت بود
ہر کہ کارش از برائے حق بود
کارا و پیوستہ با رونق بود

یہ چند الفاظ جو میں نے ذکر کیے ہیں یہ ہمارے استاذ صاحب کی شخصیت کیلئے کچھ بھی نہیں۔

ویسے جو اینٹ کی بنیاد میں لگی ہو اور اس پر کسی کاشانہ کی بنیاد ہو۔اس اینٹ کو دیکھنا مشکل ہوتا ہے مگر عالیشان کاشانہ اس کے سہارے قائم ہوتا ہے۔اس کاشانہ کی جلالت اسی اینٹ کی مرہون منت ہوتی ہے اس کا وقار حقیقت میں اس اینٹ کا وقار ہے۔

بھیڑ میں دنیا کی جانے وہ کہاں گم ہو گئے
کچھ فرشتے بھی رہا کرتے تھے انسانوں میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اور علم کی سربلندی

اسلام کی آمد سے صدیوں پہلے کائنات ارضی کی اقوام اپنے طور پر علوم و فنون کی راہیں متعین کرتی رہی تھیں۔ چین، ہندوستان، مصر، بابل، استوریا، یونان، روما علم کے مراکز مانے گئے۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ یونان کے علاوہ دنیا بھر کے علوم کو علم کہنا علم سے ناانصافی ہے۔

بابل، استوریا اور مصر کے علوم توہمات سحر اور جادو کے مجموعے تھے۔ چین اور ہندوستان صدیوں طلسمات کے چکر میں رہے۔ روما صرف فتوحات کے جنون میں مبتلا رہا۔ البتہ یونان ایک ایسا ملک ہے جس نے علم کے میدان میں بڑے بڑے فلاسفر اور مفکرین پیدا کئے۔ لیکن یونانی علوم کی بنیاد مادیت پر تھی۔ وہ انسان کو روحانیت سے یکسر محروم کر دیتا ہے۔ یونانی علوم نے جس تہذیب کو جنم دیا اور جس معاشرے کو فروغ دیا اس میں ارسطو کو محض اسی لئے وطن چھوڑنا پڑا کہ اس کے علوم اس کے ہم وطنوں کے توہمات کے طلسم کو توڑنے میں کامیاب نہ ہوئے۔

یورپ میں کلیسائی نظام نے علم کی جو مٹی پلید کی۔ اس کے ذکر

سے تاریخ انسانی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسکندریہ کی سات لاکھ کتابوں کا کتب خانہ صرف اسلئے نظر آتش کیا گیا کہ ان کے نزدیک یہ کفر کا خزانہ تھا۔ اہل علم کو عریاں کر کے شہر سے باہر نکال دیا جاتا تھا اور مسیح یورپ کے عروج و کمال نے جہاں جہاں قدم جمائے وہاں کے علمی خزانے برباد کر کے چھین لیا۔

یہ اسلام ہی تھا جس نے علم کو فروغ دیا اور اہل علم کی قدر کی اور یہ اسلام ہی تھا جس نے ان عربوں کو جو صدیوں کی جہالت کے گڑھے میں پڑے ہوئے تھے علم کی روشن فضا میں لا کھڑا کیا۔

مسجد نبوی کے فارغ التحصیل لوگ معلم اخلاق بن کر دنیا کے سامنے آئے۔ صفہ پر بیٹھ کر علوم قرآنی کو ازبر کرنے والے دنیا میں علم و عمل کے آفتاب و مہتاب بن کر چمکے اور جہاں جہاں گئے انسانیت کو جہالت کی تاریکیوں سے نجات دلاتے رہے۔ اسلامی دنیا نے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ان گنت مسجدیں، مسجدوں میں مدرسے اور ان کے ساتھ لا تعداد کتب خانے قائم کیے۔ مسجدوں میں تعلیم و تدریس کے دھارے بہنے لگے۔ آزادی فکر کی بدولت علمی مسائل پر بحث و مذاکرات ہوئے۔ ہر عالم دین ایک دارالعلوم کی حیثیت رکھتا تھا۔ سفر میں حضر میں مسجد میں گھر میں طالب علموں میں گھرا رہتا تھا اور پوری آزادی کے ساتھ علم کے انوار بکھیرتا جاتا۔ ہر قوم اور ملت کے افراد یکساں فائدہ اٹھاتے۔ انہوں نے علوم ربانی و سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج و اشاعت

سے کائنات ارضی میں بسنے والوں کے سینوں کو منور کرنے میں عمریں وقف کر دیں اور وحی الٰہی کے مقاصد لے کر اُٹھے اور مشرق و مغرب پر چھا گئے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دامن دماغ میں سمیٹ کر بڑھے تو آسمان کی وسعتوں پر حاوی ہو گئے۔ وہ علم الٰہی کے سرچشمہ سے سیراب ہو کر صحراء عرب سے نکلے تو غرناطہ اور اشبیلیہ کی یونیورسٹیوں کے بانی بنے اور ایشیاء و یورپ کی تاریکیوں کو علمی ضیاؤں سے چیرتے گئے۔ وہ دولت علم کو کائنات ارض کے گوشہ گوشہ میں لئے پھرتے اور بلا امتیاز مذہب و ملت انسانوں کی جھولیاں بھرتے گئے۔ وہ جہالت کے تاریک پردوں کو ہٹاتے گئے اور ظلمات کو نور سے اڑاتے گئے۔

لئے علم و فن ان سے نصرانیوں نے
کیا کسب اخلاق روحانیوں نے
ادب ان سے سیکھا صفاحانیوں نے
کہا بڑھ کے لبیک یزادنیوں نے
ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا
کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا
کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے
مساجد کے محراب و در جا کے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے
خلافت کو زیر و زبر جا کے دیکھے

جلال ان کا کھنڈروں میں سے یوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دھلکتا

یہ اس بے مثال مکتب کی کرامت تھی یا نگاہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تھا کہ اس عظیم مادرِ علمی کے طلباء اس حقیقت سے واقف تھے کہ علم انبیاء کی میراث ہے۔ جہاں سے ملے مومن کے لئے متاع گم گشتہ ہے۔ وہ عرب کے تپتے ہوئے صحراؤں سے اٹھے اور اسے حاصل کرنے کے لئے چین کی دیوار کے اس پار جا پہنچے۔ وہ بغداد سے نکلے اور یونان کے کتب خانوں کو ازبر کرنے میں مصروف ہو گئے۔ مسلمان ایک طرف علم کے حصول میں بے تاب تھا تو دوسری طرف اس کی تقسیم میں فیاض بھی تھا۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کو بھی ایک صدی بھی ابھی نہ گزری تھی کہ یونان کی نئی کتابیں عربی زبان میں منتقل ہونے لگیں۔ المنصور نے اپنے عہد خلافت میں بغداد کو عروس البلاد بنا دیا۔ ہارون الرشید کے حکم سے ہر مسجد کے ساتھ ایک مکتب قائم کیا گیا۔ مامون الرشید کا دور خلافت تو ایشیاء کے لئے سرمایہ صد افتخار مانا جاتا ہے۔

جب عربی حکومت تین حصوں میں بٹ گئی تو بھی علم و حکمت کی ترویج و اشاعت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

بنو عباس ایشیاء میں۔ بنو فاطمہ مصر میں۔ بنو اُمیہ اندلس میں علم و حکمت کے دریا بہاتے رہے۔

اہل اسلام دینی و روحانی علوم کے ساتھ ساتھ ہئیت، ریاضیات،

ہندسہ۔ جبر و مقالہ۔ فن کیمیاء، حیاتیات اور دیگر سائنسی علوم اور معاشرتی علوم کی معراج پر پہنچے۔

وہ لقمان و سقراط کے دُرّ مکنون
وہ اسرارِ بقراط و دروسِ فلاطوں
ارسطو کی تعلیم سولن کے قانوں
پڑے تھے کسی قبر کہنہ میں مدفوں
یہیں آ کے مہر سکوت آن کے ٹوٹی
اسی باغ رعنا سے بُو ان کی پھوٹی

وہ صحیفہ فطرت کا عینی مشاہدہ کرتے حکمت نظری سے بڑھ کر حکمت عملی پر عمل پیرا ہوئے اور اپنے علوم کی بنیاد تجربے اور مشاہدہ پر رکھتے تھے۔

سمرقند سے اندلس تک سراسر
انہیں کی رصدگاہیں تھیں جلوہ گستر
سوادِ مراغہ میں اور قاسیوں میں
زمیں سے صدا آ رہی ہے برابر
کہ جن کی رصد کے یہ باقی نشاں ہیں
وہ اسلامیوں کے منجّم کہاں ہیں

''علم اور علماء کی فضیلت''

اسلام نے تحصیل علم اور اشاعت علم کو مسلمان قوم کا مقصد حیات بنا دیا ہے اور اسکی فضیلت اور علماء کے مقام کو بھی متعین فرما دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ

''جو لوگ خدا کے گھر میں جمع ہو کر قرآن کی تعلیم پر یاد خدا میں مشغول ہوتے ہیں تو رحمت الٰہی کے فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور ان پر انوارِ خداوندی نازل ہونے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقرب ملائکہ میں ان کا تذکرہ فرماتا ہے۔ تلاش علم کی راہ میں چلنے والوں کے لئے جنت کی راہیں کھول دی جاتی ہیں۔''

زر بن جیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرخ چادر سے ٹیک لگائے مسجد میں تشریف فرما تھے۔ قبیلہ مراد کا ایک شخص صفوان بن عالی حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں علم کی تلاش میں حاضر ہوا ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''مرحبا اے طالب علم! فرشتے طالب علم کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں۔ ان کی تعداد اتنی ہوتی ہے کہ نچلے سے لے کر آخری آسمان تک رحمت کے فرشتے بھر جاتے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

''وہ جنہیں خدا نے علم بخشا وہ لوگوں کو بے دریغ تقسیم کر دیتے ہیں اور دنیاوی طور پر کچھ حاصل نہیں کیا تو ایسے علماء دین کے لئے آسمان کے فرشتے، زمین کے مویشی، فضاء کے پرندے، پانی کی مچھلیاں اور کراماً کاتبین تک اللہ کے حضور دعا کرتے ہیں۔''

حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سولہ سال کی عمر میں صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا کہ

''جو شخص دین الٰہی میں تفقہ حاصل کرتا ہے خدا اسے فکر معاش سے اس طرح سبکدوش کر دیتا ہے کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آتا۔''

العلم فیہ حیاۃ للقلوب	دلوں کے لئے علم اسطرح زندگی
کما تحیا البلاد اذما المطر	بخشتا ہے جس طرح مینہ مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔

والعلم یجلوا العمی عن قلب صاحبه　　علم دل سے جہالت بے بصری کو
کما یجلی سواد الظلمة القمر　　اس طرح زائل کر دیتا ہے جس
طرح چاند سخت تاریکی کو زائل کر
دیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول کتنا مشہور ہے کہ

رضینا قسمت الجبار فینا
لنا العلم وللجهال مال
فان المال یفنی عنقریب
فان العلم باقی لا یزال

ہم اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم کا نور بخشا اور جاہلوں کو مال دیا۔ علم مال سے بہتر ہے کیونکہ مال خرچ کرنے سے جلدی ختم ہو جاتا ہے مگر علم والے ہمیشہ زندہ ہیں۔ علم والوں کے جسم تو مٹ سکتے ہیں مگر ان کے کارنامے تا ابد زندہ رہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب لڑکوں کو پڑھتے ہوئے دیکھتے تو فرماتے۔

''شاباش! تم حکمت کے سرچشمے ہو تاریکی میں روشنی ہو۔ تمہارے کپڑے پھٹے پرانے ہیں مگر دامن و دل تروتازہ ہیں۔ تم علم کے مکتبوں میں قید ہو مگر تم قوم کے مہکنے والے پھولوں کی حیات بخش خوشبو ہو۔''

حضرت عبدالرزاق راوی ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک عربی سے کہتے ہوئے سنا کہ

''اے قوم عرب! علم حاصل کرو ورنہ مجھے ڈر ہے کہ علم تم سے نکل کر غیروں میں چلا جائے گا اور تم ذلیل و خوار ہو کر رہ جاؤ گے۔ علم حاصل کرو کیونکہ علم دنیا میں بھی عزت اور آخرت میں بھی عزت ہے۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

''علم حاصل کرو''

''اللہ کی رضا کیلئے''

کیونکہ

علم کی تعلیم ــــــــــ خشیت ہے۔

علم کی طلب ــــــــــ عبادت ہے۔

علم کا مزاکرہ ــــــــــ تسبیح ہے۔

علم کی تلاش ــــــــــ جہاد ہے۔

جاہلوں کو علم سکھانا ــــــــــ صدقہ ہے۔

مستحقین میں علم پھیلانا ــــــــــ تقرب ہے۔

علم حرام و حلال میں تمیز سکھاتا ہے۔

علم جنت کے راستوں کو روشن کرتا ہے۔

تنہائی کا مونس ہے۔ سفر میں رفیق راہ ہے۔ حکومت میں ندیم ہے۔ راحت و مصیبت کا ساتھی ہے۔ دشمنان کے مقابلے کا ہتھیار ہے۔

دوستوں کی مجلس کی زینت ہے۔ علم کی بدولت اللہ تعالیٰ اتنا مرتبہ بلند کر دیتا ہے کہ لوگ صدیوں تک اس کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ عالم کی میراث کو نمونہ بنا دیا جاتا ہے۔ فرشتے ان کی خدمت پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اپنے پر بچھاتے ہیں اور ان کی مغفرت چاہتے ہیں۔ کیڑے مکوڑے خشکی کے درندے چرندے ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔ جہالت کی موت میں علم زندگی دیتا ہے۔ تاریکی میں آنکھوں کو روشنی پہنچاتا ہے۔ علم میں غور وفکر روزے کے برابر ہے۔ علم کی مشغولیت قیام فی الصلوٰۃ کے ہم پلہ ہے۔ علم سے رشتے استوار ہوتے ہیں علم عمل کا راہنما ہے، عمل علم کا پیروکار ہے۔ خوش نصیب علم سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور بد بخت علم سے محروم رہتے ہیں۔

تحصیل علم کی اہمیت:

علم کے حصول کے لئے اسلام نے بہت زور دیا ہے کہ جنگ بدر کے وہ قیدی جو فدیہ دینے سے عاجز تھے مسلمان بچوں کو پڑھانے لکھانے کے صلے میں آزادی کی دولت سے بہرہ مند ہوئے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیل علم کے لئے امت کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ حضرت ابو امام باہلی سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

’’جو لڑکا طالب علم اور عبادت میں نشو ونما پاتا ہے اور جوان ہوتا ہے اور اسی طرح زندگی بسر کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے ستر صدیقوں کا

ثواب ملتا ہے۔"

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بچوں اور بھتیجوں کو فرمایا کرتے تھے۔

"آج علم سیکھ لو کل تم جوان ہو گئے تو قوم کو اس علم کی سخت ضرورت ہو گی۔"

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچوں سے فرمایا کرتے تھے۔

"آج آؤ علم سیکھ لو عنقریب تم قوم کے بڑے لوگوں میں شمار ہونے والے ہو۔ میں جب چھوٹا تھا تو مجھے کوئی خاطر میں نہ لاتا تھا لیکن بچپن کی تعلم کا یہ اثر ہوا کہ بڑا ہوا تو ایک ہجوم میرا احترام کرنے کو دوڑتا ہے اور فتوی حاصل کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر شرمناک بات کیا ہو سکتی ہے کہ کسی آدمی سے دین کی بات پوچھی جائے تو وہ بغلیں جھانکنے لگے۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلمکے وصال کے وقت میں کمسن تھا۔ میں نے اپنے ایک انصاری دوست کو کہا کہ چلو ان لا تعداد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے جو موجود ہیں علم حاصل کریں جو کہ کام آئے گا۔ انصاری لڑکا کہنے لگا کہ اتنے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہوتے ہوئے ہم کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ چلا گیا مگر میں تحصیل علم کے لئے نکل گیا۔ بعض اوقات مجھے معلوم ہوتا کہ فلاں صحابی

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک حدیث ہے تو میں دوپہر کو اس کے گھر جاتا تو وہ گھر میں قیلولہ (دوپہر کا سونا) کر رہے ہوتے تو میں دروازے کے سامنے گرم پتھر پر سر رکھ گرم ہوا میں پڑا ان کا انتظار کرتا رہتا تھا۔ جب وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لاتے تو مجھے سراپا انتظار دیکھ کر فرماتے کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو میں کہتا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے تو وہ فرماتے کہ آپ نے یہ تکلیف کیوں کی آپ کسی کو بھیج دیتے میں خود حاضر ہو جاتا۔ میں عرض کرتا کہ اس کام کے لئے مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ پھر ایک زمانہ آیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رحلت فرما گئے تو لوگ میرے علم سے فائدہ اٹھانے کے لئے جمع ہو جاتے تو میرا یہ انصاری دوست یہ شان و شوکت دیکھ کر حسرت سے کہتا اے ابن عباس! تیرا اندازہ بالکل درست تھا۔

ان حضرات کے ذوق تحصیل علم کی ایک جھلک یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا علی بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عشاء کی نماز کے بعد مسجد سے نکلا دروازے پر حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث کا ذکر چھیڑا تو اسی طرح مسجد کے دروازے پر کھڑے کھڑے صبح کی آذان ہو گئی۔

حضرت ابو عبید بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار اپنے تلامذہ سے فرمایا کہ میں نے چالیس برس اپنی کتاب ''غریب الحدیث'' کی

تصنیف میں صرف کیے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شاگرد مزنی نے پچاس برس تک ایک کتاب ''کتاب الرسالۃ'' کا مطالعہ کیا۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ میں نے ہر بار پڑھا اور ہر بار نئے نئے فوائد حاصل ہوئے۔

طلب صادق اور تحصیل علم کی ایسی ہزاروں نادر مثالیں ہماری کتابوں کے صفحات کی زینت ہیں۔

حضرت یحییٰ ناقل ''موطا'' مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس میں حاضر تھے کہ شور برپا ہوا کہ کہ ہاتھی آیا (غالباً مدینہ منورہ میں پہلی مرتبہ ہاتھی جیسا جانور آیا ہوگا) جو عربوں کے لئے عجوبہ روزگار تھا۔ سارے لوگ درس چھوڑ کر بازار چلے گئے مگر امام یحییٰ بیٹھے رہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

''یحییٰ! تمہارے اندلس میں ہاتھی نہیں ہوتا تم بھی دیکھ آؤ۔''

آپ نے عرض کیا کہ

''حضور! میں ہاتھی دیکھنے نہیں آیا بلکہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا علم سیکھنے آیا ہوں۔''

به نسبت دیده مجنوں ز خویش و بیگانه
چه آشنا نگهے بود چشم لیلیٰ را

یہ ذوق تھا جس نے ہمارے اسلاف کو اوج ثریا تک پہنچا دیا۔

حضرت سیدنا امام شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے علمی تجسس اور ذوق مطالعہ کا اندازہ خود ان کے فرمودہ حالات سے لگایئے۔ فرماتے ہیں کہ

''مجھے بچپن سے یہ معلوم نہیں کہ کھیل کود کیا ہے اور خواب و راحت کس چیز کا نام ہے۔

شب خواب چہ و سکون کدام است

خود خواب بعاشقاں حرام است

شوق تحصیل علم میں کبھی وقت پر کھانا نہیں کھایا۔ کبھی سیر ہو کر نہ سویا۔ موسم سرما کی یخ بستہ ہوائیں اور موسم گرما کی تیز دھوپ تحصیل علم کی راہ میں کبھی حائل نہ ہوتیں۔ بعض اوقات پڑھتے پڑھتے آدھی رات ڈھل جاتی تو والد کی آواز آتی بیٹا! کیا کر رہے ہو تو میں لیٹ کر جواب دیتا کہ سونے لگا ہوں اور پھر اُٹھ کر پڑھنا شروع کر دیتا۔ بسا اوقات چراغ کی لو سے میری پگڑی اور پیشانی کے بال جل جاتے تھے اور مجھے اس وقت پتہ چلتا تھا جب گرمی میرے دماغ کو محسوس ہوتی۔

طلب علم میں سفر:

تحصیل علم کے لئے سفر کو جو اہمیت حاصل ہے شاید ہی کسی چیز کو ہو۔ اسلام نے علم کی تحصیل کے لئے صرف نصیحت ہی نہیں کی بلکہ سفر کو لازم قرار دیا ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث اس

سلسلہ میں مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ

اطلبو العلم و لو کان با لصِّین علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔

ایک شخص مدینہ منورہ سے چل کر حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں دمشق جا پہنچا۔ ایک حدیث کی تعلیم لی۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے سوال کیا؟ کیا آپ تجارت یا کسی دوسرے کام سے دمشق آئے ہیں۔ تو اس نے عرض کیا کہ میں صرف اس ایک حدیث کے لئے اتنا طویل سفر کر کے آیا ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں مبارک ہو۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص تلاش علم کے لئے سفر کرتا ہے فرشتے اس کے راستے میں اپنے پر بچھا دیتے ہیں، جنت کی راہیں کھول دی جاتی ہیں اور اس کے لئے آسمان اور زمین کی ساری مخلوق مغفرت مانگتی ہے۔ عالم عابد پر ویسی ہی فوقیت رکھتا ہے جس طرح بدر منیر تمام ستاروں پر رکھتا ہے۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء نے درہم و دینار نہیں چھوڑے بلکہ صرف علم چھوڑا ہے جس کی تلاش میں عالم سفر کرتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ سے صرف اسی لئے شام کا سفر کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہاں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن انیس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سنی تھی۔ میں ایک ماہ کی مسافت طے کر کے ان کے ہاں پہنچا۔ دروازے پر اونٹ بٹھایا اور گھر میں خبر دی اور خادم کو کہا کہ جابر بن عبداللہ آپ کی چوکھٹ پر کھڑا ہے۔ خادم نے لوٹ کر دریافت کیا میرے آقا پوچھتے ہیں کہ کیا آپ جابر بن عبداللہ انصاری (صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں تو میں نے کہا کہ کہ ہاں! یہ سنتے ہی حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے باہر تشریف لائے۔ معانقہ کیا اور طلب حدیث پر سفر کرنے کے لئے خوشخبری دی۔ پھر انہوں نے وہ طویل حدیث مجھ سے بیان فرمائی جو کہ انہوں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ سے مصر کا طویل ترین سفر صرف اس لئے کیا کہ حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث سنیں۔ وہاں پہنچے تو کہنے لگے میں مدینہ منورہ سے مصر صرف اس حدیث کو سننے کے لئے آیا ہوں جو کہ آپ کے بغیر کسی نے نہ سنی تھی۔ حدیث سنتے ہی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ پر سوار ہوئے اور مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

حصول علم کے لئے اکابر کی ان لازوال قربانیوں کے واقعات نے مسلمانوں کو تحصیل علوم کے لئے سفر کرنے پر آمادہ کیا اور وہ علم کو اپنا کھویا ہوا مال سمجھ کر دور دراز کے ممالک میں جا پہنچے اور علم و دانش سے گوہر مراد سے دامن بھر کر لوٹتے رہے۔ مسلمان سیاحوں کے کارنامے تاریخ کے صفحات میں درخشاں نظر آتے ہیں۔

طلب علم میں مشکلات:

طالب علم کو جن مشکلات سے واسطہ پڑتا ہے وہ احاطہ تحریر میں نہیں آ سکتیں مگر علم کی لگن والے ان مشکلات اور ریاضت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں مگر گوہر مراد سے دامن بھرنے سے باز نہیں آتے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحصیل علم کے سلسلے میں اپنی مشکلات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''میں ایک یتیم بچہ تھا۔ ماں نے مکتب بھیجا۔ گھر میں کھانے کے لئے بقدر ضرورت ہی تھا۔ ختم قرآن کے بعد مسجد میں علماء کے حلقہ میں بیٹھتا اور کوئی حدیث یا مسئلہ سنتا تو یاد کر لیتا۔ غربت کی وجہ سے کاغذ خریدنے سے قاصر تھا۔ مجبوراً چکنی ہڈیاں تلاش کرتا۔ صاف کر کے ان پر کچھ لکھ لیتا۔ جب یہ ہڈیاں تحریر سے بھر جاتیں تو نئی ہڈیوں کی تلاش میں نکل پڑتا۔ اس طرح لکھی ہوئی ہڈیوں کو گھر کے ایک کونے میں محفوظ کر لیتا تھا۔ ایک عرصہ تک یوں ہی میری تعلیم چلتی رہی۔ اتفاقاً ایک دفعہ یمن کا گورنر مکہ مکرمہ آیا۔ بعض رؤسا نے میری ملازمت کی سفارش کی۔ وہ راضی ہو گیا مگر میرے پاس کوئی ایسا لباس موجود نہ تھا کہ چند روز کے لئے پہن کر ملازمت پر ٹھہر سکتا۔ تاہم گورنر کے قافلے کے ساتھ چل پڑا۔

والدہ کے پاس ایک چادر تھی جو کہ گروی رکھ کر مجھے معمولی سے کپڑے بنا دیئے۔ یمن کے گورنر نے مجھے ایک کام سونپا جو میں نے بڑی

احتیاط کے ساتھ کر دیا۔ لوگوں نے میری بڑی تعریف کی اور مجھے ترقی ملی۔ اسی طرح میری محنت اور تگ و دو مجھے ترقی کے زینے تک لے گئی اور اس طرح میری شہرت سارے عرب میں پھیل گئی۔‘‘

کسی نے بزرمہر سے پوچھا کہ آپ کے عالم ہونے کی وجہ کیا ہے۔ تو بتایا کہ کوے کی طرح علی الصبح اٹھنا اور گدھے کی طرح ریاضت کرنا۔

چیونٹی کی طرح حریص بن کر تحصیل علم کرتے رہنا۔ بعض علماء کا یہ قول بھی سنا گیا ہے کہ طالب علم شہد کی مکھی کی طرح ہے کہ وہ مختلف پھولوں سے رس چوس چوس کر جمع کرتی ہے اور بعد ازاں یہی رس لذیذ شہد بن کر شفا کا روپ دھار لیتا ہے۔ ایسے ہی ایک طالب علم مختلف اساتذہ سے علم کا رس چوستا رہتا ہے اور اسے اپنے سینے میں جمع کرتا رہتا ہے اور بعد ازاں یہی علم کا شفا پورے زمانے کو سیراب کرتا ہے۔

یہی وہ اشارے تھے جن سے علمی فضیلت اور تحصیل علم کی ترغیب ملتی ہے۔ ان اشاروں سے اسلاف نے علم کی بے بہا دولت کو سمیٹا اور پھر پوری دنیا کو بانٹا۔

علم اور طالب علم کے مدارج:

ابو ہارون عبدی رحمتہ اللہ علیہ کہتے تھے کہ طالب علمی کے زمانے میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو

فرماتے تھے۔

''خوش آمدید! سنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب دنیا تمہارے لئے مسخر کر دی جائے گی۔ تمہارے پاس کمزور عمر لڑکے آئیں گے جو کہ علم کے پیاسے ہوں گے۔ تفقہ فی الدین کے خواہشمند ہوں گے۔ وہ تم سے علم حاصل کرنا چاہیں گے۔ وہ آئیں تو انہیں تعلیم دینا۔ مہربانی سے پیش آنا۔ آؤ بھگت کرنا اور حدیث بتانا۔''

حضرت سیّدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی عالم کے پاس پہنچو تو پہلے عالم کو پھر دوسروں کو سلام کرو۔ عالم کے روبرو مودب ہو کر بیٹھو۔ ہاتھوں سے اشارے نہ کرو۔ آنکھیں نہ پھراؤ۔ توجیہات پیش کرنے سے گریز کرو۔ تکرار سے احتراز کرو۔ سوالوں سے پریشان نہ ہو کیونکہ تو اس نخل کی طرح ہے جو خوشوں سے لدا پڑا ہے اور اپنے شیریں پھل کو برابر ٹپکاتا رہتا ہے۔ عالم کے لئے ضروری ہے کہ باوقار ہو سنجیدہ ہو اور ادھر اُدھر نہ دیکھے۔ شوروغل نہ کرے۔ کھیل کود نہ کرے۔ خشک رو نہ ہو اور نہ بادہ گوئی کرنے والا ہو۔

علم کے فوائد جلیلہ:

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنی ذات کے لئے علم سیکھتا ہے تو اس کا علم کم رہے گا اور جو دوسروں کی راہنمائی کے لئے علم سیکھتا ہے اس کا علم زیادہ ہو جائے گا کیونکہ آدمی کی اپنی

ضرورتیں کم ہوتی ہیں اور دوسروں کی زیادہ ہوتی ہیں۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

''خود علم سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ۔ لوگوں سے تواضع سے پیش آؤ اور متکبر نہ بنو۔ بدمزاجی تمہارے علم کا مزاج چھوڑ دے گی۔''

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

''طالب علم وہی ہے جس میں سنجیدگی، بردباری، خوف خدا اور اسلاف کی پیروی ہو۔''

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

''علم کے بغیر عمل گمراہی ہے۔ علم کے بغیر عمل نقصان دہ ہے۔ تمہیں چاہئے کہ علم اس طرح حاصل کرو کہ عبادت میں خلل نہ پڑے اور عبادت میں اس طرح مشغول رہو کہ علم سے منہ نہ موڑ لو۔''

علم اور عبادت الٰہی:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا ہی اچھا تحفہ ہے۔ اور کیا ہی عمدہ سوغات ہے۔ علم و حکمت کا ایک بول جسے تم نے سنا اور یاد کر لیا اور جب مسلمان بھائی سے ملے تو اسے بھی سکھا دیا۔ ایک ایسا عمل سال بھر کی عبادت کے برابر ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک پوری رات علمی مذاکرہ میں گزار دینا عبادت میں کھڑے رہنے سے ہزار درجے بہتر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں رات میں تھوڑا سا وقت دین میں تفقہ حاصل کروں تو مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ شام سے صبح تک عبادت میں مصروف رہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث پاک بھی مروی ہے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اس طرح دین اسلام کا ستون علم ہے۔ تفقہ فی الدین سے بہتر ہے خدا کی عبادت کسی اور طریقے سے نہیں کی گئی۔ شیطان پر ایک عالم ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔''

ازولی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جہاد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا آؤ تمہیں جہاد سے اہم کام بتاؤں۔ مسجد بنا کر علم دین کی تدریس میں مشغول ہو جاؤ۔

موت کے بعد علم کے فوائد:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''موت انسان کے تمام اعمال منقطع کر دیتی ہے لیکن تین چیزیں مرنے کے بعد بھی جاری رہتی ہیں۔

صدقہ جاریہ، فیضِ رسال علم، نیک اولاد جو کہ مرنے والے کے

لئے دعا کرتی ہیں۔"

علماء اسلام کا مقام:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ کیا تم جانتے ہو کہ سب سے افضل انسان کون ہے؟ سب سے افضل وہ ہے جس کا عمل سب سے افضل ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ سب سے بڑا عالم وہ ہے کہ وہ اس وقت حق کی بات کرے جب دنیا شک میں پڑ جائے۔

ایک اور حدیث میں بتایا کہ افضل ترین عالم دین وہ ہے جو معرفت الٰہی کا عالم ہو اور عرفان الٰہی کی روشنی سے معمور ہو۔

حضرت لقمان علیہ السلام کا مقولہ مشہور ہے کہ سب سے مالدار وہ ہے جو سب سے زیادہ عالم ہو اور جو دوسروں کو اپنے علم سے حصہ بخشتا ہو۔

حضرت ابو قلابہ فرمایا کرتے تھے کہ

"علماء تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے علم سے زندگی حاصل کی مگر دنیا کو ان سے زندگی نہ ملی۔ ایک وہ ہیں جن کے علم سے دوسروں نے زندگی پائی مگر خود بے جان رہے اور تیسرے وہ ہیں جو اپنے علم سے خود بھی زندہ رہے اور دوسروں کو بھی زندگی بخشتے رہے۔"

اشاعت علم:

مسلمانوں نے جہاں تحصیل علم کے لئے دشت وصحرا چھان مارے تھے وہاں اشاعت علم میں بھی بخیل نہ تھے۔ اپنے بیگانے، گورے، کالے، مقیم و مسافر ان کے خزانے سے علم کے موتی اٹھاتے اور مختلف ممالک کو لے جاتے تھے، حتیٰ کہ اسلامی ممالک کی وسعت کے ساتھ ساتھ علماء اسلام نے خود دور دراز کا سفر کیا اور لوگوں میں علم کا نور بانٹا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو کہ حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔

''خدا اسے سرخرو کر دے جس نے ہم سے کوئی بات سنی یاد رکھی اور اسے دوسروں تک پہنچایا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ

''جو شخص علم حاصل کرتا ہے مگر اشاعت نہیں کرتا وہ ایسا ہی ہے کہ جو کہ خزانہ حاصل کر کے خرچ نہیں کرتا۔

آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے۔ سب سے زیادہ سخی اللہ تعالیٰ ہے۔ انسانوں میں مجھے سخی بنایا گیا ہے۔ مگر میرے بعد سب سے زیادہ سخی وہ ہے جو علم دین سیکھ کر دوسروں تک پہنچاتا ہے۔''

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام علماء سے علم کی اشاعت کے بارے میں اس طرح سوال ہو گا جس

طرح انبیاء کرام علیہم السلام سے تبلیغ رسالت کے متعلق سوال ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور حکومت میں ایک فرمان جاری کیا تھا۔

''کہ فقہا اور علماء کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی مجالس اور مساجد میں علم کی اشاعت کریں۔''

یہ تھا وہ پروگرام جو مدینہ پاک کی درگاہ نے اپنے شاگردوں کے سامنے رکھا۔ اسی پروگرام پر چل کر علماء ربانی نے کائنات کے گوشہ گوشہ میں علم کی اشاعت کی۔ ایشیاء، افریقہ، عرب و عجم کے شہروں کو علمی درس گاہوں سے معمور کیا۔ لوگوں کے سینوں کو علم سے منور کیا۔ اندلس کی اسلامی یونیورسٹیاں افریقہ اور یورپ میں علم پھیلاتی رہیں۔ مصر کی درسگاہیں مشرق وسطیٰ میں اشاعت علم کرتی رہیں۔

بغداد اور بخارا کے مدارس سارے ایشیاء اور روس کو علمی دولتوں سے مالا مال کرتے رہے۔ تعلیم کے فیضان سے خواص و عوام کو یکساں بہرہ اندوز ہونے کا موقع ملتا۔ ایک وزیر کا بیٹا ایک غریب موچی کے بیٹے کے پہلو میں بیٹھ کر علوم وفنون سے جھولی بھرتا۔ ایک ایک دارالعلوم میں ہزاروں طلباء بیک وقت پڑھتے۔ اساتذہ کو تنخواہیں اور نادار طلباء کو وظائف ملا کرتے۔ اس وقت کے اسلامی مدارس کا شمار حد و حساب سے باہر ہے اور علم کی اشاعت کے ادارے ہر شہر اور ہر قصبے میں کام کر رہے تھے۔ یہ اسلام کی علمی اشاعت کے زندہ نشان ہیں۔

نظامیہ   نوریہ   مستنصریہ

نفیسیہ   بقیہ   اور   صاحبیّہ

رواحیہ   عزتیہ   اور   قاہریہ

عزیزیہ   زبیبیہ   اور   ناصریہ

یہ کالج تھے مرکز سب آفاقیوں کے

حجازی و کردی و قبچاقیوں کے

علمی مذاکرات:

بحث و تکرار اور علمی مذاکرات تحصیل علم کے لئے ضروری سمجھے گئے۔ ان مذاکرات کی اہمیت ہر دور اور ہر زمانے میں محسوس کی گئی۔

اسلامی ماہرین تعلیم نے اس پر عمل کیا اور اس فن کو وسعت دی کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

''جہالت کا علاج سوال ہے''

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار عورتوں کی تعریف کیا کرتی تھیں کہ جو مسائل پوچھنے میں کسی شرم و حجاب کو حائل نہیں ہونے دیا کرتی تھیں۔

خلیل بن احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ صرف ثواب کے لئے نہیں بلکہ اس خیال سے بھی لوگوں کو تعلیم دو کہ تمہارا علم تازہ رہے۔ کثرت سوال سے اکتاؤ نہیں کیونکہ اس طرح تم پر علم کے نئے نئے

دروازے کھل جائیں گے۔

حضرت اصمعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اتنا کس طرح سیکھا تو انہوں نے جواب دیا کہ مسلسل سوال اور ایک ایک لفظ پر غور کرنے سے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

''میں جن باتوں کے سوالوں سے شرماتا رہا بڑھاپے میں اپنے آپ کو اس سے جاہل پایا۔''

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

''جو علم میں شرماتا ہے اس کا علم حقیر ہو کر رہ جاتا ہے۔''

یہ احادیث اور بزرگان دین کے اقوال آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ طالب علموں کے لئے یہ اقوال مشعلِ راہ کا کام دیں گے۔ ان ماہرین تعلیم نے اپنے تجربات کی روشنی میں ان رضاع کو ہماری راہنمائی کے لئے بیان کیا تھا۔ یہی وہ راہیں تھیں جن پر چل کر ہمارے اسلاف علم و فضل کے روشن مینار کہلائے۔ ذوق طلب علم اور تجسس نے انہیں اونٹ کی ساربانی اور بکریوں کی گلہ بانی سے اٹھا کر دنیا کا معلم بنا دیا تھا۔

علم کی عام بخشش:

مسلمانوں نے علم کو عام کرنے کے لئے بڑا عمدہ نظام قائم کیا۔ انہوں نے علم کو عوام الناس میں عام کرنے کے لئے بڑے اہتمام کیئے اور

اسے کسی خاص طبقے یا ملک کیلئے محدود نہیں رہنے دیا۔ اس بات کا اعلان کیا کہ علم سیکھو اور اور علم سیکھاؤ اور اس میں کسی بھی قسم کا کوئی امتیاز نہ برقرار رکھو۔

حضرت خالد بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہے کوئی جو مجھ سے کچھ دریافت کرے اور خود نفع حاصل کرے اور دوسروں تک پہنچائے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ اگر یہ طالب علم میرے پاس آنا چھوڑ دیں تو میں خود ان کے پاس جا کر علم کے نور کو پہنچاؤں گا۔

حضرت موسیٰ بن عبیدہ خاقانی کے یہ شعر کتنے عمدہ ہیں۔

علم العلم من اتاک العلم	جو کوئی آئے اسے اپنے علم میں
و اعنتنم ما جئت منه الدعاء	حصہ دو اور زندگی بھر کے لئے اس سے دعا لو۔
ولیکن عندک الفقیر اذا ما	لیکن امیر طالب علم اور غریب
طالب العلم و الغنی سواء	طالب علم دونوں تمہاری نگاہ میں برابر ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ کو نصیحت کی کہ علماء کی مجلس میں خود بولنے کی بجائے سیکھنے کی کوشش کرو۔

حُسنِ سکوت کے ساتھ ساتھ حُسنِ سماعت کا بھی مظاہرہ کرو اور کسی

بات کو کاٹنے کی عادت نہ ڈالو۔

امام سبقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ

"اہل علم کی ہم نشینی کرو جو تمہاری اچھائیوں کا اعتراف کریں گے اور برائیوں سے درگزر کریں گے غلطی کو معاف کریں گے اور بے عقلی کی بات پر علم کی بات سمجھائیں گے اور شہادت کا موقع آئے گا تو فائدہ پہنچائیں گے۔"

خلیل بن احمد کا یہ شعر کتنا عمدہ ہے۔

اعمل لعلمی و ان قصرت فی عملی
ینفعک علمی ولا یضررک تقصیری

میرے علم پر عمل کرو چاہے میں اپنے علم پر عمل کرنے میں کوتاہی کروں۔ میرے علم تمہیں فائدہ پہنچائے گا اور میری کوتاہی تمہیں کچھ نقصان نہ دے گی۔

نااہل افراد کو تعلیم دینے کے نقصانات:

علم نے جہاں عالی دماغ انسانوں کو ذرہ سے آفتاب بنایا ہے وہ نااہل اور ناقص دماغ لوگوں کے لئے وبال جان بن گیا ہے۔ اسی لئے علماء دین نے ناقدر شناسی علم پر بڑا تاسف کیا ہے۔

حضرت شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن ناقدر شناس لوگوں میں کھڑا حدیث سنا رہا تھا کہ حضرت اعمش قریب سے

گزرے اور فرمایا شعبہ خنزیروں کے گلے میں موتی کیوں لٹکا رہے ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کتنا عمدہ ہے۔

''حکمت کو اہل علم سے نہ روکو اور نا اہل کے سامنے پیش نہ کرو۔ ایک مہربان طبیب کی طرح علم کا استعمال کرو جو دوا وہاں استعمال کرتا ہے جہاں مفید ہو۔''

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

انثر درا بین سالمة النعم	کیا میں چوپاؤں میں موتی
ام انضہ نظھا لمھلمة الغنم	بکھیروں اور جانوروں کیلئے بھار گوندھنے لگوں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔ کہ علم کی بھی قیمت ہوتی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ علم کی کیا قیمت ہوتی ہے تو جواب دیا کہ علم کی قیمت یہ ہے کہ علم ایسے آدمی کے سپرد کیا جائے جو اس کی حفاظت کر سکے اور اسے ضائع نہ کرے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سُوروں کے آگے موتی نہ ڈالو۔ جسے طلب نہیں اسے حکمت نہ دو۔ حکمت موتی سے زیادہ قیمتی ہے اور جسے حکمت کی قدر نہیں ہے وہ سُور سے بدتر ہے۔

بعض اوقات طالب علم اپنے استاد یا بڑے عالم دین سے رعب اور شرم کی وجہ سے سوال کرنے سے رک جاتا ہے تو یہ بات بھی علم کی تباہی

کا باعث بنتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کے موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میں دو سال سے ایک حدیث کے بارے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رعب آڑے آ جاتا ہے۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایسے نہ کیا کرو اور جو پوچھنا چاہتے ہو بلا جھجک پوچھ لیا کرو اس طرح علم رُک جاتا ہے۔

علماء اور حکام:

علماء میں محض رضائے خداوندی اور خدمت دین کا جذبہ کارفرما ہو تو وہ علماء وراثت انبیاء کے تقسیم کار ہیں۔ مگر یہی اشاعت جب جلب منفعت، حصول زر اور رضاء حکام کا ذریعہ بن جائے تو نہ صرف علم کی روح مر جاتی ہے بلکہ اشاعت دین بھی صحیح طور پر رک جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علوم اسلامی کے نائبین نے علماء دین کو حکام اور حکومتوں کی سرپرستی سے دور رہنے کی ہدایت کی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تم پر بادشاہوں کی حکومت ہو گی۔ اچھے بُرے کام کریں گے اور ان کی بُرائیوں پر جو علماء تنقید کریں گے وہ خدا کے حضور بری الذمہ ہوں گے اور جو دل سے بُرا جانیں گے اور خاموش رہیں گے وہ بھی عذاب الٰہی سے بچ جائیں گے مگر جو ان پر راضی ہو جائیں گے اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتے

جائیں گے ان کو اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کر دے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

''میری اُمت کے دو آدمی ٹھیک رہے تو اُمت بھی ٹھیک رہے گی اور وہ دو یہ ہیں۔ حکام اور علماء۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو اُمیہ کے خلیفہ تھے مگر انہوں نے اشاعت دین کے فریضہ کو ایک عالم دین کے طور پر پورا کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں علماء کا اجتماع تھا جو کہ باعث فخر تھے۔ یہ علماء کا ہی کام تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے نادار طلباء کے وظائف مقرر کیے تا کہ وہ فارغ البال ہو کر علم حاصل کریں۔

سلطان شہاب الدین ہندوستان کی تاریخ کا درخشندہ ستارہ حضرت امام فخر الدین رازی کی علمی راہنمائی میں آگے بڑھا۔

مولانا قوینوی رحمتہ اللہ علیہ سلطان روم کے دربار میں نو برس تک قوانین اسلامی کا نفاذ کراتے رہے۔

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے جب امیر المومنین یوسف بن تاشقین کو علم دوست پایا تو افریقہ کا سفر کیا تا کہ دربار میں رہ کر موثر انداز میں خدمت دین کر سکیں۔

امیر تیمور جیسا جابر بادشاہ علامہ تفتازانی رحمتہ اللہ علیہ کا بے حد

احترام کرتا تھا۔

سلاطین عثمانیہ سلطان بیلم کا جاہ و جلال تاریخ کا بہت بڑا باب ہے۔ ایک دفعہ خزانہ میں بدعنوانی کے جرم میں ڈیڑھ سو ملازمین کو قتل کرنے کا فرمان جاری ہوا۔ مولانا علاؤ الدین جمالی مفتی قسطنطنیہ ان ملازمین کے خون ناحق کی حفاظت کیلئے دربار میں جا پہنچے۔ بالآخر مولانا کی تقریر کے سامنے بادشاہ کو ہمت ہارنی پڑی اور معافی کا اعلان کرنا پڑا۔

ان علماء دین نے دربار سے وابستہ رہ کر اپنے مقام، احترام اور عظمت کا لوہا بھی منوایا اور بادشاہوں کی اصلاح کیلئے بڑے حسن تدبر سے کام لیا۔ وہ شاہی درباروں میں تکمیل خواہشات کیلئے نہیں بلکہ غلبہ دین مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور معاشرے کی بہبود کیلئے کام کرتے رہے۔

علمائے کرام میں مناظرانہ مباحث:

حضرات علمائے کرام کا ایک طبقہ مناظرانہ انداز سے گفتگو کرتا اور بحث و تکرار کو بڑا محبوب مشغلہ تصور کرتا ہے۔ یہ انداز اپنے مخالف فریق کو زیر کرنے کیلئے اختیار کیا جاتا ہے۔ بسا اوقات مناظرین نے دین اسلام کے مخالف حضرات کو اپنے مناظرانہ انداز تخاطب سے بری طرح شکست دے دی اور اسلام کی عظمت کا لوہا منوایا ہے لیکن اگر اس کے ساتھ اسلامی طرز تعلیم اور اشاعت دین کو سامنے رکھا جائے تو مناظرانہ انداز کو پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھا گیا۔ قرآن مجید میں جا بجا مناظرہ اور جدال سے منع کیا

گیا ہے اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں بحث کرنا کفر قرار دیا ہے اور قرآن مجید کی آیات کو اپنی نزاعی اور تاویلی بحث کا نشانہ بنانے کو معیوب قرار دیا ہے۔

یحیٰی بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

''جو شخص اپنے دین کو بحثوں کا نشانہ بنا لیتا ہے تو اس کا اپنا اعتماد بھی متزلزل ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس قوم کے افراد کو بحث و جدال میں سرگرم کر دیتا ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ صفین پر تبصرہ کرنے کو کہا گیا تو فرمایا کہ صفین کے خون سے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ رنگین نہیں ہونے دیئے اب میں اس کے ذکر سے اپنی زبان کو کیوں رنگین کروں۔

حضرت حاویہ بن عمر کہتے ہیں کہ بحث و مناظرہ سے احتراز کرو کیونکہ اس سے علمی قوت ضائع ہو جاتی ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ کے علماء کرام وہی گفتگو کیا کرتے تھے جس کے نتیجہ میں عمل کی تلقین وہ لفظی نزاع اور قیل و قال سے اجتناب کیا کرتے تھے۔ پھر زمانے میں صحیح الخیال فقہا اور علماء کا یہی مسلک رہا ہے کہ وہ مناظرانہ انداز کی بجائے مصالحانہ

گفتگو سے تبلیغ دین فرمایا کرتے تھے۔ معتزلہ کی وبائے مناظرہ کو فروغ دیا۔

حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مناظرے سے پرانی دوستیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ محبت کی گرہیں کھل جاتی ہیں۔ بغض و عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ مباحثے میں پھر فریق دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے اور فریق مخالف کو شکست دینے کیلئے ہر طرح کا زور صرف کر دیتا ہے اور ممکن ہے کہ دوران کلام زبان سے ایسے الفاظ نکل جائیں کہ ایمان کی عمارت ہی منہدم ہو جائے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ان مباحث کی حوصلہ افزائی بھی کی گئی ہے جو تقسیم قرآن اور تبلیغ اسلام کیلئے کی جاتی رہیں مگر ان مباحث میں مناظرانہ اور مجادلانہ بحث کو کبھی پسند نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدائے اسلام میں یہودیوں سے کامیاب مناظرہ کیا جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے احترام و مقام کو واضح کیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوارج کے ساتھ ایک کامل بحث کی جس سے اکثر معاندین تائب ہوئے۔

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موصل میں خارجیوں سے تاریخی مناظرہ کیا جس کے نتیجے میں ہزاروں خارجی تائب ہو گئے۔

علمائے کرام کی راست گوئی:

جس پاک گروہ کو ہم نے مدارس دینیہ میں سرگرم طالب علم دیکھا اور مساجد کی پرانی چٹائیوں پر علم و فضل حاصل کرتے ہوئے دیکھا وہ جب مکتب و مدرسہ سے باہر آئے تو انہوں نے اپنے عزم و استقلال سے اسلامی معاشرے پر بڑے گہرے اثرات مرتب کیے۔ اسلامی مکتب کی یہ کرامت تھی کہ یہ بوریا نشین جب دنیا کے جابر اور سفاک آمروں کے دربار میں لائے گئے تو حق گوئی کے فریضہ کو پورا کرنے کیلئے انہوں نے کبھی کوتاہی نہیں کی اور ہر بلا و مصیبت کا سامنا کیا۔ قید و بند تو عام چیز ہے انہوں نے دارورسن پہ کھڑے ہو کے حق گوئی کا فریضہ سرانجام دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجاج جیسے جابر کو خطبہ پڑھتے سنا تو غضب آلود ہو کر فرمایا کہ

''خدا کا دشمن خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے گھر کو اجاڑ رہا ہے اور اللہ کے بندوں کو قتل کر رہا ہے۔''

یہ سن کر حجاج بن یوسف نے حکم دیا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر آلود خنجر سے ہلاک کیا جائے۔ اسی سفاک حاکم حجاج کے سامنے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس راست گوئی کا مظاہرہ کیا وہ علماء حق کی تاریخ کا درخشاں باب ہے۔

منصور عباسی کے زمانہ حکومت میں جب طلاق المکرہ کا فتنہ رونما ہوا تو امام دارالھجرۃ حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

میدان عمل میں آئے۔ عین اسی وقت جب شاہی فرمان کے مطابق مشکیں اس زور سے کس دی گئیں کہ ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا اور ستر کوڑوں کی ضربیں ان کے جسم پر پڑ رہی تھیں تو اسی اونٹ کی پیٹھ پر کھڑے ہو گئے جس پر تذلیل و تشہیر کے لئے سوار کر دیا گیا تھا اور پکار کر کہا۔

من عرفنی فقد عرفنی و من لم	یعنی جو مجھ کو جانتا ہے سو جانتا ہے
یعرفنی فانا مالک بن انس	اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ
اقول ان الطلاق المکرہ لیس	طلاق مکرہ کوئی چیز نہیں ہے۔
بشی ء	

سبحان اللہ یہ وہی مقام عزیمت کبریٰ تھا اور یہی ہیبت ربانی اور جلالت روحانی تھی جس کو دیکھ کر حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ بھی بے اختیار پکار اٹھے تھے۔

من ھو المھاب و لیس زا سلطان

تیسری صدی کے اوائل میں جب فتنہ خلق قرآن اٹھ کھڑا ہوا تو مامون و معتصم کے سامنے کلمہ حق کہنے کیلئے جس شخصیت نے اپنا تن من دھن قربان کیا تاریخ اسے سید المجد دین امام المصلحین حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ مامون و معتصم کے جبر و قہر، بشر حریسی اور قاضی ابن ابی داؤد جیسے جابر و معتزلہ کے تسلط و حکومت نے علماء کیلئے دو ہی راستے رکھے تھے یا اصحاب بدعت کے آگے سر جھکا دیں یا پھر قید و بند اور کوڑے۔ بہتوں کے قدم تو پہلے ہی لڑکھڑا گئے اور بہتوں

نے پہلے استقامت دکھائی پھر رخصت کے راستے ڈھونڈ لئے۔ کوئی اس وقت کہتا تھا۔

لیس هذا زمان حدیث انما هو زمان بکاء تضرع و دعا کدعا الغرق.

اور کوئی کہتا تھا

القطو السانکم عا جلوا قلبکم و خذوا ما تعر فوا ودعوا ما تنکروا.

تو کسی نے کہہ دیا۔

هذا زمان السکوت و ملازمة البیوت.

آہ! مگر کون تھا۔ عین رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ میں بھوکے پیاسے جلتی دھوپ میں بٹھا دیئے گئے۔ پیٹھ پر لگاتار کوڑے برسائے گئے کہ جب ایک جلاد تھک جاتا تو اس کی جگہ تازہ دم جلاد آ جاتا تھا مگر تازیانے کی ہر ضرب پر جو صدا زبان سے نکلتی تھی وہ جزع فزع اور شوروفغاں کی نہ تھی بلکہ وہی تھے جس کے لئے سب کچھ ہو رہا تھا یعنی

القرآن کلام الله غیر مخلوق قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی مخلوق نہیں۔

جب معتصم ہر طرح عاجز آ کر قاضی ابو داؤد وغیرہ علماء بدعت و اعتزال سے کہتا کہ ناظروہ و کلموہ اور وہ اپنے اوہام وظنون باطلہ کو پیش کرتے تو امام فرماتے۔

ما ادری ما ھذا. اعطونی شیاء من کتاب اللہ ومن سنۃ رسولہ حتیٰ اقول.

میں نہیں جانتا کہ یہ اوہام کیا ہیں اور اس تمام کائنات میں میرے سر کو جھکانے کی دو چیزیں ہیں ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اس کے سوا میرے لیے نہ کوئی دلیل ہے اور نہ ہی علم۔

ما قصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

یہی وہ شان جلالت ہے کہ جس نے ان کو تمام آئمہ و مجددین کی صفوف میں وہ نمایاں مقام دیا کہ ان کی محبت و پیروی اہل حق و اہل سنت ہونے کی دلیل ٹھہری اور بڑے بڑے علماء نے کہا۔

اذا رایت الرجل یحب احمد بن حنبل ما علم الصاحب السنۃ.

جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ احمد بن حنبل سے محبت رکھتا ہے جان جاؤ کہ وہ صاحب سنت ہے۔

افسوس کہ یہ موقع تفصیل کا نہیں ورنہ تاریخ ان حضرات کے کارناموں سے بھرپور ہے۔

وہ تھوکتے نہیں تخت سکندری پہ
بستر لگا ہو آقا جن کا تیری گلی میں

علماء کرام اور کتب بینی:

اسلام نے جہاں اشاعت علم کے لئے مختلف راہیں کھولی ہیں وہاں اہل علم میں کتب بینی اور مطالعہ کا ذوق بھی بھر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے کتب بینی اور مطالعہ کو ہمیشہ ہر چیز پر مقدم جانا ہے۔ اسلاف میں سے ہم چند واقعات بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جن سے آپ اندازہ لگا سکیں کہ کتب بینی علماء کرام کے لئے کتنا محبوب مشغلہ رہا ہے۔

حضرت ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن تعلب نے کیا خوب اشعار کہے جن کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔

''ہم بادشاہوں کی صحبت اختیار کریں تو غرور اور تکبر سے پیش آئیں گے اور اگر تاجروں کے پاس بیٹھیں گے تو وہ دولت کی باتوں سے دل کو غریب کریں گے اور روپے کے انبار گننے کی باتیں کریں گے۔ کیوں نہ ہم کتب بینی سے حقائق علم سے دل و دماغ کو بھرپور کرلیں۔''

محمد بن بشیر کے اشعار کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔

''کتابیں کتنی اچھی ہم نشین ہیں جن سے بُرائی کا کوئی خدشہ نہیں ہے بدکلامی کا خطرہ نہیں۔ اسلاف ہمارے لئے علم و حکمت کے خزانے چھوڑ گئے ہیں جن سے ہم دل و دماغ کے دامن کو بھرتے ہیں۔ اگر تم آثار محکم کو طلب کرتے ہو تو اس سے احادیث کی کتابیں بھری پاؤ گے۔''

عرب کے جاہل شاعروں کے تخیلات چاہتے ہو تو ادب کی کتابیں

بھری پڑی ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے یہ کتابیں لکھی ہیں وہ ہمارے لئے علم و ادب کا خزانہ چھوڑ گئے ہیں۔ عجم کے حالات و آداب کی ضرورت ہو تو صفحات بھرے پڑے ہیں۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ

''میری زندگی کے چالیس سال اسی حالت میں گزرے ہیں کہ سوتے جاگتے کتاب میرے سینے پر ہوتی تھی۔''

یہ تھے وہ ہمارے اسلاف جنہوں نے کتب بینی کو اختیار کیا اور آنے والی نسلوں میں کتاب بینی کی اہمیت کے نقوش منقسم کئے۔ علماء اسلام نے کتب بینی سے چار دانگ عالم میں اپنی علمی وجاہت کو منوایا۔

موضوع کی طوالت کے خوف سے ہم ان تفصیلات سے معذرت کرتے ہیں جو علماء کرام کے ذوق مطالعہ کی ترجمان ہیں۔

علماء کرام اپنے معاصرین کے سامنے:

ماضی میں علماء کرام نے ہمیشہ اپنے ہم عصر علماء کا احترام کیا ہے اور ان کے کمالات کا اعتراف کر کے داد تحسین بھی پیش کی ہے۔

ابو حازم کہتے ہیں کہ اگلے زمانے میں علماء کی یہ حالت تھی کہ ایک عالم دین اپنے سے بڑے عالم دین کو دیکھتا تو بہت خوش ہوتا۔ برابر والے کو ملتا تو علمی مذاکرہ شروع کر دیتا اور اگر ادنیٰ سے سامنا ہوتا تو غرور و تکبر سے نہیں بلکہ شفقت سے پیش آتا تھا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عمر میں تیرہ برس بڑے اور طبقے میں بھی عالی ہیں مگر جب ان سے ملتے تو اس ادب سے ملتے کہ جیسے چھوٹے بڑوں سے ملتے ہیں۔ اللہ اکبر۔

امام شبقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے جنگی معرکوں کا بیان کر رہے تھے کہ اتفاقاً حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر اسی راستہ سے ہوا۔ امام ممدوح کا بیان سن کر فرمایا کہ جس قوم کا یہ ذکر کر رہے ہیں میں نے ان کو دیکھا ہے مگر مغازی (جنگ کے واقعات) مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک شاگرد زید بن اسلم کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ لوگوں نے اس پر تعجب ظاہر کیا تو فرمایا کہ جس کی صحبت میں دین کا نفع ہوتا ہے اس کے پاس ہی انسان بیٹھتا ہے۔

لیجئے! ایک دفعہ کا ذکر سنیے۔ مدینہ طیبہ میں امام زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ایک مکان میں لے گئے اور وہاں دونوں نے ایک دوسرے کے علم کو جانچا۔ جب عصر کے وقت دونوں امام زمانہ باہر آئے تو زہری کو کہتے سنا کہ ربیعہ کا مثل پورے مدینہ منورہ میں نہیں اور ربیعہ فرما رہے تھے کہ زہری کے رتبے کو کوئی نہیں پہنچتا۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ابو داؤد کے پاس تشریف لے گئے۔ امام صاحب نے ان کو اھلاً وسہلاً کہا اور تعظیم سے بٹھایا۔ جب وہ بیٹھ گئے تو فرمایا کہ کہو کیسے آنا ہوا؟ حضرت سہل بن عبداللہ نے کہا کہ میں ایک ضروری کام سے حاضر ہوا ہوں۔ مگر جب تک یہ وعدہ نہ ہو جائے کہ حتی الامکان میری درخواست منظور ہو گی میں نہ کہوں گا۔ امام ابو داؤد نے منظور فرمائی تو انہوں نے کہا جس زبان سے آپ نے احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہیں اس کو نکالیے میں اس کو چومنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ امام ابو داؤد نے اپنی زبان نکالی اور حضرت سہل نے چوم لی۔

اعتراف کمال علم و فضل:

ان علماء کرام نے ہمیشہ دوسرے علماء کے کمال علم و فضل کے اعتراف میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ وہ اپنے ہم عصر علماء سے خواہ وہ عمر میں چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، تولیت میں ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ، مالی اعتبار سے امیر ہوں یا غریب، ہمیشہ مستفید ہوتے اور اپنے احباب کو ان کے علم و فضل سے سیراب ہونے کا مشورہ دیتے۔ وہ حق پسندی کے جوہر سے مذین تھے۔ وہ برہنہ شمشیر کے سامنے بھی حق پسندی کو ترک نہ کرتے۔ وہ اپنے نفس کو عجز و انکساری سے سزا دیتے تھے مگر اعتراف کمال سے نہ رکتے تھے۔ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے اور اگر ہم عصر علماء کی رائے ان سے بہتر ہوتی تو ان کے ممنون ہوتے اور اپنی رائے سے رجوع کر لیتے۔ فقہ کی

کتابیں ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہیں کہ امت کے پیشوا اماموں نے کئی مسئلوں میں اپنی رائے ظاہر کی اور عقیدت کی مدد سے وہ مشرق و مغرب میں پہنچ گئی اور ایک عالم میں اس پر عمل ہونے لگا۔ پھر جب ان کو اپنی غلطی پر خبر ہوئی تو انہوں نے اپنی رائے کو علی الاعلان چھوڑ دیا۔

اس کی مثالیں ابھی پیش کی جائیں گی کہ بڑے بڑے جلیل القدر اماموں نے شاگردوں کے شاگردوں کو انتہائی وسیع النظر فی سے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ایسے ہی پاک نفس بندے تھے جو کسی فن یا علم میں نادر روزگار حیثیت رکھتے تھے مگر جب ان کے سامنے کوئی ایسا سوال پیش کیا جاتا جس کا جواب انہیں نہ معلوم ہوتا تو کسی پس و پیش کے جواب دیتے کہ میں نہیں جانتا۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ جن کی رائے پر کروڑوں آدمیوں نے اپنے دین اور دنیا کو چھوڑ دیا۔ اپنی عقل اور رائے کی نسبت فرماتے ہیں کہ

کلما ادنی الدھر
ارانی نقص عقلی
و ازما اذروت علما
ذ ادنی علمی بجھلی

یہ باتیں کہنے کو تھوڑی ہیں مگر کرنے کو بہت بڑی ہیں۔ امام اوزاعی شام کے مقتدا ایک روز امام فترازی کو خط لکھوا رہے تھے۔ کاتب کو فرمایا کہ اول ان کا نام لکھنا واللہ وہ مجھ سے بہتر ہیں۔

لوگوں کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ امام الائمہ امام الاعظم رحمتہ اللہ علیہ جن کو آئمہ امت نے امام الاعظم کا لقب دیا ہے عمر بھر ایک حجام کو داد تحسین پیش کرتے رہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ

''ایام حج میں میں نے ایک حجام سے حجامت کا قصد کیا تو اس نے مجھے دوران حجامت بے مثال فقہی مسائل سنائے تو میں نے حیرت سے اس سے پوچھا کہ یہ باتیں تمہیں کس نے بتائیں ہیں تو اس نے بتایا کہ میں نے حضرت عطا رضی رحمتہ اللہ علیہ کو ایسے کرتے دیکھا ہے۔''

''اسماء رجال'' علم حدیث کا وہ شعبہ ہے جس میں راویان حدیث کی شخصیت کو پرکھا جاتا ہے۔ ایک عالم محمد رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس نے یحییٰ بن معین کا یہ قول سنا تھا کہ ہم راویاں حدیث پر جرح کر رہے ہیں حالانکہ ممکن ہے وہی لوگ دوسو برس سے جنت میں آسودہ ہوں۔

ایک دفعہ میں ابن ابی حاتم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا جو اسماء رجال کا درس دے رہے تھے۔ میں نے یہی قول ان کو سنایا تو ان پر اس مقولے کا یہ اثر ہوا کہ رونے لگے، ہاتھوں میں رعشہ آ گیا اور کتاب ہاتھ سے چھوٹ پڑی اور زاروقطار روتے تھے اور بار بار مجھ سے اس روایت کو کہلواتے تھے۔

ایک روز مولانا شمس الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ شیخ ابن الوفا رحمتہ اللہ علیہ مولانا خسرو رحمتہ اللہ علیہ کے پاس تو جاتے ہیں مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کا قصد نہیں کرتے۔ تو مولانا نے جواب

دیا کہ مولانا خسرو عالم باعمل ہیں اس لئے قابل زیارت ہیں میں نے اگرچہ علم پڑھا ہے مگر سلاطین کی صحبت میں بیٹھتا ہوں اس واسطے قابل زیارت ہی نہیں رہا۔

جو اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
کہ صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

علماء کا کسبِ معاش:

لوگوں نے موجودہ دور میں ہر طبقہ کی معاشرت اور معاشی حالات کا بغور جائزہ لینا شروع کیا ہے اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس ضمن میں چند سطور حوالہ قلم کی جائیں اور ہم اپنے اسلاف اہل علم کی معاشرتی اور معاشی زندگی کو سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ آج کا تہذیب یافتہ پڑھا لکھا طبقہ علماء کرام کو اپنے لئے معاشی طور پر بوجھ خیال کرتا ہے اور وہ اس غلط فہمی کا شکار ہے کہ علماء کا طبقہ صرف عبادات و نماز و روزہ پر ہی اپنی زندگی وقف کر دیتا ہے۔ اسے معاشرتی زندگی میں حصہ نہیں ملتا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے جید علماء کرام نے نہ صرف تجارت، صنعت اور سائنس کو فروغ دے کر معاشی زندگی کو آسان بنایا تھا بلکہ وہ پورے معاشرے میں اقتصادی ترقی کے مسائل کو حل کرنے میں رہے۔

تجارت مسلمانوں کا مقدس پیشہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشے کو پسند فرمایا ہے اور اس پر عمل کر کے دنیا کے سامنے تجارتی

دیانت کے اصول رکھ۔ یہی حال صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا تھا۔ قرآن نے ان کی تجارتی زندگی کو بار بار سراہا ہے۔ ہم ان علماء کرام کے مختصر نام درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں جنہوں نے علم دین کی اشاعت اور تبلیغ اسلام کی اہم ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ کسب معاش کیلئے کام بھی کیا۔

امام یونس، ابن عبید، داؤد بن ابی ھندامہ، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ریشمی کپڑے کے ممتاز تاجر تھے۔ حسن ربیع کوفی (امام بخاری کے استاد) بوریے کے بڑے تاجر تھے اور اسی وجہ سے انہیں بواری کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔

ھشام (عراق) عرب سے کپڑا لا کر فروخت کرتے۔ حافظ الحدیث ابن روحیہ جڑی بوٹیوں کی تجارت کرتے تھے۔ محمد بن سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑوں کے تاجر تھے۔ امام ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ تانبے کی تجارت کرتے تھے۔ ابوالفضل مھندس دمشقی گھڑی ساز کا کام کرتے تھے۔ ابن طاہر کاتب تھے۔ ایسے ہی اگر تفصیل سے کام لیا جائے

تو اک سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کے لئے

علم اور علماء کا خاتمہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر بڑا اظہار ملال فرمایا ہے کہ کائنات ارضی سے علم اور علماء کا خاتمہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی اکثر احادیث میں ان خدشات کا اظہار کیا گیا ہے جن میں علماء کے اٹھ جانے پر اظہار افسوس ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ہے۔علم آدمیوں سے چھینا نہیں جائے گا لیکن علماء کے مٹنے سے مٹ جاتا ہے۔ علماء کے خاتمے پر لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا اور سردار ماننا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ علم کے بغیر فتویٰ دیتے ہیں۔ اپنی رائے سے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ علم کو اس سے ختم ہونے سے پہلے حاصل کرو۔علم کا ختم ہونا علماء کی موت ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو علم کیسے اٹھ جائے گا۔علم کا اُٹھ جانا اہل علم کی موت ہے۔ میں تم کو بتا دوں کہ پہلے خشوع (تقویٰ) ختم ہو جائے گا۔ لوگ خشوع یعنی تقویٰ سے خالی ہو جائینگے (پھر علم بھی جاتا رہے گا)۔

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عالم کی موت سے اسلام میں ایک ایسا شگاف پڑ جاتا ہے جسکو گردش لیل و نہار بھی پُر نہیں کر سکتی۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ قیامت کے برپا ہونے اور مخلوق کے برباد ہونے کی علامت کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ علماء کا اُٹھ جانا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر فرمایا۔ جس نے علم کا اٹھنا نہ دیکھا ہو وہ آج دیکھ لے۔ پھر فرمایا کہ عالم مرتے جائینگے اور ان کے ساتھ ہی حق کے نشان بھی مٹتے جائینگے اور یہاں تک کہ جب عالم اُٹھ جائیں گے اور جاہل چھا جائیں گے تو لوگ جہالت کو ہی علم سمجھ کر اس پر یقین و عمل کرنا شروع کر دیں گے۔ اس طرح گمراہی کا نزول مکمل ہو جائے گا۔

حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسرت سے فرمایا کرتے تھے کہ

''میں دیکھ رہا ہوں کہ علماء دین اٹھتے جا رہے ہیں۔ جہلا علم کی مسندوں پر قابض ہو رہے ہیں۔ لوگو! علم حاصل کرو اس سے پہلے کہ اس کو اٹھا لیا جائے۔ علم کا مٹ جانا اہل علم کا اٹھ جانا ہے۔ تم اس چیز کے پیچھے پڑے ہو جو تمہیں بہر حال ملنا ہی ہے (رزق)۔ مگر تم اس چیز کی تحصیل سے غافل ہو جس کا حاصل کرنا تمہارے لئے واجب ہے یعنی علم۔ میں تمہارے شریروں کو اسی طرح جانتا ہوں جس طرح ایک سلوتری اپنے گھوڑوں کو پہچانتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز سے منہ موڑ لیتے ہیں اور قرآن کریم کان بند کر کے سنتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگلے چلے جائینگے اور باقی ماندہ علم نہ سیکھیں گے۔ اگر عالم سیکھیں گے تو علم پھیلے گا اور اگر جاہل علم استعمال کریں گے تو علم کو اپنے لئے ہموار پائیں گے۔ یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ تمہارے وجود علم سے خالی اور کھانوں سے لبریز ہوتے جا رہے ہیں۔''

ان احادیث اور روایات کے اجالوں سے جب ہم اپنے موجودہ

معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو دل بیٹھ جاتا ہے۔ علماء، معلم اور طلباء نے اپنے لئے کون سا مقام متعین کیا ہے۔ ہمارا علمی کارواں کس شان و شوکت سے روانہ ہوا تھا اور کس جاہ و جلال سے کائنات کا سفر کیا اور کن اندھیروں میں آ کر رک گیا۔ علم سے تہی دامنی کا یہ عالم ہے کہ چراغ رُخِ زیبا لیکر بھی ڈھونڈنے سے علم اور علماء نظر نہیں آتے۔

وائے ناکامی! کہ متاعِ کارواں جاتا رہا
کاروان کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اسلامی کتب خانے:

اب آخر میں مجھے اسلامی کتب خانوں کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے تاکہ قارئین یہ جان جائیں کہ ہمارے کاروان علم و فضل کی کتب دوستی کا معیار کتنا بلند تھا۔

خلیفہ ہارون الرشید نے علمی وسعت کیلئے ہزاروں کتب خانے قائم کیے۔ سینکڑوں اونٹ کتابوں سے لدے ہوئے بغداد میں داخل ہوئے اور انہوں نے بغداد کے کتب خانوں کو مالا مال کر دیا اور اس طرح ان کتب کی تعداد کے متعلق اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف قاہرہ کے کتب خانے فاطمیہ میں ایک لاکھ کتابیں نہایت پاکیزہ خط اور مزین جلدوں میں محفوظ تھیں اور ان کی تحریر میں شنگرف اور مرجان کی روشنائیاں استعمال میں لائی گئی تھیں۔

اگر آپ علوم و فنون کے اعتبار سے اندازہ لگانا چاہیں تو اس کتب خانہ میں چھ ہزار پانچ صد نسخے صرف علم ہیت کے موجود تھے۔

اندلس کے خاص کتب خانوں میں کتابوں کی تعداد چھ لاکھ سے متجاوز تھی۔ صرف ان کی فہرست چالیس جلدوں پر مشتمل تھی۔ اس شاہی کتب خانے کے علاوہ کئی مزید کتب خانے ایسے تھے جہاں ہر شخص اطمینان کے ساتھ جی بھر کر بغیر کسی معاوضے کے مطالعہ کر سکتا تھا۔ ان لوگوں کی علم دوستی کا اندازہ اس بات سے لگا لیں کہ جب سلطان بخارا نے ایک اندلسی طبیب کو طلب کیا تو اس نے یہ کہہ کر اس کی کتب کو لے جانے کیلئے چار سو اونٹ درکار ہیں جانے سے انکار کر دیا۔

ان کتب خانوں کے حسنِ انتظام نے مسلمانوں کی علم دوستی کو شہرت دوام بخشی۔ ہر کتب خانے میں ایک مترجم ہوتا تھا جو دیگر زبانوں کی مفید کتابوں کا مقامی زبان میں ترجمہ کر کے پیش کرتا تھا تا کہ افادہ عام کے قابل ہو سکیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، اصول سیاست، فلسفہ، سیر اور سوانح عمریاں غرض کہ ہر صنف میں کتابیں لکھی جاتی تھیں۔

ان میں استعمال ہونے والا کاغذ خصوصیت کے ساتھ ان اجزاء سے تیار کیا جاتا تھا کہ جو صدیوں پائیدار رہ سکے۔ رنگا رنگ روشنائیاں تیار کی جاتی تھیں جن کی آب و تاب صدیوں موجود رہتی۔ ہر نقش و نگار و مطلیٰ و مذھب جلدیں کتاب کی دیدہ زیبی اور حفاظت کی امین بن جاتیں۔

دنیائے اسلام کی علم دوستی نے علوم و فنون کی اس روشنی کو

چار دانگ عالم میں پھیلایا اور سارے زمانے کو علم کے نور سے منور کر دیا۔

گذارش احوال واقعی:

آج اس سیاہ دور کی سنگینی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ علماء کرام کی حیثیت کو معاشرتی زندگی سے ہٹا کر قوم کے سامنے انہیں حقیر بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور تاریخی ادب کے اعتبار سے ان کے حالات کو نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ اگرچہ اہل زمانہ کسی حد تک اپنی اس مذموم کوشش میں کامیاب بھی ہوئے مگر ان علماء کرام نے عظمت اسلام کے پرچم کو بلند رکھا اور ہمیشہ روشنی کا مینار بن کر اپنا نور پھیلاتے رہے۔ ان کا یہی کردار اس تذکرے کی نگارش کا سبب بنا۔

استاذ الاساتذہ، بحر العلوم حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ اسی آسمان علم و حکمت کے درخشندہ ستارے اور اسی قافلہ عشق و مستی کے ایک عظیم فرد تھے۔ یہ تذکرہ ان کی زندگی کے تمام تر پہلوؤں پر مشتمل نہیں بلکہ ان کی شخصیت کے متعلق میری جمع کردہ معلومات کا مجموعہ ہے۔ میں نے حضرت استاد گرامی کی زندگی کے متعلق جو مواد جمع کیا ہے وہ تمام تر ثقہ راویوں اور مستند ماخذات سے لیا ہے۔

ظن و تخمین سے کام لینے کی بجائے کوشش کی گئی ہے کہ جو بات لکھی جائے وہ خوب چھان پھٹک کے بعد لکھی جائے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی ایسی خلاف واقعہ بات لکھ دی گئی ہو تو راقم الحروف کو ضرور مطلع

کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جا سکے۔

اس ضمن میں یہ مشکل درپیش تھی کہ جن حضرات کو ہمہ وقت حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کی سنگت نصیب رہی ان میں سے اکثر اس دنیا میں نہیں رہے۔ چند حضرات جو ابھی بقید حیات ہیں وہ عمر وصحت نیز دینی تبلیغی تدریسی مصروفیات کی بنا پر میری توقع کے مطابق تعاون نہ فرما سکے۔ البتہ صاحبزدگان اور کچھ دیگر مہربانوں کے تعاون سے جو کچھ دریافت ہو سکا وہ غنیمت جان کر پیش کر رہا ہوں۔

یہاں یہ بات بطور خاص یاد رکھنی چاہئے کہ بندہ کو اپنی کمسنی اور کم مائیگی کی بنیاد پر حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ سے بہت کم علمی استفادہ کا موقع ملا۔ ہے لہٰذا جو کچھ لکھا گیا وہ مشاہداتی کم اور تاثراتی زیادہ ہے۔

دعا ہے کہ رب قدیر جلِ جلالہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول فرمائے۔ دنیا میں بلند درجات کا سبب اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین وصلی علیٰ محمد وآلہ و آصحابہِ اجمعین.

صاحبزادہ محمد امجد فاروق کیلانی ابن استاذ العلماء مولانا محمد عبداللطیف نقشبندی رحمہ اللہ علیہ

خطیب جامع مسجد محلہ چاہ ترھنگ، گجرات شہر۔

053-3000172 , 0306-6295328

دار العظمت نزد کامرس کالج مسجد، محلہ رحمت پورہ، گجرات۔

باب نمبر۱

حالات

استاذ الاساتذہ۔ بحرالعلوم

حضرت علامہ مولانا

محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ

ولادت:

استاذ الاساتذہ بحر العلوم حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ ۱۹۲۰ء کو موضع ''بلو'' نزد کولو تارڑ تحصیل وضلع حافظ آباد میں ''سیال'' خاندان کے ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔[نمبر۱]

آباؤ اجداد:

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام میاں محمد عالم المعروف میاں صاحب تھا جو کہ موضع بلو میں ہی امام مسجد تھے۔ ضرورت کے مسائل جانتے تھے نیز درس نظامی کی ابتدائی کتب پڑھے ہوئے تھے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دادا کا نام میاں الٰہی بخش تھا جبکہ پردادا کا نام غلام حسن ولد غلام قادر تھا۔ مولانا غلام حسن مستند عالم دین تھے۔ ان کی کتب کے قلمی نسخے آج بھی موجود ہیں۔

بچپن اور عادات و اطوار:

حضرت استاذ الاساتذہ بچپن سے ہی صوفیانہ مزاج اور سنجیدہ طبیعت رکھتے تھے۔ اوائل عمر میں جبکہ ان کے ہم عمر بچے دن بھر گلیوں میں گھومتے پھرتے اور کھیلنے میں مشغول رہتے تھے مگر آپ ان سے تنہا رہ کر انہیں دیکھتے رہتے [illegible] مشغول رہتے تھے۔ یہی حال ان کی عادات [illegible] سے کے قریب نہ پھٹکتے بلکہ صلح جو

۱۔ ماہنامہ اہلسنت مارچ ۲۰۰۰

طبیعت کے مالک تھے۔

ابتدائی تعلیم:

ابتدائی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی۔ بعدازاں ۱۹۳۰ء میں گورنمنٹ مڈل سکول کولوتارڑ میں پہلی جماعت میں داخل ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں پرائمری کا امتحان دیا اور پوری جماعت میں اول رہے اور وظیفہ کے حقدار ٹھہرے۔ ۱۹۳۸ء میں مڈل کا امتحان بھی امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور وظیفہ بھی حاصل کیا۔ نیز یہ بھی حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ دوران تعلیم ایک بھی چھٹی ریکارڈ میں درج نہ تھی۔ آپ کے برادر اصغر مولانا بشیر احمد صاحب مدظلہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔

اہل دیہہ کا اصرار تھا کہ میاں صاحب اپنے بچوں کو پٹواری بنائیں یا کسی دوسری سرکاری ملازمت میں لگوائیں مگر آپ کے والد گرامی (جو کہ امام الاولیاء حضرت میاں شیر محمد شرقپوری آستانہ عالیہ شرقپور شریف اور سراج السالکین حضرت پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب حضرت کیلیانوالہ شریف سے فیض یافتہ تھے) نے یہ فیصلہ کیا کہ میں اپنے بچوں کو عالم دین بناؤں گا۔ چنانچہ وہ دونوں بھائیوں کو لے کر حضرت کیلیانوالہ شریف حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ "ان بچوں کو دینی تعلیم دینے کا خیال ہے جس جگہ مناسب ہو بھیج دیں۔"

چنانچہ اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے دونوں بچوں کو حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس مانگٹ شریف بھیج دیا۔

مانگٹ شریف:

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے مانگٹ شریف میں قرآن مجید ناظرہ پڑھا اور فارسی کی ابتدائی تعلیم کی کتب پڑھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد برادر اصغر مولانا بشیر احمد صاحب مدظلہ مانگٹ شریف سے میلوکھنہ چلے گئے جبکہ حضرت استاذ الاساتذہ تقریباً ایک سال زیرِ تعلیم رہنے کے بعد سالانہ چھٹیوں میں واپس آ گئے اور اپنے ماموں حضرت مولانا محمد عالم رحمتہ اللہ علیہ کے پاس موضع سُوئیانوالہ میں پڑھنے لگے۔

سوئیانوالہ:

استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ماموں اور معروف صوفی منش عالم دین حضرت مولانا محمد عالم صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ سے صَرف کی کتاب قانونچہ کھیوالی اور نحو میر پڑھیں۔

قبلہ شاہ صاحب سے تعارف:

اس دوران جامع المعقول والمنقول حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی قرآن کریم کے حفظ کرنے کے بعد مانگٹ شریف میں حضرت علامہ مولانا محمد سعید صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مکتب میں داخل ہو چکے تھے اور اکثر جمعتہ المبارک اپنے استاد گرامی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت کیلیانوالہ شریف میں ہی پڑھنے لگے۔ جبکہ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ بھی اپنے ماموں اور استاد گرامی کے ہمراہ ہر جمعہ

حضرت کیلیانوالہ شریف میں پڑھتے تھے۔ وہیں ان حضرات کی شناسائی ہوئی جو بعد ازاں باہمی دوستی اور رفاقت کا روپ دھار گئی۔

جب دونوں حضرات صَرف کی ابتدائی کتب مکمل کر چکے تو قبلہ شاہ صاحب مانگٹ شریف سے ڈنگہ چلے گئے اور حضرت مولانا محمد دین صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے نحو میر پڑھنے لگے۔ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے والد گرامی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے مل کر اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی سرکار رحمتہ اللہ علیہ سے مشورہ کیا تو اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی شریف رحمتہ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ

''تم بھی ڈنگہ چلے جاؤ اور قبلہ شاہ صاحب سے مل کر پڑھو۔''

واقعان حال کا یہ کہنا ہے کہ اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی نے حضرت مولانا محمد نواز صاحب کا ہاتھ پکڑ کر قبلہ شاہ صاحب کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ اب یہ ساتھ چھوٹنا نہیں چاہیے۔

یہیں سے ان حضرات کی باہمی رفاقت اور دوستی کا آغاز ہوا جو کہ تازیست جاری رہا۔ ڈنگہ میں ان حضرات نے صرف آٹھ روز قیام کیا اور نحو میر کے اسباق پڑھے۔ [نمبر ۱]

ڈِنگہ میں قیام:

ڈنگہ میں قیام کے دوران چند ایسے واقعات پیش آئے کہ ان حضرات کو اپنا تعلیمی سفر مزید جاری رکھنا پڑا۔ ان دونوں واقعات کو حضرت

۱۔ ''گوہر نور'' مولانا ظہور احمد جلالی۔

استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی سنیے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ڈنگہ میں قیام کے دوران ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ وہاں کے حفظ کے مدرس حافظ لال دین صاحب ہمارے ہم مجلس ہو گئے اور ہمارے ساتھ حضرت کیلیانوالہ شریف حاضر بھی ہوئے۔ واپس پہنچے تو وہاں مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری احراری اور مولوی اللہ داد اور مولوی نذر شاہ دیوبندی آف پٹیالہ ساہی نزد منگووال گجرات بیٹھے تھے۔ مولوی اللہ داد نے حافظ صاحب سے پوچھا کہ آپ کہاں گئے تھے۔ انہوں نے صاف صاف بتا دیا کہ حضرت کیلیانوالہ شریف حاضر ہوا تھا۔ مولوی اللہ داد نے کہا کہ اس لئے ہی چہرے پر نور آ گیا ہے۔ ان کے یہ الفاظ حقیقت پر مبنی تھے کیونکہ آپ کی خدمت میں حاضری کا یہ اثر نمایاں ہوتا تھا کہ تازگی ایمان کی وجہ سے چہرے کی رونق بڑھ جایا کرتی تھی۔ مگر حافظ صاحب نے یہ سمجھا کہ مذاق کر رہا ہے اس لئے ان کی آپس میں تلخ کلامی ہو گئی نیز انہی دِنوں دوران سبق مولوی نذر شاہ دیوبندی نے کہا کہ

بریلوی تو بس چُوری کھانے والے مجنوں ہیں۔ خون دینے والے مجنوں تو ہم دیوبندی ہیں۔ ہمارے مولانا عطاءاللہ شاہ بخاری صاحب جیل میں جاتے ہیں ان کا کون جیل میں جاتا ہے۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ چُوری کھانے والے مجنوں تم دیوبندی ہو کہ جب چندہ ختم ہو جاتا ہے اور گھر میں کچھ نہیں رہتا تو جیل میں بھاگنے کی کرتے ہو کہ لوگ ہمیں مظلوم سمجھیں اور چندہ دیں اور ہمارے اہل و عیال کی خیر خواہی کے پیش نظر

ہمارے گھر نذرانے بھیجیں۔ ہاں! جان دینے والے مجنوں تو ہم ہیں (اہل سنت بریلوی) حضرت غازی علم دین شہید ۱۹۲۹ء کا تعلق لاہور اہلسنت بریلوی ہی سے تھا۔ غازی اللہ دتہ کنجاہی کنجاہ گجرات اور غازی مرید حسین صاحب چکوال کا تعلق کن سے تھا۔ سب اہل سنت بریلوی ہی تھے۔

دیوبند کو تو وہ جانتے ہی نہ تھے۔ حضرت میاں غازی احمد دین صاحب دریائے شور میں جلا وطنی کی زندگی گزار رہے ہیں (ان دنوں ابھی پاکستان نہ بنا تھا اور برصغیر پر انگریز قابض تھے)۔ وہ پکے سُنی ہیں اور حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے خاص مرید ہیں۔ اس پر مولوی نذر شاہ بالکل ساکت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

میانہ گوندل میں:

اس کے بعد حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ، قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ، مولانا محمد صدیق صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ میں میانہ گوندل میں آ گئے۔ یہاں اس وقت مولوی مرزا خان (جو کہ دیوبندی تھا تقیہ کر کے تدریس کر رہا تھا) سے شرح مائتہ عامل ترکیب زنجیری سے پڑھی اور عبدالرسول بھی مکمل کی۔

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

مولوی مرزا خان اگرچہ اختلافی مسائل نہیں چھیڑتا تھا مگر در پردہ اپنے خبث باطن کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ اعراس مبارکہ اور میلاد شریف کے

مواقع پر نفرت کا اظہار کرتا تھا اور طلباء کو چھٹی نہیں دیتا تھا۔

ایک موقع پر ہم (حضرت استاذ الاساتذہ اور حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہا) نے شرقپور شریف عرس پر جانے کا ارادہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور ہم اس کے انکار کے باوجود چلے گئے۔ نیز انہی دنوں بھیرہ شریف حضرت غزالی زماں مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کی تقریر تھی۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ بمعہ مولوی غلام رسول آف آدھی والے کولیکر بھیرہ شریف میں تشریف لے گئے۔

ایک دیوبندی طالب علم نے علامہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کی تقریر میں اپنی طرف سے تلبیسات کا اضافہ کر کے مولوی مرزا خان کو سنائی۔ صبح دوران درس مولوی مرزا خان نے اس کا رد کیا تو شاہ صاحب قبلہ نے فرمایا۔ آپ علامہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کی دو گھنٹہ کی تقریر دو گھنٹہ میں ہی سنا دی تو مولوی مرزا خان کو بڑی خفت ہوئی۔ اس نے دیوبندی طالب علم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس بے وقوف نے مجھے اسی طرح ہی بتایا تھا۔

اسی دوران ایک دیوبندی طالب علم نے علامہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کی تقریر کے ایک نکتہ کا مذاق اڑایا کہ انہوں نے کہا ہے کہ خلفائے اربعہ کے ناموں میں عین آتی ہے حالانکہ ابوبکر میں عین نہیں تو مولوی مرزا خان نے اس کو خوب ڈانٹا کہ تم میں بات سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں اور اعتراض علامہ کاظمی پر کرتے ہو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبداللہ ہے۔

اسی طرح ہم وہاں سے بھی واپس آ گئے۔

مراڑیاں شریف:

ان دنوں گجرات شہر کے قریب ہی موضع مراڑیاں شریف میں استاذ الفضلا حضرت علامہ مولانا نیک عالم صاحب بھی خدمت دین متین میں مصروف تھے۔ اس طرح دونوں حضرات مراڑیاں شریف پہنچے اور استاذ الفضلا سے دو ماہ تک علمی استفادہ فرماتے رہے اور ان سے ''ہدایۃ النحو'' اور ''نورالایضاح'' کی کتب پڑھیں۔

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

''حضرت علامہ مولانا نیک عالم صاحب بڑے بزرگ تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے۔ روزانہ سینتیس (۳۷) پارے تلاوت کرتے تھے۔ وہاں طالب علم تھوڑے تھے مگر پڑھائی بڑی اعلیٰ تھی۔''

زمانہ طالب علمی میں اعلیٰ حضرت سرکارِ کیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی نظر کا فیضان

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ خود لکھتے ہیں کہ

''زمانہ طالب علمی میں ایک طالب علم سے مجھے محبت ہو گئی جس کی وجہ سے میں بے قرار رہنے لگا۔ ہر وقت اسی کی طرف خیال رہتا۔ کچھ عرصہ ایسے ہی گزر گیا۔ خیال آیا کہ حضرت سیدی مرشدی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی جائے تاکہ اس موذی مرض سے نجات حاصل ہو۔ چنانچہ بندہ حضرت کیلیانوالہ شریف پہنچا۔ ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے صرف ایک نگاہ ڈالی جس سے وہ سب محبت و عشق وغیرہ بالکل ختم ہو گیا اور بعد میں ساری عمر اس قسم کی کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ حالانکہ بندہ نے عرض بھی نہیں کیا تھا لیکن صرف ایک نظر سے سب کچھ کافور ہو گیا۔'' نمبر۱

استاذ العلماء مولانا سلطان احمد صاحب حاصلانوالہ:

بعد ازاں استاذ العلماء مولانا سلطان احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے حاصلانوالہ میں کافیہ، قدوری، ایسا غوجی، مرقاۃ، شرح تہذیب، کنز الدقائق، شرح جامی، اصول شاشی، ترجمہ قرآن پاک مکمل اور قرطبی کی

۱۔ خودنوشت

کتب پڑھیں۔

حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی کے پاس:

ان دنوں میں گجرات اور اس کے گردونواح میں حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ کے علم و فضل کا بڑا چرچا تھا۔ حضرت قبلہ استاذ الاساتذہ اپنے رفیق سفر حضور قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ مفتی صاحب کے پاس حاضر ہوئے تاکہ وہ بھی دیکھیں کہ قبلہ مفتی صاحب کا انداز تدریس کیا ہے۔ چنانچہ ان حضرات نے ان سے اسمائے عدد، شرح جامی کے چند اسباق پڑھے۔ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ کی سب سے بڑی خوبی میں نے یہ دیکھی ہے کہ وہ کمزور سے کمزور طالب علم کو بھی سبق ذہن نشین کروا دیتے تھے۔''

جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکی شریف کا قیام:

سراج السالکین، برھان الواصلین، حضرت پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر شوال المکرم ۱۳۶۰ ہجری بمطابق ۱۹۴۱ء میں بے سروسامانی کے عالم میں سفیدہ زمین پر (جو کہ حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے رشتہ دار سید سلطان احمد شاہ صاحب نے مسجد و مدرسہ کے لئے وقف کی تھی) ایک کونہ میں مسجد کیلئے چبوترہ اور دو کچے کمروں سے مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ بات یاد رہے کہ استاذ الاساتذہ

رحمتہ اللہ علیہ اور قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ان دنوں ابھی خود طالب علم تھے۔ جب کسی فاضل مدرس کا انتخاب کیا جاتا تو یہ حضرات ان سے بڑی کتب پڑھتے جبکہ ابتدائی کتب پڑھاتے۔ ان اساتذہ میں مولوی محمد دین صاحب فاضل ڈھابیل جو کہ موضع جنڈ تحصیل کھاریاں سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت مولانا عبدالرشید صاحب فاضل جامعہ امینیہ دہلی جن کا تعلق چھنی گہنہ تحصیل کھاریاں سے تھا قابل ذکر ہیں۔

استاذ العلماء حضرت مولانا مہر محمد صاحب کے پاس:

۱۹۴۳ء میں جب جامعہ کیلئے کوئی فاضل مدرس دستیاب نہ ہوا تو یہ حضرات اچھرہ لاہور میں حضرت علامہ مہر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس اچھرہ چلے گئے اور علم و فضل کے موتی سمیٹنے لگے اور ان سے درس نظامی کی منتہی کتب رسالہ قطبیہ، مختصر المعانی، مسلم الثبوت کی دینی کتب پڑھیں۔

بٹالہ شریف (انڈیا) میں:

۱۹۴۴ء میں حضرت استاذ الاساتذہ اور قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہما دیگر علوم و فنون کی تکمیل کے لئے بٹالہ شریف انڈیا جا پہنچے اور مسجد لوہاراں بٹالہ شریف میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے صدرا اور مختصر المعانی کے اسباق شروع کر دیئے۔ ابھی چند دن ہی ہوئے تھے کہ مولانا صاحب نے فرمایا کہ آپ کہیں اور چلے جائیں مجھ سے مطالعہ نہیں ہوتا اور تم بغیر مطالعہ کے چلنے نہیں دیتے۔

ایک مجذوب سے ملاقات:

حضرت قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس یاس کے عالم میں ہم دیر کا اسٹیشن پر پہنچ گئے اور ہمیں پتہ چلا کہ شہر سے دو میل دور گوردا سپور روڈ پر نہر کے کنارے ایک بزرگ تشریف فرما ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمیں اس نیک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے اور ساتھ ہی کوئی تحفہ یا نذرانہ بھی ہونا چاہیئے۔ چنانچہ لوکاٹ لے کر حاضر ہوئے۔

عجیب بزرگ تھے۔ بارہ سال سے ایک ہی شیشم کے درخت کے نیچے رہ رہے تھے۔ ایک کرتا پہن رکھا تھا۔ جب پھٹ جاتا تھا تو اس پر پیوند لگا دیتے تھے۔ کسی سے کوئی تحفہ یا نذرانہ قبول نہ فرماتے تھے۔ صرف ایک مائی صاحبہ کے گھر سے کھانا آتا تھا وہ بھی چوبیس گھنٹوں کے بعد وہ تناول فرماتے۔ بظاہر مجذوب معلوم ہوتے تھے۔ ہم عصر کے وقت حاضر ہوئے۔ تحفہ پیش کیا تو فرمانے لگے کہ آپ خود طالب علم ہیں خود ہی کھا لیں۔ ہم نے دعا کی درخواست کی تو آپ نے انتہائی طویل دعا کی۔ پہلے عربی میں پھر فارسی میں اور پھر اردو میں اور پھر کسی اور زبان میں۔ ہم نے کہا کہ دعا فرمائیں کہ کوئی ماہر استاد مل جائیں تو انہوں نے حضرت کیلیانوالہ شریف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جن کے آپ ہیں وہ آپ کو ضائع نہ ہونے دیں گے۔

امرتسر میں قیام:

حضرت استاذ الاساتذہ اور حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد امرتسر میں آ گئے اور اس بزرگ کی دعا کا اثر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

امرتسر کی مشہور مسجد مسجد خیر دین میں قیام ہوا۔ وہاں سے مسلم الثبوت اور مختصر المعانی پڑھتے۔ پھر ایک میل کے فاصلہ پر علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد مسجد نور میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے پاس رسالہ قطبیہ پڑھتے۔ پھر دو میل کا سفر طے کر کے مولانا جان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کشمیریوں والی مسجد میں جا کر میر زاہد پڑھتے۔ اس طرح ساڑھے چار ماہ کے قیام امرتسر میں کافی کتب منطق پڑھ لی گئیں۔

درس نظامی کی تدریس سے تعلق رکھنے والے طلبا جانتے ہیں کہ مندرجہ بالا منتہی کتب کی تدریس کیلئے سبق کا مطالعہ اور تکرار کتنی اہمیت رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت قبلہ استاذ الاساتذہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''سفر و حضر، دن رات، مطالعہ و تکرار کا سلسلہ جاری رہتا تھا حتیٰ کہ وہ وقت کتنا حسین تھا کہ جب امرتسر کے بازار میں میرے ایک ہاتھ میں کتاب ہوتی تھی اور میرے دائیں کاندھے پر حضور قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ ہوتا تھا۔ دنیا کے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوتے تھے اور ہم چلتے جاتے تھے اور پڑھتے جاتے تھے۔'' [1]

۱۔ ڈاکٹر محمد اشرف آصف

الفضل ما شھد من الاعداء:

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''مولوی محمد حسن دیوبندی (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) ان دنوں تقیہ کرکے سُنی بنا ہوا تھا۔ ہمیں دیکھ کر کہنے لگا کہ

آپ کس کے مرید ہیں۔ ہم نے بتایا کہ جنید زماں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے خلفیہ اکمل حضرت سید محمد نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے ہمارا تعلق ہے۔ اس نے بتایا کہ یہاں بہت دفعہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اگر کسی نے صحیح اللہ کا بندہ دیکھنا ہو تو وہ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھ لے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ انتہائی باکمال شخص تھے۔ مولوی محمد حسن دوران سبق طلباء کو پند و نصائح کرتے وقت کہتا تھا کہ اگر کسی نے طالب علمی سیکھنی ہو تو ان (حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس اختیار کرے۔''

بھکھی شریف واپسی:

۱۹۴۵ء میں جب شعبان المعظم کی چھٹیاں ہوئیں تو یہ حضرات گھر پہنچے اور بھکھی شریف میں ہی ایک فاضل مدرس کا انتظام ہوگیا اور اس طرح درس نظامی کی تکمیل بھی یہیں ہونے لگی۔

بریلی شریف حاضری اور محدث اعظم

حضرت مولانا سردار احمد صاحب سے

دورہ حدیث شریف کی تدریس

۱۹۴۶ء میں قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا خیال تھا کہ جامعہ میں متبادل انتظام نہ ہونے کی وجہ سے اور دیگر چند مسائل کے درپیش آنے کی بنا پر اس سال بریلی شریف میں دورہ حدیث شریف کے لئے حاضر نہ ہو سکے اور اس سال ہم منطق کی چند مزید کتب بھی پڑھ لیں گے نیز اسباب بھی مہیا نہیں ہیں۔ اعلیٰ حضرت کیلانی شریف رحمتہ اللہ علیہ سے جب عرض کیا گیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

''نہیں اس سال ہی ضرور جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ اسباب مہیا فرما دے گا۔ پیچھے کی فکر نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے۔''

چونکہ وہ مومنانہ فراست سے دیکھ رہے تھے کہ آئیندہ تقسیم ملک ہو جانے پر (پاکستان ہندوستان کی تقسیم ہو جانے پر) بریلی شریف جانا ممکن نہ رہے گا۔ لہٰذا حکم ہوا کہ مکان شریف میں قیوم زماں حضرت حاجی شاہ حسین و امام الاولیاء حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر منعقدہ ۱۳ شوال المکرم ۱۳۶۶ ہجری پہنچ جانا وہیں سے رخصت کر دوں گا۔ لہٰذا مکان شریف حاضر ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت کیلانی شریف رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کو رخصت

فرماتے تو یہ شعر پڑھتے تھے۔

علم گر بر تن زنے نارت کند
علم گر بر دل زنے نورت کند

اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو رخصت فرماتے تو ارشاد فرماتے تھے۔

ہر کہ کارش از برائے حق بود
کار او پیوستہ با رونق بود

مگر اسی موقع پر مزید فرمایا کہ

و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد فاللہ خیر حافظاً وھو ارحم الراحمین.

اس مبارک سفر میں استاذ الاساتذہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت سید محمد یعقوب شاہ صاحب کیرانوالہ سیداں، مولانا ظہور احمد سیروی، مولانا سید منصور شاہ صاحب آزاد کشمیر، مولانا غلام مرتضیٰ صاحب پنڈی گھیپ، مولانا سید محمد حیدر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہم بھی شامل تھے۔ یہ حضرات جب بریلی شریف پہنچے تو حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد تعطیلات کے سلسلہ میں اپنے آبائی گاؤں موضع دیال گڑھ میں مقیم تھے۔ یہ حضرات بھی وہیں پہنچ گئے اور حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تین دن تک اپنا مہمان رکھا۔ بعد ازاں دیگر تمام احباب کیلئے متبادل انتظامات کر دیئے گئے مگر حضرت استاذ

الاساتذہ اور قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہما مسلسل دو ماہ تک حضرت محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے مہمان رہے۔ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''ہم اگرچہ طالب علم ہی تھے مگر حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ سے انہیں جو انس تھا اسی کی بنا پر آپ کرم نوازی فرماتے اور کھانا بیٹھک شریف میں ہمارے ساتھ ہی کھاتے تھے۔''

بریلی شریف میں دوران دورہ حدیث گزرے ہوئے ناقابل فراموش لمحات کو بیان فرماتے وقت حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''درجہ حدیث شریف کے اسباق جاری تھے۔ رات کو جب ہم مطالعہ کیلئے بیٹھتے تو قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو جلدی نیند آ جاتی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اٹھتے تو مطالعہ شروع ہو جاتا۔ اس وقت بڑا پر کیف ماحول بنتا تھا جب ساری مخلوق مزے سے نیند پوری کر رہی ہوتی اور ہم مطالعہ میں مصروف ہوتے۔ ہم نے بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف کا ایک لفظ بھی بغیر مطالعہ کے نہیں پڑھا۔''

صدر الشریعۃ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ سے تلمذ:

آشوب چشم کی وجہ سے جب محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد

صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب اسباق موقوف فرما دیئے تو استاذ الاساتذہ اور قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہما سے فرمایا کہ

''حضرت صدر الشریعۃ رحمتہ اللہ علیہ بریلی شریف تشریف فرما ہیں ان سے گذارش کرو تاکہ تمہارے اسباق بھی ہوتے رہیں اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک درجہ قریب بھی ہو جاؤ گے نیز اس طرح آپ کی اور خیرآبادی علماء کی طرز بھی معلوم ہو جائے گی۔''

اس طرح ان حضرات کو دو ماہ تک حضرت صدر الشریعۃ سے بخاری شریف اور مسلم شریف پڑھنے کا موقع بھی ملا۔

امتحان میں اوّل:

حضرت اساتذہ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''ملکی حالات ناسازگار ہونے کی وجہ سے ہم نے یکم رجب تک کتب احادیث مکمل کر لیں اور امتحان کے لئے فخر المتکلمین ابو الحامد حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۱۳۸۳ ہجری حضرت مولانا مفتی محمد عبدالعزیز صاحب آگرہ والے تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا علامہ سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں علیحدگی میں کہا کہ ان (حضرت استاذ الاساتذہ اور قبلہ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہما) کا امتحان خوب تسلی سے لینا۔ اس دوران حضرت مولانا عبدالمصطفٰے الازہری رحمتہ اللہ علیہ (صاحبزادہ ہونے کی وجہ سے) ممتحن کے ساتھ بیٹھ

گئے۔ میں نے (حضرت استاذ الاساتذہ) نے بخاری شریف کتاب الایمان سے عبارت پڑھی اور شاہ صاحب نے تقریر فرمائی۔ علامہ عبدالمصطفیٰ الازھری رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اس سے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا رد کرنا چاہتے ہیں۔ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب ان کے اقوال کی تطبیق ہوسکتی ہے تو رد کا کیا مطلب؟ اس مسئلہ پر دو اڑھائی گھنٹے گفتگو ہوتی رہی اور آخر مولانا عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا الازھری رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ اپنا موقف ثابت نہیں کر سکے اور نہ کرسکو گے۔ لہٰذا خاموشی بہتر ہے۔ دیگر ممتحن حضرات نے بھی مشکل ترین قسم کے سوالات کئے مگر وہ ہر قسم کے سوالات کا تسلی بخش جواب دیتے رہے اور اس طرح امتحان میں اوّل رہے۔''

مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان کے حضور:

یوں تو قبلہ استاذ الاساتذہ اور حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہما بریلی شریف قیام کے دوران ہر جمعرات کو خانقاہ عالیہ بریلی شریف میں حاضری دیتے تھے اور حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی دست بوسی کا شرف حاصل کرتے تھے مگر دورہ حدیث شریف کے امتحانات کے بعد تمام طلباء کو اجازت مل گئی لیکن مفتی اعظم ہند رحمتہ اللہ علیہ نے قبلہ استاذ الاساتذہ اور حضور قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہما کو مزید دو ماہ اپنے پاس ٹھہرایا اور فتویٰ نویسی کی تربیت بھی

فرمائی اور حدیث شریف کی سند سے بھی نوازا۔

اس طرح ۱۹۳۷ء کو طلب علم کیلئے جس سفر کا آغاز ہوا ۱۹۴۷ء کو اپنے اختتام کو پہنچا اور دین مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی تحصیل میں سراج السالکین حضرت پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی سرپرستی اور دعا ایک سائباں کی طرح ان حضرات پر سایہ فگن رہی۔ حضرت قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کو اکثر یہ فرماتے سنا گیا کہ

''ہم جہاں پڑھنے جاتے اور واپسی پر حضرت کیلیانوالہ شریف پر حاضر ہوتے تو قبلہ شیخ محترم پوچھتے کہ اسباق کیسے ہو رہے ہیں؟ کتنا پڑھ لیا ہے؟ کتنا باقی ہے؟

جب ہم بتاتے تو خوش ہوتے اور ہماری کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور ہمارے پڑھنے کو اپنا ہی پڑھنا قرار دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اب ہم اس جگہ پڑھیں گے، اب ہم اس جگہ نہیں پڑھیں گے۔ اب ہم وہاں جائیں گے اور اب ہم فلاں جگہ فلاں علوم حاصل کریں گے۔ اس طرح قبلہ شیخ محترم ہماری کاوشوں کو چاہے وہ حصول علم کیلئے ہوں یا تدریس علم کیلئے اپنی طرف ہی منسوب کرتے اور ایسا حوصلہ بخشتے کہ ہماری ساری راہوں کا تعین خود ہی فرما دیتے تھے۔'' نمبر۱

۱۔ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف جلالی صاحب

دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں شیخ الجامعہ

دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف کا قیام تو ۱۳۹۱ء سے ہی عمل میں آ چکا تھا مگر چونکہ اب دنیا کے نقشے پر ایک اور اسلامی ریاست پاکستان کی صورت میں وجود میں آ چکی تھی لہذا اہل علم حضرات کیلئے یہ لمحات بڑے پُر مسرت اور روح پرور تھے۔ اس طرح جامعہ کے مہتمم حضور قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ الجامعہ حضرت علامہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ بھی درس نظامی کی کتب کی تکمیل اور دورہ حدیث شریف سے دستار فضیلت حاصل کر کے نئے عزم و یقین کے ساتھ مصروف تدریس ہو گئے۔

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بھکھی شریف آمد اور ان کی خدمت میں حضرت استاذ الاساتذہ کا کردار:

۱۹۴۷ء میں محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے خاندان کے تقریباً ایک صد افراد کے ہمراہ بھکھی شریف تشریف لائے اور مسلسل چھ ماہ تک جامعہ ہذا میں صدر المدرسین کی حیثیت

سے علم و فضل کے موتی لٹاتے رہے۔ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنے استاد محترم کی خدمت اپنے سر لی اور ان کی خدمت کا حق ادا کر دیا جس کو بیان کرنے کیلئے ایک تفصیل درکار ہے۔ واقفان حال کا کہنا ہے کہ

''استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو کہ خود شیخ الجامعہ تھے اپنے استاد گرامی کے سامنے ایک ادنیٰ خادم اور غلام کی طرح دن رات محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے حضور حاضر رہتے تھے اور سعادت دارین حاصل کرتے تھے۔''

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

شادی خانہ آبادی:

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''۱۹۴۸ء میں احباب کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی شادی کی فکر لاحق ہوئی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اپنے ہی ایک ساتھی جو زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے (ان کا نام لکھنا مناسب نہیں) کے گھر رشتہ کرنے کا پروگرام بنا۔ چنانچہ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ حتمی فیصلہ کیلئے آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف حاضر ہوئے۔ جمعرات کی رات تھی اور پہنچنے میں تاخیر ہو گئی۔ لہٰذا عشاء کی ادائیگی کے بعد مسجد میں ہی آرام فرما ہو گئے کہ صبح ہو گئی تو بیٹھک شریف میں تمام مسئلہ عرض کریں گے مگر جب رات کافی بیت گئی تو خواب میں اعلیٰ

حضرت سرکار کیلانی شریف رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک ہاتھ میں نورانی سفید چھڑی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سفید چھڑی سے زمین پر ایک لکیر لگائی اور فرمایا کہ

محمد نواز! اگر دنیا چاہتے ہو تو ادھر آ جاؤ اور اگر دین چاہتے ہو تو یہ راستہ ہے۔

صبح ہوئی تو قبلہ شاہ صاحب نماز تہجد کیلئے بیدار ہوئے۔ میں نے (حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ) نے حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کی کہ میرے رشتے کے بارے میں حضرت صاحب سے کوئی بات نہ کریں میرا فیصلہ رات کو ہو چکا ہے۔ نمبر۱

چونکہ اس رشتے کی بنیاد صرف دنیا پر تھی لہٰذا اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے ناپسند فرمایا اور بعد ازاں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہی حکم پر قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے ماموں اور استاذ، اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے فیض یافتہ اور اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے خادم خاص حضرت علامہ مولانا محمد عالم صاحب کے گھر قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کی شادی طے ہوئی۔ ۱۹۴۴ء کو شادی خانہ آبادی کی تقریب ہوئی جو کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین نمونہ تھی اور بارات میں جلیل القدر علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی۔

۱۔ راقم الحروف محمد امجد فاروق کیلانی۔

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد نواز صاحب ایک عظیم مدرس:

تبلیغ دین کے کئی شعبے ہیں مثلاً تدریس، تصنیف اور وعظ و تقریر وغیرہ واعظ اور خطیب کی خدمات اپنی جگہ معلم اور مصنف و مولف کی کاوشیں اپنی جگہ بجا اور اجر عظیم کا باعث ہیں۔ لیکن تبلیغ کے سلسلے میں جو مقام ایک معلم اور مدرس کو حاصل ہے وہ سب سے ارفع و اعلیٰ ہے کیونکہ معلم و مدرس صرف دین کی تبلیغ ہی نہیں کرتا بلکہ بے شمار مبلغین و معلمین تیار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم دین کی تعلیم و تعلم میں مشغول افراد کو امت کے بہترین افراد قرار دیا ہے۔

ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ

خیرکم من تعلم القرآن و علمه.[نمبر۱] تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جو قرآن خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض اکابرین اہل سنت نے صرف تدریس ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہے اور اس میدان میں خوب نام کمایا ہے۔

اگرچہ انہوں نے دیگر دینی و ملی شعبوں سے بھی اپنا تعلق قائم رکھا اور خدمات بھی سرانجام دیں ہیں مگر بنیادی طور پر وہ مدرس ہی رہے۔ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ بھی ایسے ہی اکابرین اہلسنت میں سے تھے۔

۱۔ بخاری و مسلم شریف۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ بنیادی طور پر مدرس تھے اور مدرس بھی ایسے کہ تدریس کے تمام نشیب و فراز اور تقاضوں سے پوری طرح واقف تھے۔

آپ صاحب بصارت بھی تھے اور صاحب بصیرت بھی۔ انہوں نے اپنے شیخ کامل رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف کی مسند پر بیٹھ کر امت مسلمہ کو مدرس، خطیب، فقیہہ، مفتی، قاضی، محدث، مفکر، مفسر، مبلغ، مصنف، مصلح اور منصف دیے اور بلا شبہ اصحاب صفہؓ کی یاد تازہ کر دی۔

وہ علماء حق کی سچی یادگار تھے۔ وہ اسلاف کا نمونہ تھے۔ بلاشبہ بحر العلوم اور مجمع الکمالات تھے۔ قول و فعل کے تضاد سے کوسوں دور، اخلاص و للّٰہیت کا پیکر جمیل تھے۔ عقاید میں اور معاملات میں کھرے تھے۔ وہ طلبہ سے کسی داد و تحسین کے خواستگار نہ تھے اور نہ ہی کسی مادی معاوضہ کے طالب تھے۔

بقول شاعر!

یہ تیری خوش نصیبی ہے یہ تجھ پہ فضل ربانی
رہا تجھ پہ سدا ہی سایہ سرکارِ گیلانی
رہا بیزار کفر و شرک سے تازیست واللہ
پڑھایا تجھ کو فطرت ہونے نے یہ درس مسلمانی
وظیفہ تھا تیرا آٹھوں پہر فروغ علوم مصطفےٰ
ودیعت حق نے فرمایا تجھے یہ نورِ عرفانی

تیری عظمت کے چرچے ہیں عرب وعجم میں جو
یہ سب کیا ہے نبی کے عشق کا اعجاز لافانی

پہلا حج:

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ ۱۹۷۳ء میں پہلے حج پر روانہ ہوئے اور تقریباً اڑھائی ماہ حرمین شریفین حاضر رہے۔

بحر العلوم حضرت علامہ محمد نواز صاحب کی تدریسی خصوصیات:

اللہ تعالیٰ نے حضرت استاذ الاساتذہ بحر العلوم حضرت مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کو جن خصوصایات سے نوازا ان میں سے چند کا تذکرہ حصول برکت کیلئے کیا جا رہا ہے۔

ا۔ وقت و استعداد کا صحیح استعمال:

اللہ رب العزت نے ہر انسان کو خاص قسم کی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ چنانچہ ہر آدمی کو چاہئے کہ اپنی صلاحیت اور وقت کو صحیح استعمال کرے تاکہ دوررس نتائج مرتب ہوں۔ مثلاً اگر کسی شخص میں تقریر کا ملکہ ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی تمام صلاحیتیں اس فن میں صرف کر دے۔ ایسے ہی بعض حضرات تصنیف و تالیف میں خاص استعداد رکھتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ اس فن میں مزید مہارت پیدا کریں۔

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس طبعی اصول کے پیش نظر اپنے آپ کو فقط تدریسی و تحقیقی کاموں میں وقف رکھا۔ جس میں ایسا

کمال حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہر دینی درسگاہ میں ان کے تیار کردہ افراد نظر آتے ہیں۔ چنانچہ جب ''ماہنامہ اہلسنت'' کو انٹرویو دیتے ہوئے جب ان سے پوچھا گیا۔

س: فن خطابت میں آپ جناب کو کس قدر مہارت حاصل ہے؟

ج: میں نے ساری زندگی تقریر نہیں کی۔ تقریر سیکھی ہی نہیں۔

س: کیوں؟

ج: میرے حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ جو تقریر میں لگ جاتے ہیں وہ تدریس نہیں کر سکتے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا تھا کہ تم پڑھاؤ اور میں ساری زندگی پڑھاتا ہی رہا۔ دوسرا نہ مجھے کسی نے تقریر کے لئے بلایا اور نہ میں گیا کیونکہ لوگوں کو پتا تھا کہ میں تقریر نہیں کرتا۔[نمبر ۱]

۲۔ انداز تدریس:

علوم اسلامیہ کی تدریس سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انتہائی مشکل مضمون اور انتہائی وسیع و طویل تحقیق بالکل سہل طریقے سے اور انتہائی اختصار اور ضبط سے بیان کرنا آپ رحمتہ اللہ علیہ کی وہ خداداد صلاحیت تھی جس میں کوئی بھی ان کا مثیل نہ تھا۔

ہمیشہ طلباء سے ان کی استعداد کے مطابق کلام کرتے تھے اور شاگرد کی قابلیت و صلاحیت کے مطابق گفتگو کرتے تھے۔ کند سے کند

۱۔ ماہنامہ اہلسنت ۲۰۰۴ء مارچ

طالبعلم جب تک سبق ذہن نشین نہ کر لیتا تھا آگے نہ چلتے تھے۔ عقد ہائے لَا یَنْحَلْ اور عبارات مغلقہ کو انتہائی سادہ اور آسان الفاظ و انداز سے بیان کر دینا آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ہی خاصہ تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

''چونکہ کلاس میں غبی، زکی اور درمیانی قسم کے طلباء بھی ہوتے ہیں لہذا انداز تدریس ایسا ہونا چاہیے کہ تمام طلباء استفادہ کر سکیں اور یہ بھی کہ کمزور طلباء سے عبارت ضرور پڑھانی چاہیے تاکہ عبارت میں ان کی کمزوری دور ہو سکے۔''

دوران درس اگر طالب علم کوئی مناسب نکتہ بیان کرتا تو اس کی تحسین فرمایا کرتے تھے۔

سبق پڑھانے کا انداز کچھ اس طرح تھا۔

طالب علم سے عبارت پڑھاتے اور عبارت بھی۔ صرفی، نحوی، قواعد و تراکیب کے ساتھ یہی وجہ تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھنے والے طالب علم عبارت پڑھنے میں امتیازی مقام رکھتے تھے۔ اس کے بعد مصنف کی غرض بیان فرماتے کہ یہ عبارت مصنف یا شارح نے کس مقصد کیلئے تحریر فرمائی ہے اور اس کے مدلولات کی تقریر فرماتے اور سوال و جواب سے بھی ما لہ اور ما علیہ بیان فرماتے پھر اگر ضرورت محسوس کرتے تو ذہین طلباء سے اپنی تقریر سنتے بھی تاکہ سبق مکمل ذہن نشین ہو جائے۔ اس طرح دن بھر چھوٹی کتب سے لے کر منتہی کتب کی تدریس کا سلسلہ جاری رہتا۔

ولیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العلوم فی واحد

۳۔ مطالعہ:

اگر کہا جائے کہ فن تدریس جن بنیادوں پر قائم ہے تو ان میں مطالعہ سر فہرست ہے تو غلط نہ ہو گا۔ ایک معلم جب مطالعہ کے بعد مسند تدریس پر مصروف کار ہو گا تو پورے اطمینان کے ساتھ طلباء کو مستفید کر سکے گا۔ بصورت دیگر ممکن ہے کہ طلباء کے سامنے خفت کا سامنا کرنا پڑے۔ دینی مدارس کے اکثر مدرسین مطالعہ کو کسرِ شان سمجھتے ہیں اور اگر کریں بھی تو طلباء سے چھپ کر۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ متن کے ساتھ ''بین السطور'' اور ''حاشیہ'' کے مکمل مطالعہ کے بغیر سبق پڑھانا دینی مدارس کی تدریس کے مزاج کے خلاف ہے۔

استاذ الاساتذہ بحر العلوم حضرت مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ اسباق کی تدریس سے قبل پورے اہتمام سے مکمل مطالعہ فرماتے تھے اور وہ بھی طلباء کے سامنے تاکہ انہیں بھی مطالعہ کی اہمیت کا اندازہ ہو اور وہ بھی مطالعہ کی عادت اپنائیں۔ یہ اسی مطالعہ کا ہی کمال تھا کہ دوران سبق حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ صرف مشکلات اور نحوی مبہمات کو حل فرماتے جاتے اور ایک لمحہ ضائع کئے بغیر فرماتے جاتے کہ فلاں قانون وجوبی فلاں قانون جوازی اور فلاں قانون ساز کی صورت میں

ہے اور اس طرح قانونچہ اور صرف بھتر ال ونحو میں واقع ہونے والی کتابت کی غلطیوں کی بھی اصلاح کرتے جاتے تھے۔

۴۔ سوال و جواب کی ترغیب دیتے:

سوال و جواب درس و تدریس میں کیا اہمیت رکھتے ہیں اہل علم خوب جانتے ہیں بلکہ بعض اوقات اہل مکتب تو یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ

''سوال نصف علم ہے۔''

حضرت استاذ الاساتذہ رحمۃ اللہ علیہ طلباء کے سوالات کو خوب غور سے سنا کرتے تھے اور پھر ان کے تسلی بخش جوابات بھی عنایت فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بلکہ طلباء کو سوالات کرنے کا شوق بھی دلاتے اور فرماتے تھے کہ اس سے دو اور بھی سوالات نکلتے ہیں۔ ہمت کرو تو وہ بھی حل ہو سکتے ہیں۔ تم پوچھو تو میں ان کے جواب بھی دوں گا اور پھر یہ فرماتے کہ

''جو کچھ میں نے اپنے اساتذہ سے پڑھا ہے وہ میں تمہیں پڑھا کے چھوڑوں گا اگرچہ تمہاری طبیعت کیسی بھی ہو۔''

ترجمان اہلسنت حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد عرفان شاہ صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ

''میرے استاد گرامی سے اگر کوئی سوال کرتا تو پھر مسند تدریس پر ان کی خطابت پورے عروج پر ہوتی۔ علم و عرفان کی ایسی بارش ہوتی کہ انبیاء علیہم السلام کی خطابت کا رنگ نظر آتا۔ پورے شرح صدر کے ساتھ

گفتگو فرماتے کہ مسئلہ کا ہر پہلو روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا۔ وہ بلاشبہ مسند تدریس کے خطیب اعظم تھے۔

ندانم چہ جادوئیست بطرزِ گفتارش
کہ بازبستہ زبانِ سخن طرازاں را

۵۔ منتظم مدرسہ:

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف کے صرف شیخ الجامعہ ہی نہ تھے بلکہ منتظم اعلیٰ بھی تھے۔ جامعہ ہذا کیلئے لنگر کا انتظام اور مقیم طلباء کی رہائش و خوراک کا انتظام کرنا بھی قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہی ذمہ تھا۔

احباب کا کہنا ہے کہ قبلہ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ اسباق کی تدریس مکمل فرما کر طلباء کو لے کر لکڑیاں کاٹنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے تاکہ ایندھن کا کام دیں۔ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ لکڑیاں کاٹتے جاتے اور طلبہ اٹھا اٹھا کر رکھتے جاتے تھے۔ آخرکار طلباء تھک جاتے مگر حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ پر تھکاوٹ کا قطعاً اثر نہ ہوتا تھا۔ یہ کام وہ کس جذبے کے تحت سرانجام دیتے تھے یہ بھی سنتے جائیے۔

پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت پیر سید محمد عظمت علی شاہ صاحب المعروف قبلہ چن جی سرکار مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

ایک دفعہ میں حاضر ہوا تو دوپہر کا وقت تھا اور حضرت استاذ صاحب رحمتہ اللہ علیہ (حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب نور اللہ مرقدہ) کلہاڑا لیکر لکڑیاں پھاڑ رہے تھے تاکہ خوب خشک ہو جائیں اور آسانی سے استعمال ہوسکیں۔ میں نے عرض کی کہ قبلہ استاذ گرامی کسی طالب علم کی ڈیوٹی لگا دیتے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ

''یہ بھی میری ڈیوٹی میں شامل ہے کہ میں طلباء کی خدمت بھی شیخ کامل رحمتہ اللہ علیہ کے حکم کی تکمیل کیلئے کرتا ہوں۔'' نمبر[1]

ماہنامہ اہلسنت کو انٹرویو دیتے ہوئے جب ان سے پوچھا گیا۔

س: آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سارے دن کی مصروفیات کیا تھیں؟

تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ

ج: طالب علم بہت زیادہ تھے اور اساتذہ تھوڑے تھے۔ پھر مدرسے کے انتظامی امور بھی نبٹانا تھے۔ لنگر اور مدرسے کے دیگر انتظامات بھی میرے ذمہ تھے۔ حضرت شاہ صاحب (حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ) چونکہ بظاہر نابینا تھے اور میں خود بھی مطالعہ کرتا اور ان کو بھی مطالعہ کرواتا تھا۔ تو یہ کام ہی سارا ہے اور دن بڑی مشکل سے تکمیل کو پہنچتے تھے۔ نمبر[2]

۱۔ خطاب بموقع قل شریف حضور قبلہ چن جی سرکار، ۲۔ ماہنامہ اہلسنت مارچ ۲۰۰۰

ایک دن راقم الحروف حاضر خدمت تھا، حضرت صاحبزادہ قاری محمد اکرام اللہ صاحب نے حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے اعضاء کی بڑھتی ہوئی کمزوری پر تشویش کا اظہار کیا تو فرمایا۔

''بیٹا مجھے اپنے اعضاء پر کوئی افسوس نہیں۔ میں نے ان سے ان کی طاقت سے زیادہ (اللہ تعالیٰ کی رضا اور خدمت دین متین کیلئے) کام لیا ہے اور اگر اب یہ کمزور ہو گئے ہیں تو کیا ہوا۔''

جو کام جذب و شوق میں دیوانے کر گئے
وہ زندگی عشق کے افسانے بن گئے

مختلف علوم کی تدریس میں حضرت استاذ الاساتذہ کی خدمات کا ایک مختصر جائزہ

ا۔علوم قدیم کی تدریس:

آج مدارس اور مدرسین کی حالت سے ہر شخص آگاہ ہے۔ علوم و فنون کی تدریس میں کسی قدر کمی اور زوال آچکا ہے۔

اصول فقہ میں ''نور الانوار'' اور ''حُسامی'' منطق میں شرح تہذیب اور ''قطبی'' نحو میں ''کافیہ'' اور ''شرح جامی'' سے آگے کوئی نہیں پڑھتا بلکہ یہاں تک بھی کوئی خال خال ہی پہنچا ہے کہ دستار فضیلت پا کر فارغ التحصیل علما کی صف میں آجاتا ہے۔ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ امتیاز تھا کہ انہوں نے عمر بھر عبدالغفور متن متین، قطبی، میر قطبی، ملا حسن، حمد اللہ، صدرا، شمس بازغہ اور قاضی مبارک کے اسباق جاری رکھے ہم نے بڑے بڑے مدرسین کو دیکھا ہے کہ طلباء کے عدمِ شوق اور آسانی سے بوجھل ہو کر بڑے اسباق کی تدریس چھوڑ دیتے ہیں مگر قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر استقامت عطا فرمائی تھی کہ دوران علالت بھی ایسے اسباق جاری رکھے ہوئے تھے۔ سچ ہے کہ

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم.

۲۔ امام النحاۃ:

استاذ الاساتذہ، بحرالعلوم حضرت مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ یوں تو عمر بھر ابتدائی کتب سے لے کر منتہی کتب تک تدریس فرماتے رہے مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو عالمگیر شہرت علم نحو کی مشہور کتاب ''شرح جامی'' سے (جو کافیہ کی شرح ہے) کی تدریس سے ملی۔

راقم الحروف اور دیگر احباب نے کئی مرتبہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان سے سنا کہ شرح جامی اگر دنیا سے ختم ہو جائے تو میں دوبارہ اس کو ضبط تحریر میں لا سکتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ دیگر مدارس سے فارغ التحصیل علماء بھی نحوی مشکلات پر قابو پانے کے لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں داخل ہو جاتے تھے۔

نحو چونکہ ایک مشکل مضمون ہے جس کی تدریس کیلئے مدرس اور طلباء کا تازہ دم ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اس لئے عموماً شرح جامی کا سبق صبح ہی پڑھایا جاتا تھا۔ شرح جامی پڑھاتے وقت جب مشکل نحوی مسائل پر سیر حاصل بحث فرماتے اور نحوی مسائل حل فرماتے تو طلباء خوشی کا اظہار کرتے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ

''میں نے شرح جامی استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ سلطان احمد صاحب سے حاصلانوالہ میں پڑھی ہے مگر اس میں مہارت مسلسل تدریس

کے نتیجے میں حاصل ہوئی ہے۔''

۳۔ معلم علم الفرائض:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث شریف مروی ہے کہ

تعلموا الفرائض.

جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ یہاں علم فرائض سے مراد علم میراث ہی ہے۔

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کو علم میراث کی مشہور کتاب ''سراجی'' پڑھانے میں جو کمال حاصل تھا وہ انہی کا حصہ ہے۔ کئی دفعہ دورہ میراث پڑھایا اور بے شمار طلباء و عوام الناس آپ رحمتہ اللہ علیہ سے مستفید ہوئے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سراجی شیخ الحدیث و التفسیر محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھی تھی اور اس میں مہارت کا یہ عالم تھا کہ مشکل سے مشکل مسائل چٹکیوں میں حل فرمایا کرتے تھے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ علم میراث میں حساب و کتاب میں طاق ہونا کس قدر ضروری ہے اور مسائل کی جب مختلف صورتیں سامنے آتی ہیں تو بڑے بڑے مدرسین عاجز آ جاتے ہیں مگر اللہ اکبر۔

مناسکہ کے مسائل، تصیح کے مسائل، ابد کے مسائل لمحوں میں حل فرما دیتے تھے۔ نمبر[1]

۴۔ ایک عظیم مفتی کی حیثیت:

استاذ الاساتذہ، بحرالعلوم حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس لحاظ سے بڑے خوش نصیب تھے کہ ایام طالب علمی ہی سے وہ عالم اسلام کے جلیل القدر علماء اور مفتیان عظام سے مستفید ہوئے۔ صدر الشریعۃ حضرت علامہ محمد امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ کی شان فقاہت سے کون واقف نہیں یعنی بہار شریعت (جن کو بجا طور پر فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا کہا جاتا ہے) جیسی شہرہ آفاق کتاب کے مصنف سے مستفید ہوئے۔

دورہ حدیث شریف کے بعد مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد مصطفٰے رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فتاوٰی کی خصوصی تربیت دی اور اسی طرح وہ جامع المعقول و المنقول حضرت علامہ پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب کی معیت میں بریلی شریف سے صرف حدیث مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہی نہ لائے بلکہ مسائل فقہیہ کی ترویج و اشاعت کے لئے فتوٰی نویسی کا رضوی فیض بھی لائے۔

بھکھی شریف میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قلم سے بے شمار فتاوٰی لکھے گئے اور ایک بڑی تعداد ان سے فیضیاب ہوئی۔

۱۔ حضرت صاحبزادہ قاری محمد عبدالقیوم صاحب للیانی

فتاوی میں حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت علامہ احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا اسلوب اختیار کرتے اور مختلف مسائل میں ان کی رائے کو ترجیح دیتے۔نمونہ کے طور پر چند مسائل کا ذکر کیا جارہا ہے۔

س: فوٹو کے متعلق شرعی مسئلہ کیا ہے؟

ج: ناجائز ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا یہی فتویٰ ہے۔

س: بعض کا خیال ہے کہ جو فوٹو ہاتھ سے بنائی گئی ہو وہ ناجائز ہے۔ مثلاً مورت، پتھر یا مٹی سے بنایا گیا بت ہو جبکہ آجکل کا فوٹو تو محض عکس ہے جیسے شکل آئینے میں دکھائی دیتی ہے؟

ج: غلط ہے۔پانی یا آئینے میں تو عکس پائیدار ہی نہیں ہوتا جونہی سمت جاؤ عکس بھی ختم ہو جاتا ہے جبکہ فوٹو تو ایک پائیدار چیز ہے اور اس کا وجود کاغذ پر برقرار رہتا ہے لہذا اس کو فوٹو پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ایسے ہی گھڑی کیلئے ہمیشہ چمڑے کا پٹہ استعمال کرتے اور اسی پر فتویٰ دیتے کے لوہے کی چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا صحیح نہیں۔

لاؤڈ اسپیکر میں نماز باجماعت ادا کرنے کے متعلق بھی ان کا فتویٰ بریلی شریف کے دارالافتاء کے مطابق ہی تھا۔

۵۔ شیخ المحدثین:

درس نظامی کی مرّوجہ کتب کی تکمیل کے بعد استاذ الاساتذہ بحرالعلوم حضرت علامہ الحاج مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ اور حافظ القرآن الحدیث حضرت علامہ پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ کیلئے دورہ حدیث شریف کیلئے بریلی شریف کا انتخاب سراج السالکین امام العارفین حضرت قبلہ پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف نے فرمایا تھا اور پھر ان حضرات کو اپنی دعاؤں اور نگاہوں کے سایہ میں روانہ بھی فرمایا اور مکمل راہنمائی بھی فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ

''اس سال دورہ حدیث شریف پڑھنے میں جو فیوضات و برکات منکشف ہوئے وہ آپ حضرت پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب حضرت کیلیانوالہ شریف رحمتہ اللہ علیہ جانتے ہیں یا ہم (حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب اور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد نواز صاحب رحمتہ اللہ علیہما) اس کو بیان کرنے سے زبان اور لکھنے سے قلم قاصر ہے۔'' [حنمبر۱]

اور کیوں نہ فیوض و برکات منکشف ہوتے کہ جب امام الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آ کر خوشخبری سنائی۔

۱۔ خودنوشت حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ

"کہ تمہارا حدیث پاک پڑھنا اور تمہارے اساتذہ کا پڑھانا ہمیں قبول ہے۔"

فن حدیث کے اساتذہ:

فن حدیث میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اساتذہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور صدر الشریعۃ علامہ الحاج مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جبکہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی مصطفٰے رضا خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ بریلی شریف نے سندِ حدیث شریف سے نوازا۔ اسی نسبت سے اگر دیکھا جائے تو جامع المعقول و منقول حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کو جو سندِ حدیث حاصل ہے اس میں ان حضرات سے لے کر امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ تک درج ذیل واسطے ہیں۔

سند حدیث:

عن حضرت علامہ محمد سردار احمد عن مولانا امجد علی اعظمی عن امام احمد رضا خان بریلوی عن سید آل رسول مارہروی عن شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی عن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی عن شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی عن الشیخ ابو رضا محمد عن الشیخ عبداللہ بن باقی باللہ دھلوی عن امام مجدد الف ثانی عن امام ابو طاہر مدنی عن الشیخ ابراہیم الکردی عن الشیخ احمد القشاشی عن الشیخ الشمس محمد بن احمد الرّملی عن الشیخ زکریا انصاری عن الشیخ حافظ ابن حجر عسقلانی عن الشیخ

احمد بن ابی طالب محلاج عن الشیخ ابی عبداللہ الحسین بن المبارک عن ابی الوقت عبدالاول بن عیسیٰ بن شعیب عن جمال الاسلام ابی الحسن عبدالرحمٰن عن ابی محمد عبداللہ بن محمد مطر العزیزی عن ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمتہ اللہ علیہ تعالیٰ اجمعین۔

خیر یہ تو ان اساتذہ کا تذکرہ تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ قبلہ حافظ الحدیث اور حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہما کی تدریس علم حدیث میں اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی حضرت پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے علم لدنی کا فیض بھی شامل ہے۔

حصول برکت کیلئے صرف ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

بخاری و مسلم شریف کی ایک حدیث جس کو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"انی فرطلکم و انا شھید علیکم و انی و اللہ لا نظر الیٰ حوضی الآن و انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض و انی واللہ اخاف علیکم ان تشرکون بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا. (متفق علیہ)"

حضور قبلہ استاذ الاساتذہ اور حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ ہم نے اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی شریف پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اس حدیث پاک کے پہلے حصے میں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند امتیازی صفات کا تذکرہ

ہے کہ میں تمہارا پیشوا ہوں اور میں تمہارے اوپر گواہ ہوں۔

خدا کی قسم میں حوض کوثر دیکھ رہا ہوں۔ مجھے تمام زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ لیکن دوسرے حصے میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک سے برات کا اعلان، دونوں حصوں میں آخر ربط کیا ہے؟ ہمیں کسی کتاب میں اس کا جواب نہیں ملا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہماری راہنمائی فرمائیں۔

حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا کہ

''مولانا اس حدیث پاک میں ایک لطیف نکتہ ہے اور اشارہ ہے کہ تم حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خصائص کو ماننے کے بعد مشرک نہیں بن جاؤ گے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کو تسلیم کرنا اور ان کو بیان کرنا عین ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے۔''

اس طویل تمہید سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ ہمارے استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کو علم حدیث کے سلسلے میں کتنی عظیم نسبتیں حاصل ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ تمام علوم وفنون کی تدریس میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ اگرچہ ان کی مشہوری شرح جامی، ملا عبدالغفور مُسلَّم اور سراجی پڑھانے میں تھی مگر علم حدیث کی تدریس بھی ان کی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

ماہنامہ اہل سنت کو انٹرویو دیتے ہوئے جب ان سے اس سلسلے میں

کچھ پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا کہ

''الحمد اللہ میں ساری زندگی حدیث پاک پڑھاتا رہا ہوں۔''

ایک شاگرد رشید حضرت علامہ مولانا محمد اشرف جلالی آف کامونکی نے ایک مرتبہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہونے پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بصارت کی کمزوری اور جسمانی نقاہت پر افسوس کا اظہار کیا تو ارشاد فرمایا کہ

''اب مجھے نظر کی ضرورت ہی کیا ہے باقی کتب حدیث کے علاوہ اب پانچ دفعہ تو مسلم شریف پڑھا چکا ہوں۔''

مختلف احادیث کی تطبیق میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا موزوں اور مناسب مفہوم بیان فرماتے اور بعد ازاں مذہب حنفی کی تائید کے دلائل بھی پیش کرتے۔ اس طرح حدیث شریف کے ہر پہلو پر گفتگو بھی ہو جاتی اور طلباء کے علوم میں اضافہ بھی ہو جاتا۔

ہمارے استاذ گرامی استاذ الاساتذہ بحر العلوم حضرت علامہ الحاج مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ درسِ حدیث کے آداب سے بھی پوری طرح آگاہ تھے۔ ایک دن مصروف تدریس تھے کہ گھر سے پیغام آیا کہ آپ کے لخت جگر صاحبزادہ محمد احسان اللہ علیل ہیں گھر تشریف لائیں۔ فرمایا کہ میں ابھی آ رہا ہوں اور سبق پڑھانے میں مصروف ہو گئے۔ ابھی دو فصلیں ہی پڑھی تھیں کہ دوبارہ پیغام آ گیا۔ محمد احسان اللہ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ہے گھر تشریف لائیں۔ لیکن ابھی سبق باقی تھا لہذا فرمایا کہ میں ابھی سبق ختم کر کے آ رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد پیغام آیا

کہ آپ کا لختِ جگر راہی ملکِ عدم ہو گیا ہے۔ اپنے لختِ جگر کے انتقال کی خبر سنی اور انتہائی صبر و استقامت کے ساتھ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور پھر دوبارہ پڑھانے میں مشغول ہو گئے۔ جب سبق اپنے اختتام کو پہنچا تو گھر تشریف لائے اور بچے کے کفن و دفن میں مصروف ہو گئے۔

فخر العلماء حضرت علامہ مولانا نذیر احمد صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے۔

''کہ ہمارے استاذ حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب رحمتہ اللہ علیہ حصول علم کیلئے اور بعد ازاں فروغ علم حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے شمع کی طرح پگھل گئے تھے۔''

جیسا کہ شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

پئے علم چوں شمع گداخت — حصول علم کیلئے شمع کی طرح پگھل

کہ بے علم نتواں خدارا شناخت — جا کہ بے علم تو خدا کو بھی نہیں پہچان سکتا۔

۶۔ مفسرِ قرآن:

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ قرآن مجید کے اسرار رموز سے خوب واقف تھے اور قرآن مجید نے ظاہری و باطنی معانی پر ان کی خوب نظر تھی۔ کئی مرتبہ دورہ تفسیر قرآن پڑھایا اور گمراہ فرقوں کی طرف سے کئے گئے اعتراضات پر بطور خاص توجہ فرماتے۔

ایک مرتبہ ان اللہ علیٰ کل شی قدیر سے مسئلہ امکان کذب

کے موضوع پر مسلسل اڑھائی گھنٹے تک گفتگو فرمائی اور علم و فضل کے وہ موتی بکھیرے کہ علماء سلف کی یاد تازہ ہوگئی۔ ارشاد فرمایا کہ

''لغت کا یہ مسئلہ پکا ہے اور متکلمین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس آیت سے امکان کذب کا واہم پیدا کرنا خانو! (مولوی غلام اللہ راولپنڈی) یا باھمن (مولوی حسین علی دیوبندی واں بھچروی) کی اصطلاح ہے یا دیگر دیوبندیوں کی ٹھوکر ہے۔ ہم تو اتنا کہتے ہیں کہ

شے موجود کو کہتے ہیں اور جس کا وقوع ممکن نہ ہو اس کو شے کہتے ہی نہیں ہیں۔''

وہ اس مسئلہ پر دیوبندیوں کو چیلنج دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ

''طالب علموں! یہ کبھی گماں بھی نہ کرنا کہ دیوبندیوں میں بڑے مفسر قرآن علماء ہوتے ہیں۔ ان دیوبندیوں کو تو ظاہری نص کے معنی بھی نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر قرآن کریم کا علم دیا ہے تو ہمارے اساتذہ کرام کو دیا ہے یا ہمارے مشائخ عظام کو (قرآن کریم کی تشریح) علمی مسائل جو ہم (قدیم مفسرین کی تفاسیر میں) بھی نہیں دیکھتے تھے۔ حضور قبلہ عالم سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ بغیر کسی مطالعہ کے محض علم لدنی سے ہمیں سمجھا دیا کرتے تھے۔''منمبر۱

اس لحاظ سے بلاشبہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ ایک راسخ العقیدہ سُنی مفسر قرآن تھے۔ جن کی مثال اس وقت ملنا انتہائی مشکل ہے۔

۱۔ مناظر اسلام پیر سید محمد عرفان شاہ صاحب مشہدی

اب ڈھونڈ انہیں چراغ زیبا لیکر

ایک دن سوال کیا گیا کہ دیوبندی کہتے ہیں کہ

علم غیب خاصہ خداوندی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الاھو اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اور اس کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ کسی کو بھی نہیں دیتا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے دعویدار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

حضرت قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے حسب عادت تھوڑا توقف فرمایا اور پھر ارشاد فرمانے لگے کہ اگر قاعدہ کلیہ وہی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں تو پھر قرآن مجید میں ہے۔

واللّٰہ عندہ عظیم. اور اللہ تعالیٰ کے پاس ہی اجر عظیم ہے۔

اس کے بعد قرآن کریم کی مختلف آیات سے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر ایسا فاضلانہ تبصرہ فرمایا کہ مسئلہ کے تمام پہلو روز روشن کی طرح واضح ہو گئے۔ نمبر۱

دیکھنا تقریر کی لذت جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

۱۔ علامہ پروفیسر حافظ محمد عبدالعزیز سلیم صاحب گورنمنٹ کالج جہلم

۷۔ حُسن سلوک:

استاذ الاساتذہ بحر العلوم و الفنون حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ خلق عظیم کی ایک زندہ تفسیر تھے جو کہ تقریباً نصف صدی تک مسند تدریس پر فقیرانہ شان و شوکت کے ساتھ متمکن رہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ میں کمال درجہ کا استغنا، صدق و اخلاص تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وجود عظمت و کردار کا علامتی نشان تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ علم نافع اور عمل صالح کا حسین امتزاج تھے۔

جو شخص بھی آپ سے ملاقات کرتا تو وہ ایسی اپنائیت محسوس کرتا کہ سمجھتا کہ قبلہ استاذ گرامی سب سے زیادہ مجھ سے ہی پیار فرماتے ہیں۔ اگر متعلقین میں سے کوئی ناپسندیدہ حرکت کرتا تو بتقاضائے بشریت غصے بھی ہوتے کبھی ان کی زبان سے گالی نہ سنی گئی بلکہ اس موقع پر بھی کسی اچھی بات کی ہی نصیحت فرماتے تھے۔ طلباء میں سے جو بھی ملاقات کیلئے حاضر ہوتے بالکل ایک شفیق باپ کی طرح گھر کے تمام افراد کی خیر و عافیت دریافت فرماتے اور جملہ متعلقین کی بھی۔

یہی وجہ ہے کہ طلباء بھی حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے والدین سے بڑھ کر چاہتے۔ فاضل جلیل حضرت مولانا قاضی محمد عبدالرحمن صاحب مدظلہ سیکریالی ضلع گجرات نے کیا خوب فرمایا کہ

حضرت استاذ گرامی اس شعر کا صحیح مصداق تھے جو کہ اعلیٰ حضرت

سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

اندروں شو آشنا وز بروں بیگانہ وش

ایں چنیں زیبا روش کم مے شود اندر جہاں

یعنی اندر سے اللہ تعالیٰ کی آشنائی اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق کو مضبوط کرلو اور باہر سے لوگوں کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ یہ کون جا رہا ہے۔

۸۔ خلوص وللّٰہیت کی ایک عمدہ مثال:

مخدوم ملت حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد محفوظ شاہ صاحب مدظلہ صاحب فرماتے ہیں کہ

ایک دن حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک شاگرد خاص جو قبلہ والد گرامی حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے منظور نظر تھے نے اپنی مسجد میں کسی سلسلہ میں ایک محفل کا انعقاد کیا۔ محفل میں کافی دیر تک تلاوت ونعت اور تقاریر کا سلسلہ جاری رہا۔ محفل کے اختتام پر جب دعا ہو چکی تو وہ کھڑے ہوئے۔ حاضرین کا اجتماعی طور پر شکریہ ادا کیا۔ پھر میرا (حضرت مخدوم ملت کا) شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کا نام لے کر شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد اس میں بے حد مبالغہ کیا تو حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا حالانکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ خاموش طبع شخصیت تھے مگر فرمانے لگے (انتہائی جلال میں)۔

مولوی صاحب! ہم پتہ نہیں کس لئے آئے اور کس طرح آئے مگر آپ نے شکریہ ادا کر کر کے ہمارے آنے کا بیڑہ ہی غرق کر دیا ہے۔

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے مہمانان گرامی تو یقیناً صرف رضائے الٰہی کے حصول کیلئے اس مقدس محفل میں شامل ہوئے مگر میزبان مولانا نے بلاوجہ نمود و نمائش کا اظہار کر کے گویا ثواب دارین کو ضائع کرنے کی کوشش کی۔

یہ واقعہ حضرت استاذ الاساتذہ بحر العلوم حضرت علامہ مولانا محمد نواز نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے خلوص اور تقویٰ کا مظہر ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

اتنی سادگی کہ اللہ اکبر۔ نمائش کی کبھی صورت تک نہ دیکھی اور بھکھی شریف کے طلباء ان کے حسن اخلاق اور حسن سادگی کے امتزاج پر فِدا۔

معروف سکالر علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف کی زبان میں۔

خلوص و تقویٰ صفائے باطن تواضع ان کے خمیر میں تھی
قسیم حکمت نسیم طیبہ وہ ایک میلہ تھے برکتوں کا
جب بھی حاضر ہوا یہ آصف تو نئی نرالی نوازشیں تھیں
کہاں سے ڈھونڈیں گے غم کے مارے کوئی سائباں ایسی شفقتوں کا

۹۔ تصلّب عقیدہ:

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ میں جہاں تواضع کا نقشبندی رنگ موجود تھا اور اپنے خداداد حلم و متانت کی وجہ سے مجسمہ اشفاق و اخلاق تھے وہاں گستاخان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ان میں بریلی شریف کی شدت موجود تھی۔

''جواہر القرآن'' کے مصنف اور نام نہاد دیوبندی عالم مولوی غلام اللہ خان کو ہمیشہ'' خانو'' فرمایا کرتے تھے کبھی اس کا نام نہ لیا۔ طلباء کو کافی عرصہ تو معلوم نہ ہوا کہ آخر خانو کون ہے مگر جب جواہر القرآن کا نام لیکر رد کرتے تو معلوم ہوتا کہ خانو کس کا نام ہے۔ ایک دن فرمایا کہ غلام اللہ ایسے تو نہیں ہوتے بلکہ غلام اللہ تو شرقپور شریف کے ثانی لاثانی صاحب (ثانی لا ثانی حضرت میاں غلام اللہ صاحب شرقپورہ برادر امام الاولیاء حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ) ہیں۔ ایسے ہی مولوی حسین علی واں بھچراں والا کو باہمن فرمایا کرتے اور فرماتے حسین اور علی تو بڑے مقدس نام ہیں جو ایک گستاخ کیلئے مناسب نہیں۔

خطیب شہیر ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت شہزادہ حافظ الحدیث حضرت علامہ مولانا قاری سید محمد عرفان شاہ مشہدی مدظلہ جنہوں نے کریما سے لے کر منتہی کتب تک آپ رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھا فرماتے ہیں کہ

ایک دن میں نے استاد گرامی سے پوچھا کہ جو شخص رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی مثلیت کا دعویدار ہو جیسا کہ بعض لوگ قل انما انا بشر مثلکم سے دلیل لاتے ہیں۔ تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ ان کے بارے میں آپ کے مناظرین کیا کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ جناب یہاں تو ان کی زبانیں خاموش ہو جاتی ہیں اور کئی تو تاویلات کا سہارا لینے لگتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صفات میں جو بھی حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل مانے وہ پکا کافر ہے کیونکہ جمیع صفات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا مثل محال ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

مناظر اسلام مدظلہ فرماتے ہیں کہ تقریباً دس سال کے بعد مجھے علامہ فضل حق خیر آبادی کی کتاب ''امتناع نظیر'' کے مطالعہ کرنے کا موقع ملا تو ہو بہو وہی الفاظ لکھے ہوئے دیکھ لئے۔

اس کے بعد قبلہ صاحبزادہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی مدظلہ فرماتے ہیں کہ لوگ مجھ سے پوچھتے کہ عقیدہ اہلسنت پر آپ اتنے متصلب کیوں ہیں۔ عقاید کے معاملے میں آپ میں کوئی لچک دکھائی کیوں نہیں دیتی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تربیت کا اثر ہے اور ہم انہیں کے پڑھائے ہوئے سبق دھراتے رہتے ہیں۔

نگاہ بلند سخن دلنواز جان پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کیلئے

۱۰۔ جنات کے استاذ:

اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں حضرت استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ سے بے شمار جنات نے بھی استفادہ کیا ہے۔

مولانا عبدالغفور صاحب جلالی چک نمبر ۲۷ (اسلام آباد) نزد منڈی بہاؤ الدین نے بے شمار حضرات کی موجودگی میں بتایا کہ

میں جامع مسجد مہاجرین بھکھی شریف میں امام تھا۔ موسم سرما میں عشاء کی نماز کی ادائیگی کے بعد وہیں بیٹھ رہا اور رات تقریباً ۱۲ بجے کے بعد درس میں پہنچا۔ ان دنوں بجلی کا انتظام نہ تھا لہذا ہر طرف اندھیرا ہی تھا کہ میں نے سنا کہ قبلہ استاذ الاساتذہ پورے اہتمام سے کسی کو سبق پڑھا رہے ہیں۔ میں حیران ہوا کہ اتنی رات گزرنے کے باوجود قبلہ استاد محترم آخر کسے سبق پڑھا رہے ہیں۔ جب میرے آنے کی خبر ہوگئی تو میں نے محسوس کیا کہ طلباء اپنے سامان کو سمیٹ رہے ہیں۔ اتنے میں میں بھی حاضر ہوگیا اور عرض کہ کہ قبلہ استاذ الاساتذہ گرامی آج کس کو اس وقت رحمتہ اللہ علیہ پڑھا رہے تھے۔ صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ محمد عبدالغفور جلدی آ جایا

کرو۔ مگر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ وہ جنات ہی تھے جو قبلہ استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ سے علمی استفادہ کر رہے تھے۔

جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں جنات کی موجودگی کا تو تقریباً ہر شخص کو علم ہے جیسا کہ مولانا محمد اسلم صاحب جلالی گوجرانوالہ بیان فرماتے ہیں کہ

ان دنوں جامعہ بھکھی شریف میں مالی کمزوریوں کے باعث ڈیسکوں کی بڑی کمی تھی۔ بالخصوص رات مطالعہ کے وقت تو ڈیسک (چھٹی جس پر طلباء کتابیں رکھ کر پڑھا کرتے تھے) لانا انتہائی مشکل تھا لہذا میں نے سر شام ہی ایک ڈیسک اٹھایا اور اپنے کمرے میں چھپا لیا۔ جب رات کافی گزر گئی تو میں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص میرے ڈیسک کو اٹھا کر لے جا رہا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر ہاتھ لہرایا تو ڈیسک کا ایک سرا میرے ہاتھ لگ گیا۔ اب کھینچا تانی شروع ہو گئی۔ ایک طرف وہ زور لگا رہا تھا اور دوسری طرف میں۔ مگر اندھیرے میں معلوم نہ ہو سکا تھا کہ آنے والا کون تھا۔ بالآخر میں نے ڈیسک لے لیا اور آنے والا جو بھی تھا واپس لوٹ گیا۔

صبح نماز تہجد کے وقت قبلہ استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ سے جب ملاقات ہوئی تو میرے اظہار واقعہ سے پہلے ہی فرمانے لگے کہ اسلم! اگر ڈیسک فارغ ہو تو کسی کو دے بھی دیا کرو۔

میں حضرت کا اشارہ سمجھ گیا اور خاموش رہا۔ صبح کی نماز فجر کیلئے حضور قبلہ شاہ صاحب جامع المعقول و المنقول حافظ القرآن و الحدیث حضرت علامہ مولانا پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب آستانہ عالیہ بھکھی شریف رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی تو قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بھی یہی ارشاد فرمایا۔

اس قسم کے بیسیوں واقعات ہیں جو اس وقت طلباء سے سنے جا سکتے ہیں مگر بندہ نے نمونہ کے طور پر اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف یہی دو واقعات لکھنے میں عافیت سمجھی۔ ان واقعات سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ہمارے استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے عمر بھر تدریس کا جو سلسلہ جاری رکھا اس سے صرف بے شمار انسانوں نے ہی فائدہ حاصل نہیں کیا بلکہ جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف سے جنات نے بھی فیض حاصل کیا۔

بقول ڈاکٹر محمد اشرف آصف صاحب!

وہ دیکھ لو جامعہ بھکھی کے بام و در اب بھی بولتے ہیں
جو عالم بے خودی میں دیتے تھے درس جامی کی حکمتوں کا
ادائے تدریس سے انہیں کوئی اس طرح کا ملازمہ تھا
شباب و پیری میں روز و شب میں یہی وظیفہ تھا ساعتوں کا

۱۱۔ عزیمت:

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ 1947ء میں جب بریلی شریف سے دورہ حدیث کی تکمیل کے بعد اپنے شیخ کامل کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ اب میرے لئے کیا حکم ہے؟ کہاں رہوں؟ کیا کروں؟ تو اعلیٰ حضرت حضرت پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

مولوی صاحب! آپ بھکھی شریف میں چلے جائیں وہیں رہیں اور جامعہ میں پڑھائیں۔

حالانکہ اس وقت بھکھی شریف میں نہ کمرے نہ عمارت نہ بجلی نہ ماہانہ مشاہرہ اور نہ ہی کوئی دیگر سہولیات موجود تھیں مگر اس کے باوجود اپنے شیخ کامل رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر کبھی آنچ نہ آنے دی اور اسے ہر حال میں مقدم رکھا۔ دیگر مدارس سے بڑی بڑی تنخواہوں اور سہولتوں کی پیش کش موجود تھی مگر حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ جو چٹان کی طرح مضبوط تھے تازیست اپنے شیخ کامل کے حکم پر ثابت قدم رہے۔

1960ء میں غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک خط لکھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ملتان شریف میں تشریف لائیں اور جامعہ انوار العلوم میں شیخ الجامعہ کے منصب پہ کام کریں۔ تقریباً ایک ہزار روپے (جو کہ اس وقت میں بہت بڑی رقم تھی) تنخواہ ہو گی اور دنیا بھر کی

تمام سہولیات سے بھی فائدہ اٹھائیں۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کو یہ خط پڑھ کر سنایا گیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا کہ ایک ہزار تو کیا اگر مجھے ایک لاکھ بھی دیا جائے تو جو حکم مجھے میرے حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے وہی میرے لئے سب کچھ ہے۔ میری ڈیوٹی بھکھی شریف میں لگی ہوئی ہے۔ نمبر۱

تقریباً 1980ء میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازھری رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرح کا پیغام بھیجا کہ جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے پرنسپل کیلئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا انتخاب کیا گیا اور تقریباً دس ہزار روپے تنخواہ دینے کا ارادہ بھی ظاہر کیا۔ مگر راقم الحروف گواہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے حضرت صاحب نے مجھے بھکھی شریف بھیجا ہے لہذا میری متاع حیات کے شب و روز یہیں گزریں تو بہتر ہے۔ قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی سنگت مجھ سے چھوٹ جائے یہ ناممکن ہے۔

۱۲۔ طلباء کی اخلاقی و روحانی تربیت:

ایک معلم کی ذمہ داری صرف طلبا کو الفاظ رٹانا ہی نہیں بلکہ معلم تو معلم کائنات کا نائب ہوتا ہے۔ اپنے حلقہ درس سے وابستہ طلباء کی روحانی و اخلاقی تربیت بھی ایک معلم ہی کی ذمہ داری ہے۔

۱۔ حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد نوید الحسن شاہ صاحب مدظلہٗ بھکھی شریف

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے بحمدللہ اس ذمہ داری کو بخوبی اور بااحسن نبھایا ہے۔ دوران تدریس اکثر طلباء کو نصیحت فرماتے۔

طالب علم جب مدرسہ میں داخل ہوتا ہے تو اس کے دل میں تکبر کا ایک بوٹا لگ جاتا ہے اور جوں جوں علم پڑھتا جاتا ہے یہ تکبر کا درخت بڑا ہوتا جاتا ہے۔ اگر اس کا قلع قمع نہ کیا جائے تو یہی درخت بالآخر ''حجاب اکبر'' بن جاتا ہے اور ہلاکت کا سبب بنتا ہے اور پھر فرماتے اگر تکبر کے اس درخت کو کاٹنا ہے تو کسی اللہ والے سے نسبت جوڑ لو۔ وہ نظر فرماتے رہیں گے تو تکبر کا یہ درخت بھی کٹتا رہے گا۔ اس طرح طلباء کو نصیحت فرماتے کہ اپنی وضع قطع، لباس، ہیئت، شکل و صورت اچھی رکھا کریں۔ اس طرح انگریزی وضع قطع کو سخت ناپسند فرماتے اور بعض اوقات ذرا سخت الفاظ میں بھی سرزنش فرماتے۔[1]

اس طرح عبادات کی بے جا نمود و نمائش سے بھی سخت نالاں ہوتے۔ ایک دن ایک صاحب کا فون آیا۔ سلام مسنون کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ کون۔ تو جواب آیا کہ میں حاجی فلاں فلاں تو حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ کے ساتھ کس جگہ پر حج لگا ہے اور کہا مجھے آپ دکھا سکتے ہیں۔

۱۔ مولانا محمد بشیر احمد مصطفوی۔ میر پور۔ آزاد کشمیر

اس انداز سے تربیت فرماتے کہ سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا اور لطف یہ کہ عزت نفس بھی محفوظ رہتی۔

بقول مولانا محمد صدیق سالک!

مشغلہ تھا پاک ان کا یہ مدام
دن کو بھی تبلیغ دیں اور شب کو قیام
اس حقیقت کو کیا سمجھیں گے عوام
وقت کے رازی دوران چل دیئے
علم کے خورشید تاباں چل دیئے

۱۴۔ ہم عصر علماء کا احترام:

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ اگرچہ معقول ومنقول کے امام تھے اور علم وفضل کے لحاظ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ میں آسمان کی بلندی تھی مگر مزاج کے لحاظ سے زمین کی عاجزی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ جب ہم عصر علماء حقہ کا ذکر فرماتے تھے تو انتہائی اچھے انداز میں اور شایان شان الفاظ میں کرتے۔ جن علمائے کرام سے آپ رحمتہ اللہ علیہ متاثر تھے ان میں غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمتہ اللہ علیہ ملتان شریف، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمتہ اللہ علیہ شامل ہیں۔

اس طرح مسلک اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ پر کاربند علماء کی تائید

فرماتے اور ان کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے۔ پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت علامہ مولانا ابو داؤد محمد صادق صاحب رضوی مدظلہ سے فیصل آباد میں محدث اعظم پاکستان رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر ملاقات ہوگئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے انتہائی شفقت سے ان کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھا اور فرمایا کہ میں آپ سے بہت خوش ہوں اور میرا وہی موقف ہے جو کہ آپ کا ہے۔ نمبر ۱

علمائے کرام میں اکثریت چونکہ اپنے شاگردوں سے ہی ہوتی مگر پھر بھی ان کا احترام بطور علماء دین کے ہی فرماتے۔

کتنے زوروں کو چمکنا آ گیا اس بزم سے
کتنے سنگریزے بنے اس بزم سے عالی گہر
ایسے ہی مردان حق تعمیر کرتے ہیں جہاں
بدل دیتے ہیں اسی کو کرتے ہیں جس پر نظر

۱۴۔ استاذ المشائخ:

جامع المعقول و المنقول حضرت علامہ الحاج مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کو یہ بھی امتیاز حاصل ہے کہ جلیل القدر مشائخ اہلسنت نے اپنے صاحبزدگان کی دینی تعلیم و تربیت کیلئے جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف کا انتخاب کیا تا کہ یہ صاحبزادہ علوم دینیہ کے عظیم مبلغ بنیں اور اپنے آبا کی مسندوں کے سچے جانشین۔

۱۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ نومبر 2004۔

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف اور بھکھی شریف

آفتاب علم و حکمت، فخر المشائخ، پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب مدظلہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف نے اپنے لخت جگر نورنظر عالمی مبلغ اسلام حضرت پیر سید محمد عظمت علی شاہ صاحب المعروف قبلہ چن جی سرکار مدظلہ کی دینی تعلیم و تربیت کیلئے جامعہ کو محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف بھیجا۔ اس طرح وہ آٹھ سال تک حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس دینی علوم حاصل کرتے رہے۔

قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے حضور چن جی سرکار مدظلہ کی کس انداز میں خدمت کی اس کیلئے ایک بڑا دفتر درکار ہے مگر سردست صرف عرض کرنا مقصود ہے کہ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کے شیخ کامل اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی شریف رحمتہ اللہ علیہ کے لخت جگر ان کے حلقہ درس سے وابستہ رہے اور حضور قبلہ چن جی سرکار مدظلہ سے ایک انٹرویو میں جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے استاذ گرامی استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے خلوص و محبت اور خدمات دینیہ سے بہت متاثر ہوں۔

حضرت قبلہ استاذ الاساتذہ کے رفیق خاص جامع المعقول و المنقول حافظ الحدیث حضرت علامہ پیر سید محمد جلال الدین شاہ رحمتہ اللہ علیہ

کے تینوں صاحبزدگان حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ درس سے وابستہ رہے۔

زینت المشائخ حضرت علامہ صاحبزادہ پیر سید محمد مظہر قیوم شاہ صاحب مدظلہ نے درس نظامی کی کتب حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھیں اور دورہ حدیث بھی حضور استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھا۔

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ ان دونوں صاحبزدگان حضور قبلہ چن جی سرکار مدظلہ اور حضرت صاحبزادہ سید محمد مظہر قیوم شاہ صاحب مدظلہ کی تعلیم وتربیت کا خاص اہتمام فرماتے۔

حضور قبلہ چن جی سرکار مدظلہ فرماتے ہیں کہ

سحری کے وقت ہی اسباق شروع ہو جاتے اور پہلا سبق شرح جامی کا ہوتا۔ اس طرح دن بھر اسباق کا سلسلہ جاری رہتا۔ جب رات کا وقت ہوتا تو دن بھر کے تھکے ہوئے میرے استاذ گرامی مجھے اور صاحبزادہ مظہر قیوم شاہ صاحب کو اپنے پاس بٹھا لیتے اور اپنی نگرانی میں مطالعہ کرواتے اور اسباق کا تکرار کراتے۔ جب ہم شرح جامی پڑھ پڑھ کر تھک جاتے تو پھر ہماری حوصلہ افزائی فرماتے۔ نیز فرماتے ہیں کہ

''عصر کے وقت جب تمام طلبہ کو چھٹی ہو جاتی اور وہ کھیل کود میں مصروف ہو جاتے مگر ہم اس وقت بھی پڑھ رہے ہوتے۔ آج یہی وجہ ہے کہ مجھے تبلیغ دین متین کیلئے شرق تا غرب جانا ہوتا ہے اور بڑے بڑے

اجتماعات میں خطاب کرتے وقت قطعاً کوئی مشکل پیش نہیں آتی اور نہ میں کبھی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ سب میرے استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ اور خلوص کا نتیجہ ہے۔ اگر کسی نے علماء میں کسی ولی کامل کا دیکھنا ہو تو وہ میرے استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھ لے۔"

مناظر اسلام ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مولانا پیر سید محمد عرفان شاہ صاحب مدظلہ نے کریما، نام حق، دینی ابتدائی کتب سے لیکر حمد اللہ، قطبی۔ ملا حسن صدرا، شمس بازغہ، دینی منتہی کتب اور دورہ حدیث بھی قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھا۔ آج علمائے اہلسنت میں مسلک اعلیٰ حضرت کیلئے ان کے زور بیان کو جو اہمیت حاصل ہے وہ سب اہل علم جانتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

''میرے استاذ گرامی بحمدہ تعالیٰ نیکیوں کے اربوں خزانوں کے وارث ہیں۔ وہ علمی اور عملی طہارتوں کا عظیم مینار ہیں۔ انہوں نے اس انداز میں تدریس فرمائی ہے کہ ایک مثال قائم کی ہے۔ مسئلہ امکان کذب کی بحث میں مسلسل ڈھائی گھنٹے کی گفتگو ہوئی۔ میں مسلسل سوال کر رہا تھا اور استاذ گرامی میرے ہر سوال کا تسلی بخش جواب دے رہے تھے اور میری حوصلہ افزائی بھی فرما رہے تھے۔ حتیٰ کہ میرے ساتھی طالب علم تھک گئے اور انہوں نے مجھے کھینچ کر کمرہ جماعت سے باہر نکالا۔ مگر میرے استاذ، اللہ اکبر علم کا عظیم سمندر تھے۔ ان کا انتقال پورے عہد کی موت ہے۔ جیسا کہ

کسی شاعر کا کہنا ہے۔

وما كان قيس هلكه هلك واحد

ولكنه بنيان قوم تهدما

اسی طرح مخدوم ملت حضرت پیر سید محمد محفوظ شاہ صاحب مدظلہ نے بھی مثنوی مولانا روم کے اسباق حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھے۔ اسی طرح وہ بھی حضرت استاذ الاساتذہ بحر علوم رحمتہ اللہ علیہ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

فیصل آباد شریف:

حضرت قبلہ شاہ صاحب اور حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہما کے استاذ گرامی محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے لخت جگر پیر طریقت، رہبر شریعت، حضرت علامہ غازی فضل رسول حیدر صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ محدث اعظم پاکستان فیصل آباد بھی ایک عرصہ تک جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں زیر تعلیم رہے اور اسی طرح وہ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ سے استفادہ علم فرماتے رہے۔

علی پور شریف:

اہلسنت و جماعت کیلئے آستانہ عالیہ علی پور شریف کی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اس عظیم الشان خانقاہ سے پیر طریقت، رہبر

شریعت حضرت پیر سید محمد عابد حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین علی پور شریف اور پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر سید علامہ محمد افضل حسین شاہ صاحب آستانہ عالیہ علی پور شریف بھی حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے تلامذہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔

مراڑیاں شریف نیک آباد (گجرات):

مراڑیاں شریف گجرات شہر سے متصل وہ مردم خیز بستی ہے جہاں 1940ء میں استاذ الاساتذہ اور قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہما استاذ الفضلاء حضرت مولانا نیک عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے درس نظامی کی ابتدائی کتب پڑھتے رہے اور اس عظیم علمی و روحانی خانقاہ سے بدر المشائخ حضرت مولانا محمد اسلم قادری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے لخت جگر اشرف العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اشرف القادری مدظلہ کو بھکھی شریف میں بھیجا تا کہ وہ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ سے اکتساب علم کر سکیں اور جب حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ گوجرانوالہ منتقل ہو گئے تو حضرت صاحبزادہ مسعود احمد صاحب وہاں آ کر بھی حضرت استاذ گرامی سے مستفید ہوتے رہے۔

حضرت علامہ مفتی محمد اشرف القادری مدظلہ کے صاحبزادگان صاحبزادہ محمد عبدالرحمٰن اشرفی اور صاحبزادہ محمد عبداللہ جیلانی نے بھی حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا۔

مانگٹ شریف:

حضرت علامہ مولانا محمد سعید صاحب نقشبندی آف مانگٹ وہ شخصیت ہیں جو حضرت قبلہ شاہ صاحب اور حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہما کے اولین استاد قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنے لخت جگر حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ عبد الجلیل علی احمد رضا مدظلہ کو درس نظامی کی تکمیل کے لئے بھکھی شریف بھیجا اور صاحبزادہ صاحب نے ابتدائی کتب سے منتہی کتب تمام دینی تعلیم حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ سے ہی حاصل کی۔

جامع المعقول و المنقول حضرت علامہ پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب اور استاذ الاساتذہ بحر العلوم و الفنون حضرت علامہ محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہما جانتے تھے کہ یہ صاحبزدگان مستقبل کے درخشندہ ستارے اور اپنے آباؤ اجداد کی مسندوں کی زینت ہیں۔ ان سے کثیر تعداد لوگ فیضیاب ہوں گے اور یہ اپنے اپنے روحانی سلسلوں کو مزید عروج بخشیں گے۔ لہذا اسی اہمیت کے پیش نظر ان حضرات کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی گئی۔

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ بلاشبہ ان اشعار کے مصداق ہیں۔

راہیں دکھلا کے کھلے افلاک میں پرواز کی
ہبہ کرتے ہیں یہ کبوتر کو شاہین کا جگر

یہ ہیں میرے شیخ میرے خانہ دل کے مکین
انہی سے آباد ہے آج بھی اپنا نگر

چند مشاہیر تلامذہ:

حضرت قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ تقریباً نصف صدی تک مسند تدریس پر فائز رہے۔ اس دوران بے شمار حضرات نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔ چند نام جو احباب کی وساطت سے معلوم ہو سکے وہ تحریر کئے جاتے ہیں۔

استاذ العلماء مولانا محمد علی پسروری۔

مولانا حافظ محمد بشیر صاحب چک نمبر ۸۶ سرگودھا۔

مولانا سعید احمد نقشبندی داتا صاحب لاہور۔

مولانا غلام رسول نوری ملتان۔

مولانا غلام نبی صاحب فیصل آباد۔

پیر سید عابد حسین شاہ علی پور شریف۔

پیر سید محمد افضل حسین شاہ علی پور شریف۔

مولانا سید محمد قاسم شاہ بری امام اسلام آباد۔

حضرت مولانا ظہور احمد سیروی منڈی بہاؤ الدین۔

مولانا سید نظام الدین شاہ حقی آزاد کشمیر۔

صاحبزادہ اکرم حسین شاہ بھنگالی شریف۔

مولانا معین الدین صاحب ڈسکہ۔

مولانا حافظ محمد یوسف صاحب چشتی راولپنڈی۔

مولانا سید محمد یعقوب شاہ صاحب پھالیہ۔

مولانا مفتی غلام حیدر صاحب لالہ موسیٰ۔

مولانا حافظ ظہور احمد صاحب کدھر شریف۔

مولانا عبدالغفار صاحب تلمبہ ملتان۔

مولانا محمد صدیق سالک سیالکوٹ۔

مولانا سید غلام مرتضیٰ شاہ صاحب بنوں۔

مولانا فضل احمد صاحب بھلوال۔

مولانا محمد عبداللطیف صاحب للیانی۔ (راقم الحروف کے والد گرامی)

مولانا محمد اشرف صاحب رکن۔

صاحبزادہ سید محمد مظہر قیوم شاہ صاحب۔

مولانا سید محمد عرفان شاہ صاحب بھکھی شریف۔

مولانا کریم بخش صاحب۔

مولانا حاجی محمد علی صاحب۔

مولانا حافظ نذیر احمد صاحب۔

مولانا محمد شریف صاحب حافظ آباد۔

مولانا مفتی اصغر علی صاحب۔

مولانا محمد اشرف جلالی صاحب کا مونکی۔

مولانا ظہور احمد جلالی صاحب۔

مولانا محمد حنیف صاحب ڈنگہ۔

مولانا بشیر احمد مصطفوی صاحب۔

مولانا محمد طفیل صاحب نقشبندی قادر آباد بیراج۔

مولانا نور حسین صاحب شرقپوری۔

مولانا محمد سعید نقشبندی علی پور چٹھہ۔

مولانا عبدالجلیل علی احمد رضا صاحب۔

مولانا اعجاز احمد جلالی گوجرانوالہ۔

مولانا قاری غلام رسول صاحب دبئی۔

مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب سیکریالی۔

مولانا محمد عبداللطیف صاحب لاہور۔

مولانا محمد حسین نقشبندی سندھ۔

مولانا قاضی عبدالرحمٰن صاحب سیکریالی۔

مولانا محمد حسین رضوی امریکہ۔

مولانا محمد صدیق صاحب لاہور۔

مولانا غلام محمد صاحب ملکوال۔

مولانا عبدالقادر شہید صاحب۔

مولانا مفتی محمد خان قادری لاہور۔

مولانا معین الدین شافعی صاحب۔

مولانا حافظ کامل دین صاحب۔

مولانا سید محمد روشن شاہ صاحب۔

مولانا مفتی مہر علی صاحب۔

مولانا دل محمد جلالی صاحب۔

مولانا پروفیسر غلام نبی صاحب پھالیہ۔

مولانا مقصود احمد صاحب داتا صاحب لاہور۔

مولانا مفتی محمد اشرف القادری صاحب مراڑیاں شریف۔

مولانا سید محمد عزیز الحسن شاہ صاحب۔

مولانا سید طالب حسین شاہ گردیزی۔

مولانا قاضی محمد زین العابدین صاحب۔

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی لاہور۔

مولانا غلام سرور ہزاروی صاحب۔

مولانا قاری عبدالرزاق صاحب حیدر آباد۔

لباس:

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کا لباس سنت مطہرہ کی تعمیل اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی سادگی کا منہ بولی تصویر ہوتی تھی۔ جس طرح آپ رحمتہ اللہ علیہ کا عمل آپ رحمتہ اللہ علیہ کے علم کی زندہ تفسیر۔ جن علماء کرام کو دیکھ کر احکام شریعہ کو قلب و روح میں جگہ

ملتی ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ ایسے ہی باکرامت علماء دین میں سے تھے۔

سادہ وسفید قمیض اور اسی طرح کا تہبند۔ سر پر مسنون عمامہ شریف بمع شرقپوری کپڑے کی ٹوپی اور گلے میں اکثر اعلیٰ حضرت کیلانی شریف رحمتہ اللہ علیہ کی روحانی نسبت نشان نیلا صافہ۔

نیز سردی کے موسم میں ویسکوٹ کا استعمال بھی فرماتے۔

بیعت وخلافت:

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ اوائل عمر سے ہی سراج السالکین حضرت پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے تھے۔ البتہ 1960ء میں محدث اعظم پاکستان رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں زبانی اور تحریری خلافت سے نوازا۔

اگرچہ حضرت استاذ الاساتذۃ رحمتہ اللہ علیہ میں وہ تمام خصوصیات بدرجہ اتم موجود تھیں جو ایک شیخ کامل کیلئے ضروری ہیں مگر اس کے باوجود آپ رحمتہ اللہ علیہ نے عمر بھر اپنی خلافت کا اجرا نہ کیا اور نہ ہی کسی کو بیعت کیا۔

ماہنامہ اہلسنت کو انٹرویو دیتے ہوئے جب ان سے پوچھا گیا۔

س: تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خلافت کا اجرا کیوں نہیں کیا؟

ج: میں نے سوچا کہ پیر بن کر کیا کروں گا۔ ویسے بھی محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب نے حضرت شاہ صاحب (پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب) کو بھی خلافت دی اور انہوں نے بیعت لینا شروع کر

دی تھی۔ میں نے سوچا کہ اب میں بھی پیر بن کر بیٹھ جاؤں گا تو یہ بھی بیعت لیتے ہیں یا تو میں کہیں اور چلا جاتا وہ الگ بات تھی۔ وہ سیّد بھی تھے تو میں نے کہا کہ اب یہی ٹھیک ہے۔ نمبر[1]

پیری مریدی کو کسب بنانے والے حضرات حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے ان الفاظ پر غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ پیر بننا ایک بڑی ذمہ داری ہے اور حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ ان ذمہ داریوں سے مکمل آگاہ تھے نیز حضور قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت استاذ گرامی کی عقیدت کا رنگ بھی جھلکتا ہے۔ بقول حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ!

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا! زور حیدر! فقر بوزر، صدقِ سلیمانی ؒ

اوراد وظائف:

حضرت استاذ گرامی رحمتہ اللہ علیہ نے عمر بھر اپنے شیخ کامل سراج السالکین، امام العارفین حضرت پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے وظائف کو حرز جان بنائے رکھا۔

خصوصاً نماز تہجد کے بعد درود شریف خضری کا معمول تو ابتدا سے لیکر آخری دم تک جاری رکھا۔

ا۔ ماہنامہ اہلسنت مارچ ۲۰۰۰ء

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اسم ذات کا سبق صرف خاص سالکین کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ حضرت استاذ گرامی رحمتہ اللہ علیہ نے اسم ذات کے اس سبق کو جس پابندی اور ذوق سے جاری رکھا اس کا اثر ان کی زندگی میں واضح نظر آتا ہے کہ ہمیشہ ان کی توجہ ذات ربِ العزت کی طرف ہی مبذول رہتی۔

مگر ان اوراد و وظائف میں سب سے نمایاں ''ختم خواجگان'' سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا معمول رہا۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اوراد و وظائف اور احوال طریقت کی نمائش کی قطعاً اجازت نہیں۔ لہذا استاذ گرامی کے بیشتر اوراد و وظائف صرف انہی کو معلوم تھے مگر ان وظائف کے پڑھنے کا کیا مقصد ہونا چاہیے یہ ان کی ہی زبانی سنیے۔

س: وظائف پڑھنے کا مقصد کیا ہے؟

ج: وظائف تو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے پڑھنے چاہیں۔ دنیاوی مقاصد کیلئے پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے پاس اگر کوئی دنیاوی مقصد کیلئے وظیفے پوچھے جاتے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جاؤ دنیاوی مقاصد کیلئے وظائف مت پڑھو۔ وظائف تو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے پڑھنے چاہیں۔ نمبر۱

حضرت قبلہ استاذ گرامی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس کثرت سے لوگ

۱۔ ماہنامہ اہلسنت مارچ ۲۰۰۰ء

حاضر ہوتے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ ان کی راہنمائی فرمایا کرتے تھے اور وظائف بتایا کرتے تھے۔ نمونہ کے طور پر حصول برکت کیلئے چند وظائف لکھے جا رہے ہیں۔

۱۔ رزق میں برکت کیلئے:

اللہ الصمد.

۱۱۱۱ ایک ہزار ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا خاص فضل شامل حال ہو گا۔ مگر باوضو اور مکمل ادب و احترام اور خاموشی سے کرنا ضروری ہے۔

۲۔ نظر بد سے بچنے کیلئے:

سورۃ ن والقلم کی آخری آیت اور چاروں قل شریف پڑھ کر دم کیا جائے تو انتہائی مفید ہے۔

۳۔ قرض کی ادائیگی کیلئے:

اللھم اکفنی بحلالك عن حرامك و اغننی بفضلك عمن سواك.

صبح و شام ۱۱۱ مرتبہ بمع درود شریف۔

۴۔ جن، بھوت، پری، آسیب اور سایہ کیلئے:

آیت الکرسی، چاروں قل کا ورد ہر قسم کی بلاؤں اور آفتوں سے

محفوظ رکھتا ہے۔

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف:

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ اوائل عمر سے ہی سعادت افروز ماحول سے وابستہ تھے۔ بعد ازاں برھان الواصلین سراج السالکین حضرت پیر سید محمد نور الحسن رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت کاملہ اور جلیل القدر علماء و مشائخ کی صحبت و ربیت نے انہیں نسبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حصہ وافر عطا کیا۔

چنانچہ انٹرویو کے دوران جب ان سے پوچھا گیا۔

س: کیا آپ رحمتہ اللہ علیہ کو کبھی حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا؟

ج: یہ چیزیں بتانے کی نہیں ہوتیں مگر آپ اصرار کرتے ہیں تو تحدیث نعمت کے طور پر بتاتا ہوں کہ دو مرتبہ میں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔

اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

پہلی مرتبہ جب میں بریلی شریف میں زیر تعلیم تھا تو خواب میں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے فیضیاب ہوا تو اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا حدیث پاک پڑھنا اور تمہارے اساتذہ کا پڑھانا دونوں قبول ہیں۔

جب حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے صبح اپنے رفیق سفر حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے اس خواب کا تذکرہ کیا تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور مسلسل دو دن تک روتے رہے اور بالآخر تیسرے دن صبح نماز تہجد کے وقت اٹھے تو مسکرا رہے تھے۔ قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے وجہ پوچھی تو قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بھی یہی خواب سنایا کہ ارشاد ہوا ہے کہ تمہارا حدیث پاک پڑھنا اور تمہارے اساتذہ کا پڑھانا دونوں قبول ہیں۔

ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء.

فرماتے ہیں کہ

دوسری دفعہ ایک رات میں سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہیں اور بندہ (حضرت علامہ محمد نواز صاحب رحمتہ اللہ علیہ) بھی حاضر خدمت ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشند خدائے بخشندہ

رفیق خاص جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا سید محمد جلال الدین شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ 1983ء سے شوگر جیسے مہلک مرض میں مبتلا ہو گئے تھے مگر معمولات زندگی میں ذرہ برابر فرق نہ آیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر صابر و شاکر رہے۔

بالآخر ۴ ربیع الاول ۱۴۰۶ ہجری بمطابق 18 نومبر 1985ء بروز سوموار بوقت سحری درود شریف پڑھتے ہوئے وصال فرما گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون.

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

اپنے انتقال سے چند روز قبل حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ سے ۷۰ ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھنے کی وصیت فرمائی۔

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے انتہائی صبر و استقامت کے ساتھ اپنے رفیق خاص کو غسل شریف دیا اور جنازہ پڑھایا۔ لحد میں

اتارنے تک وہاں موجود رہے اور بعد ازاں ختم قل شریف کے عظیم اجتماع میں صرف اتنا فرمایا۔

مجھ پر اللہ تعالیٰ کا اتنا کرم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا فضل ہے کہ مجھے ایسے شیخ ملے (سراج السالکین حضرت قبلہ عالم پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب قدسرۃ) جن کی مثال نہیں ملتی اور استاد (محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ) بھی ایسے عطا ہوئے جو کہ اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اور اس طرح رفیق (حضرت حافظ الحدیث پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ) سرپرست ایسے ملے جو اپنی مثال آپ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی برکات کو تا قیامت جاری و ساری رکھے۔

شدید رقت کے باعث آپ رحمتہ اللہ علیہ مزید گفتگو جاری نہ رکھ سکے۔

بقول ڈاکٹر محمد اشرف آصف صاحب!

حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کی بے مثال رفاقت کچھ اس طرح ہے۔

ملایا ان کو کریم مرشد نے
ایسی الفت کی ڈوریوں میں
زمانے بھر میں مثال ٹھہرا
وہ بانکپن ان کی قربتوں کا

گوجرانوالہ آمد اور

جامعہ نوریہ عظمت العلوم کا قیام

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے 1988ء میں قدوۃ الاولیاء، زبدۃ العرفا، پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب مدظلہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے حکم پر گوجرانوالہ شہر میں منتقل ہو کر اپنی رہائش گاہ میں ہی جامعہ نوریہ رضویہ عظمت العلوم کے نام سے ایک عظیم جامعہ قائم فرمایا اور نظر کی کمزوری اور جسمانی نقاہت کے باوجود تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

تعلیمی خدمات:

یہاں دورہ تفسیر قرآن کے ذریعے قرآنی علوم و معارف سے کثیر تعداد میں طلبا فیضیاب ہوئے اور دور میراث کے ذریعے علم الفرائض کی تدریس بھی فرمائی۔ یہ بات ساری دنیا جانتی ہے کہ قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کو سراجی پڑھانے میں کمال حاصل تھا لہذا بے شمار علماء، طلبا اور دیگر طبقات زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات نے بھی اس دورہ میں شرکت کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کیا۔

درس نظامی:

جامعہ کے مستقل طلبا کیلئے درس نظامی کے مکمل اسباق کا اہتمام کیا گیا اور حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے تقریباً درس نظامی کی تمام کتب کی تدریس فرمائی۔

دورہ حدیث شریف:

منتہی طلبا کیلئے دورہ حدیث شریف کا اہتمام کیا گیا اور حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدریس میں علوم و معارف حدیث کا ایسا انداز اپنایا کہ بریلی شریف کے دورہ حدیث کی یاد تازہ ہوگئی۔ کئی طلبا نے تنظیم المدارس اہلسنت کا امتحان دیا اور نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔

دامن نگہہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چین تواز تنگی داماں گلہ دارد

دوسرا حج:

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے 1996ء میں دوسری مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ اس مرتبہ وہ ہوائی جہاز پر حجاز مقدس پہنچے اور 45 روز حرمین شریفین میں گزار کر واپس تشریف لائے اور دوبارہ نئے عزم کے ساتھ تدریس میں مصروف ہو گئے۔

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام

علالت طبع:

نظر بے حد کمزور ہو گئی نیز اعضاء و جوارح میں بھی اب پہلے جیسی توانائی باقی نہ تھی۔ لہذا 1999ء میں ایک معمولی حادثہ میں شدید علیل ہو گئے اور چلنا بھی دشوار ہو گیا مگر اس کے باوجود اسباق کا سلسلہ جاری رہا۔

2002ء تک شرح جامی اور نور الانوار کے اسباق جاری رہے مگر بعد ازاں چونکہ صحت زیادہ کمزور تھی لہذا اسباق باقاعدہ تو نہ ہوتے مگر جب بھی کسی نے پوچھا تو پورا پورا حاشیہ تفصیل سے ترتیب سے بیان فرما دیا۔

جب تک اعضاء ساتھ دیتے رہے جامع مسجد گوندل والی میں پانچ وقت کی نماز باجماعت پڑھاتے رہے اور رمضان المبارک میں حسب سابق اعتکاف فرماتے رہے مگر جب چلنا ناممکن ہو گیا تو بیٹھک میں ہی نماز باجماعت کا اہتمام فرما لیتے۔ سحری کے وقت جلد ہی اٹھ جاتے۔ نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد درود شریف پڑھتے اور آذان فجر تک ذکر و درود میں مصروف رہتے۔

جیسے بھی ممکن ہوا حضرت کیلیانوالہ شریف اور شرقپور شریف میں حاضری ہوتی رہی۔ رمضان المبارک کے روزے اور نماز تراویح میں قرآن

کریم کی تلاوت کی۔ سماعت میں کبھی ناغہ نہ ہوا۔ نمبر[1]

2003ء میں رمضان المبارک میں حضرت صاحبزادہ مولانا قاری محمد اکرام اللہ صاحب نے ء نماز تراویح میں قرآن شریف کی تلاوت کی اور ایک دن تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کہ الحمدللہ میرے ذمہ زندگی بھر کی کوئی نماز یا روزہ نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر خاص فضل و احسان ہے۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

شعبان المعظم 2004ء میں صحت زیادہ علیل ہو گئی۔ انہی ایام میں پروردہ آغوش ولایت حضرت علامہ صاحبزادہ پیر سید عظمت علی شاہ صاحب بخاری حضرت کیلیانوالہ شریف اور شہزادہ حافظ الحدیث حضرت صاحبزادہ سید محمد مظہر قیوم شاہ صاحب بھکھی شریف تشریف لائے تو ارشاد فرمایا کہ

''میرے شیخ کامل اعلیٰ حضرت پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ حضرت کیلیانوالہ شریف پانچ سال بستر علالت پر رہے اور میرے مخدوم حضرت سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی پانچ سال علیل رہے اور اب میرے بھی پانچ سال پورے ہو گئے ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ا۔ صاحبزادہ قاری عثمان علی گیلانی

وصال

اگلے دن انتہائی احتیاط سے وضو فرمایا اور وصیت فرمائی کہ

''اب مجھے کوئی دوا نہ دینا۔''

اس کے بعد مکمل طور پر استغراق کی کیفیت طاری ہو گئی اور نماز کی صورت میں ہاتھ باندھ کر ذکر قلبی میں مصروف ہو گئے اور دو دن اسی صورت میں رہنے کے بعد ۲۷ شعبان المعظم ۱۴۲۵ ہجری بمطابق 13 اکتوبر 2004ء بروز بدھ رات تقریباً ایک بجے بعمر مبارک 84 سال اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے

انا لله و انا اليه راجعون.

رحمته الله عليك خير اخلاف الكرام	بزرگوں کے بہترین خلف تم پر اللہ
تم قرير العين في قبرك الى يوم القيام	تعالیٰ کی رحمت ہو۔ قیامت تک
كنت في الدنيا سلاما حسرت في دار السلام	اپنی قبر میں میٹھی نیند سوتے رہو۔ تم
اسكت الموت استاذ القوم حسان الزمان	دنیا میں باعث سلامتی تھے اور اب
	تم سلامتی کے گھر پہنچ گئے ہو۔
	افسوس کہ موت نے قوم کے استاد
	اور حسان زمانہ کو خاموش کر دیا۔

جنازہ:

۱۵ اکتوبر بروز جمعۃ المبارک صبح ۱۰ بجے پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ الحاج پیر سید عظمت علی شاہ صاحب بخاری مدظلہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف نے اپنے استاذ گرامی کا جنازہ پڑھایا۔

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد مظہر قیوم شاہ صاحب آستانہ عالیہ بھکھی شریف نے اپنے محسن و مربی کیلئے آخری دعا فرمائی۔

نماز جنازہ میں ملک بھر کے علماء کرام، مشائخ عظام اور اہلسنت و الجماعت کے تمام طبقات سے تعلق رکھنے والے کثیر افراد نے شرکت فرمائی اور بعد ازاں زیارت کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔

آج ہمارے استاذ گرامی! علامہ اقبال مرحوم کے اس شعر کا مصداق معلوم ہو رہے تھے۔

نشان مرد مومن باتو گویم ــــ مرد مومن کی نشانی میں تمہیں بتاتا
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست ــــ ہوں جب موت کا وقت آ جائے تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ طاری ہو گی۔

اور زیارت کرنے والے طلبا، علماء و مشائخ کی دل کی دھڑکنیں یہ صدا دے رہی تھیں۔

منی السلام الی من لَسْتُ انساہ

ولا یمل لسانی قط زکراہ

فان غاب عنی فان القلب مسکنہ

ومن یسکون قلبی کیف انساہ

''اسے میرا سلام پہنچے جسے میں کبھی بھول نہیں سکتا اور نہ ہی میری زبان اس کے ذکر سے سیر ہو سکتی ہے۔ ہر چند کہ وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا ہے مگر میرا دل تو اس کا نگر ہے اور جو میرے من میں رہتا ہے اسے میں کیوں کر بھلا سکتا ہوں۔''

تدفین کیلئے جامعتہ مدینتہ العلم ہی کا ایک گوشہ منتخب کیا گیا اور جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان (حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ) صاحبزادہ حاجی فضل کریم مدظلہ، مناظر اسلام حضرت علامہ صاحبزادہ قاری محمد عرفان شاہ صاحب مشہدی اور دیگر علماء و مشائخ نے درود شریف وکلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے تدفین کی سعادت حاصل کی۔ اس موقع پر جامعہ مدینتہ العلم کے طلبا اعلیٰ حضرت کا یہ نعتیہ کلام پڑھ رہے تھے جو کہ قبلہ استاذ گرامی کے صحیح مصداق تھا۔

صدقہ تیرے پیارے کا جو سنی مرے

یہ نہ فرمائیں تیرے شاہد کہ وہ فاجر گیا

عرش پر دھومیں مچیں کہ مومن و صالح ملا

فرش پہ غل اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

صاحبزادگان:

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے چار صاحبزدگان بطور یادگار چھوڑے ہیں۔ بحمد تعالیٰ چاروں حافظ قرآن اور عالم دین ہیں۔ یہ ایک ایسا اعزاز ہے جو بہت کم علماء کو نصیب ہوتا ہے۔

حضرت علامہ صاحبزادہ قاری محمد صفوۃ اللہ نقشبندی کیلانی مدظلہ:

موضع ڈنگہ میں قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد ایف اے تک رسمی تعلیم حاصل کی بعد ازاں اپنے والد گرامی کے درس نظامی کی کتب پڑھیں اور دورہ حدیث شریف کی تکمیل کے بعد تنظیم المدارس اہلسنت کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ عرصہ دراز سے یورپ میں خدمت دین متین میں مصروف ہیں۔ پہلے ڈنمارک میں اور اب ناروے میں خدمات سرانجام دے رہیں۔

قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند اکبر اور جملہ انتظامی و روحانی صلاحیتوں سے متصف ہونے کی بنا پر سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف نے بے شمار علماء و مشائخ کی موجودگی میں ختم چہلم کے موقع پر دستار بندی کی اور انہیں باقاعدہ طور پر حضرت استاذ گرامی کا نائب

مقرر کیا گیا۔

حضرت صاحبزادہ مدظلہ اپنی عادات و اطوار میں اپنے والد گرامی کا عکس جمیل ہیں اور وسیع تر خدمت دین متین کا جذبہ رکھتے ہیں۔ بہترین مقرر اور انتظامی امور کا وسیع تر تجربہ بھی انہیں حاصل ہے۔

حضرت علامہ صاحبزادہ قاری خالد محمود نقشبندی کیلانی حفظہ اللہ:

قرآن مجید کی حفظ و تکمیل کے بعد میٹرک کا امتحان اعلیٰ درجے میں پاس کیا اور بعد ازاں اپنے والد گرامی کے درس نظامی کی کتب پڑھیں اور دورہ حدیث شریف میں شمولیت اختیار کی۔ بعد ازاں تنظیم المدارس اہلسنت کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی اسلامیات میں کامیابی حاصل کی اور اس کے ساتھ فن خطاطی کی تربیت اور سبع عشرہ کر کے تجوید و قرأت میں بھی مہارت حاصل کی۔

ایک عرصہ تک ڈنمارک میں خدمت دین متین کے بعد جامعہ مدینہ العلم کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مرکزی جامع مسجد اگوکی ماڈل ٹاؤن سیالکوٹ میں خطیب ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب بہترین مقرر اعلیٰ درجہ کے منتظم اور کہنہ مشق مدرس بھی ہیں۔ یوں تو درسِ نظامی کے تمام شعبہ جات میں تدریس کر سکتے ہیں مگر علم تفسیر اور حدیث شریف میں تدریس ان کے پسندیدہ شعبے

ہیں۔

حضرت مولانا صاحبزادہ قاری محمد انعام اللہ نقشبندی کیلانی:

آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز حسب دستور قرآن شریف سے کیا اور حافظ قرآن بننے کی سعادت حاصل کی اور اس کے بعد عصری تعلیم میں مصروف ہو گئے۔ بعد ازاں اپنے والد گرامی سے شرح جامی تک کتب کی تکمیل کی۔ طیبہ کالج لاہور سے فاضل الطب و الجراحت کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا تاہم فن تجوید و قرآت میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں اسی لئے شعبہ عشرہ کی تکمیل کر چکے ہیں۔

صاحبزادہ صاحب خوش شکل، خوش مزاج شخصیت کے مالک ہیں۔ صوفیانہ مزاج رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے عمدہ اخلاق اور بہترین عادات و خصائل کے مالک ہیں۔

حضرت صاحبزادہ علامہ مولانا قاری محمد اکرام اللہ صاحب:

بھکھی شریف میں قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد حسب دستور عصری تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں پانچ سال تک اپنے والد گرامی سے درس نظامی کی کتب پڑھتے رہے اور اس کے بعد تین سال تک حضرت علامہ مولانا غلام محمد تونسوی مدظلہ کے حلقہ درس سے وابستہ رہے۔ دو سال تک بہاولپور میں رہ کر درس نظامی کی قدیمی کتب پڑھتے رہے جن سے آج کل کے فاضلین تہی دامن نظر آتے ہیں۔ فیصل آباد میں دورہ حدیث کی کتب

پڑھنے کے بعد جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ میں مصروف تدریس ہو گئے۔
اپنے والد گرامی کی طرح فن تدریس میں بے پناہ دلچسپی رکھتے ہیں
اور اس کے ساتھ ساتھ جامعہ مدینۃ العلم کے انتظامی امور بھی انتہائی ذمہ
داری سے سرانجام دیتے ہیں۔

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کی علمی یادگار

''جامعتہ مدینتہ العلم'' گوجرانوالہ

حضرت مجدد الف ثانی کمپلیکس:

موجودہ پرفتن دور میں تمام اطراف سے اسلام کے خلاف منظم انداز سے تحریک چلائی جا رہی ہے۔ کہیں سیکولر نظریات کو ہوا دی جا رہی ہے اور کہیں دین کا نام لے کر عوام الناس کو دین سے دور کیا جا رہا ہے۔ دینی تعلیم سے ایک منظم پروگرام کے تحت لوگوں کو دور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایسے عالم میں اہل درد حضرات اپنی ہمت کے مطابق لادینیت کے اس سیلاب کو روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جامعہ مدینتہ العلم بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

جامعہ مدینتہ العلم کے بانی عظیم علمی شخصیت استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے قدوۃ الاولیاء پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ مدظلہ سجادہ نشین عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے حکم پر 1988ء میں گوجرانوالہ تشریف لا کر اس عظیم تحریک کا آغاز کیا۔

اپنی رہائش گاہ میں ہی جامعہ نوریہ رضویہ عظمت العلوم قائم فرمایا۔

شعبہ تحفیظ القرآن کے ساتھ درس نظامی اور طالبات کیلئے علیحدہ جامعہ قائم کر دیا گیا۔

طلباء کی ضروریات اور بڑھتی ہوئی تعداد اور وسیع تر خدمت دین متین کیلئے 1992ء میں بائی پاس عالم چوک برلب جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں تقریباً گیارہ کنال رقبہ خریدا گیا جہاں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق اب ایک عظیم الشان منصوبہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ایجوکیشن کمپلیکس تکمیل کے آخری مراحل میں ہے جو اب تک 106 کمروں اور ایک بڑے آڈیٹوریم پر مشتمل ہے۔

تحفیظ القرآن، تجوید القرآن، درس نظامی، میٹرک، ایف اے۔ بی اے، ایم اے کے ساتھ ساتھ فنی تعلیم، فن طب، فن خطاطی کا بھی آغاز کیا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی برلب سڑک ایک عظیم الشان مسجد بھی تعمیر پروگرام کا حصہ ہے۔

الحمدللہ سینکڑوں طلبہ و طالبات اس چشمہ فیض سے مستفید ہو رہے ہیں۔ قابل اور محنتی اساتذہ شائقین علم کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہیں۔

جامعہ مدینتہ العلم گوجرانوالہ کا حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کمپلیکس:

- ☆ 2000 طلبا کیلئے تعلیمی ضروریات کا کفیل ہو گا۔
- ☆ عظیم الشان امام اعظم لائبریری اور دارالمطالعہ۔

☆ درس نظامی اور تنظیم المدارس کے امتحانات۔

☆ میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی کے عین مطابق۔

☆ لینگویج کورسز۔

☆ کمپیوٹر سائنسز اور کمپیوٹر لیب۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ایجوکیشن کمپلیکس کی تفصیل:

ا۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی سے منسوب احمد رضا خان آڈیٹوریم۔ 3750 فٹ پر مشتمل خوبصورت ہال اور اسٹیج اور ایک تہہ خانہ جس میں ایڈمن بلاک اور لائبریری ہو گی۔

۲۔ قدوۃ الاولیاء قطب وقت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب شیر ربانی رحمتہ اللہ علیہ بلاک۔

6600 مربع فٹ پر مشتمل تہہ خانہ سمیت دو منزلہ عظیم الشان عمارت ''الکلیتہ الشرعیہ'' درس نظامی، تنظیم المدارس کے امتحانات، عربی لٹریچر، فاضل عربی اور ایم اے عربی۔

۳۔ سرتاج الاولیاء حضرت پیر سید محمد نور الحسن شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ نقشبندی مجددی سے منسوب سرکار کیلانی بلاک۔

6600 مربع فٹ پر مشتمل تہہ خانہ سمیت دو منزلہ عمارت، علوم جدیدہ، میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے، کمپیوٹر سائنسز،

لینگوئج کورسز، فن تلاوت و نعت، فن خطابت، فن کتابت، طبی علوم وفنی علوم۔

۴۔ باب مدینۃ العلم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب جامع مسجد مدینۃ العلم۔

جامع مسجد مدینۃ العلم کے مستقبل کے منصوبہ جات:

۱۔ غزالی کمپلیکس، ۴ کنال پر مشتمل ۱۰۰۰ طلبا کی رہائش کیلئے حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب "غزالی کمپلیکس"۔

۲۔ سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا ایجوکیشن کمپلیکس ۴ کنال پر مشتمل ۵۰۰ طالبات کیلئے دارالتدریس اور دارالاقامۃ۔

۳۔ مدینۃ الشفا ۲ کنال پر مشتمل تمام جدید سہولیات پر مشتمل ہسپتال جو کہ کوالیفائیڈ سٹاف پر مشتمل ہوگا۔

۴۔ محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب الجیلانی کمپلیکس۔

۵۔ ۸ کنال پر مشتمل اساتذہ کیلئے رہائشی منصوبہ سٹاف کالونی۔

اغراض و مقاصد:

۱۔ رضائے الٰہی کے حصول کیلئے نئی نسل کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا۔

۲۔ ایک علمی تحریک سے تمام شعبہ ہائے زندگی میں انقلاب بپا کرنا۔

۳۔ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشنی کے ساتھ ساتھ طلبا میں فقہات دین پیدا کرنا۔

۴۔ اسلام کے خلاف زہر اگلنے والی تحریکات کا سدّ باب کرنا۔

۵۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کے ماحول میں طلباء کے اندر روحانی اقدار کو فروغ دینا۔

۶۔ نئی صدی کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کیلئے اسلامی لٹریچر عام کرنا۔

برائے عطیات

اکاؤنٹ نمبر 68-9853

حبیب بنک لمیٹڈ حافظ آباد روڈ برانچ، گوجرانوالہ۔

منظوم نذرانہ عقیدت

عاشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

استاذ العلماء حضرت علامہ محمد نواز صاحب نقشبندی

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

از ماسٹر محمد طفیل حافظ آبادی

یہ ہے بزم عاشق مصطفےٰ ﷺ
جو یادیں بسا کر چلے گئے
ایسا داغ فرقت دے گئے
کہ دار فنا سے چلے گئے
وہ علامہ محمد نواز تھے
جن کے محدث اعظم استاد تھے
جو فاضل بریلی شریف کا
اعزاز پا کے چلے گئے
با عمل وہ عالم دین تھے
کردار کے وہ حسین تھے
جو دل میں عشق رسول ﷺ کی
شمع جلا کے چلے گئے

آل نبی ﷺ کا کرم ہوا
پیر کیلانی سرکار کا
جو نائب شیرِ ربانی سے
نسبت بنا کے چلے گئے

☆☆☆

"وقت کے رازی دوراں"

استاذ المحدثین فخر المدرسین حضرت علامہ محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

از مولانا محمد صدیق سالک سیالکوٹ

عمر بھر دیتے رہے درسِ حدیث
بالیقین تھے حضرت شیخ الحدیث
بھاگتا تھا ان سے ہر نفس خبیث
علم کے بحر درخشاں چل دیئے
علم کے خورشید تاباں چل دیئے
مشغلہ تھا پاک ان کا مدام
دن کو تبلیغ دین شب کو قیام
اس حقیقت کو کیا سمجھیں عوام

وقت کے رازی دوراں چل دیئے
علم کے خورشید تاباں چل دیئے

☆☆☆

"محفل رنگ و نور"

معروف مقرر عظیم سکالر جواں فکر جواں سال حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف مدظلہ کا تعلق آستانہ عالیہ بھکھی شریف کی مردم خیز بستی سے ہے۔ ان کے والد گرامی جو شعبہ تعلیم سے وابستہ تھے حضرت قبلہ استاذ الاساتذہ اور حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہما کے حلقہ احباب سے متعلق تھے۔ لہذا بچپن سے ہی ان حضرات قدس کی صحبت کا فیض حاصل ہوا۔ علامہ صاحب نے انہی ایمان افروز لمحات کی کیفیات کو اشعار کا روپ عطا کیا ہے۔

آنکھ کھلتے ہی مجھے رنگ وہ آیا نظر
صبغۃ اللہ جس کے بارے میں ہے قرآن کی خبر
اک منبع علم و عرفان کا تھا میرے سامنے
کتنی ہی پرکیف تھی زندگانی کی سحر
چل بسے وہ جلد ہی حسرتوں کو توڑ کر
تنگ میری لوحِ عقل تھی خام تھی میری عمر
تشنگی قلب و نظر کی اب تلک باقی ہی تھی

ان کی صحبت میں کیے کئی سال وہ بسر
رہ رہ کے یاد آتا ہے وہ محفل کا سماں
بارشِ تسکین سے مخمور تھا جس کا ابر
کتنے زوروں کو چمکنا آ گیا اس بزم سے
کتنے سنگریزے بنے اس بزم سے عالی گہر
ایسے ہی مردان حق تعمیر کرتے ہیں جہاں
بدل دیتے ہیں اسی کو کرتے ہیں جس پر نظر
راہیں دکھلانے کے کھلے افلاک میں پرواز کی
ھبہ کرتے ہیں کبوتر کو شاہین کا جگر
یہ ہیں میرے شیخ میرے خانہ دل کے مکین
انہیں سے آباد ہے آج بھی اپنا نگر
آصف لاچار ناکارہ کو کچھ بھی حاصل ہے اگر
اسی محفل کی عطائے بے کراں کا ہے اثر

☆☆☆

"استاذ اعظم"

بحر العلوم استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد نواز صاحب نقشبندیؒ

از جناب مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف صاحب

ذکر چھیڑوں تو چھیڑوں کیسے استاذ اعظم کی عظمتوں کا
ایک ایسی وادی میں سوچ گم ہے
نہیں پتہ جس کی وسعتوں کا
وہ عصر حاضر کے واسطے تھے ایک پیغامِ بوذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
ہے آج مشکل تلاش کرنا
کوئی جنم ان کی خصلتوں کا
خلوص و تقویٰ و صفائے باطن
تواضع ان کے خمیر میں تھی
قسیم حکمت نسیم طیبہ
وہ ایک میلہ تھے برکتوں کا
ملایا ان کو کریم مرشد نے ایسی الفت کی ڈوریوں سے
زمانے بھر میں مثال ٹھہرا وہ بانکپن انکی قربتوں کا

ادائے تدریس سے انہیں کوئی اس طرح کا معاشقہ تھا
رات دن میں شباب وپیری میں یہی وظیفہ تھا ساعتوں کا
وہ دیکھ لو جامعہ بھکھی کے بام و دراب بھی بولتے ہیں
جو عالم بے خودی میں دیتے تھے درس جامی کی حکمتوں کا
ہمیں تو ان کی گواہیوں سے دکھائی دیتا تھا عہد مرشد
رفیق مرشد بھی چل دیئے ہیں یہ قتل کیسا حسرتوں کا
جب بھی حاضر ہوا یہ آصف تو نئی نرالی نوازشیں تھی
کہاں سے ڈھونڈیں غم کے مارے کوئی سائبان ایسی شفقتوں کا

☆☆☆

حصول تھا ساری نسبتوں کا
ملایا ان کو کریم مرشد نے
ایسی الفت کی ڈوریوں میں
زمانے بھر میں مثال ٹھہرا
وہ بانکپن ان کی قربتوں کا
ادائے تدریس میں انہیں
کوئی اس طرح کا ملازمہ تھا
شباب و پیری میں روز و شب میں
یہی وظیفہ تھا ساعتوں کا
وہ دیکھ لو جامعہ بھکھی کے

بام و در اب بھی بولتے ہیں
جو عالم بیخودی میں دیتے تھے
درس جامی کی حکمتوں کا
ہمیں تو ان کی جوانیوں سے
دکھائی دیتا تھا عہد مرشد
رفیق مرشد بھی چل بسے ہیں
یہ قتل ہے کیسا حسرتوں کا
جب بھی حاضر ہوا یہ آصف
تو نئی نرالی نوازشیں تھیں
کہاں سے ڈھونڈیں گے غم کے مارے
کوئی سائباں ان کی شفقتوں کا

☆☆☆

قطعات تاریخ وصال

جناب مہجور گجراتی

''آہ باب عطاء استاذ العلما''

۱۴۲۵ ہجری

برگزیدہ زماں مولانا مفتی محمد نواز نقشبندی مجددی کیلانی

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

2004ء

چلے چھوڑ کر دارفانی وہ آج
رہے زندگی بھر جو طبعًا لطیف
دبستان فقر و غنا تھے بجا
توکل رہا ان کا دائم حلیف
کیا عام فیض عشق نبی ﷺ
بجا ان پہ نازاں ہے دین حنیف
ملا ان سے ہے اہل حق کو فروغ
کیے بد عقیدہ انہوں نے نحیف

تمام عمر گزاری ہے تدریس میں
نہیں کوئی اس فن میں ان کا حریف
حقیقت میں تھے عالمِ باعمل
رہے بے نیازی کے وہ ہم ردیف
شروعات دیں سے سن وصل آہ
کہو نورِ فیض بریلی شریف

20004

☆☆☆

"مربی علم دین"

دنیا سے اٹھ گیا ہے مربی علم دین
جو پائے علم دیں کا جینا ہوا محال
مجبور مجھ سے ہاتف غیبی نے یہ کہا
شیخ الحدیث مہر منور سن وصال

2004

☆☆☆

شیخ المحدثین، فخر المدرسین بدر الملۃ والدین حضرت علامہ مولانا محمد نواز نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے سال وصال کے چند تاریخی مادے

از جناب ملک محمد محبوب الرسول قادری صاحب

بدرِ عصر استاذ العلماء مولانا محمد نواز نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ

۲۰۰۴ء

☆☆☆

امدادِ الٰہی، چراغ ھدایت مولانا محمد نواز رحمتہ اللہ علیہ

۲۰۰۴ء

☆☆☆

فیض محبوب بریلی شریف و سرہند رحمتہ اللہ علیہ

۱۴۲۵ ہجری

☆☆☆

قطعہ تاریخ رحلت

از قلم

صاحبزادہ فیض الامین فاروقی ایم اے

''وقار العلماء مولانا علامہ محمد نواز نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ''

۱۴۲۵ ہجری

زبدہ اہل دانش محمد نوازؒ
قلب روشن از عشق شاہ حجاز

در کمالات دیں بحر بے کراں
بُد معلم محدّث فصیح اللّساں

صاحب اتقا پیکرِ آگہی
بہرِ عصرِ رواں بُد چوں مولا علی

مرد میدان تدریس عظمت نشان
در جہاں یادگارش بسے فاضلاں

مغتنم بُد دریں دورِ قحط الرّجال
دیدہ در خوب سیرت خجستہ خصال

بست و ہشتم ز شعبان روزِ خمیس
زیب خُلد بریں شد آں ذات نفیس

اختر فلک دیں شد نہاں در زمیں
گشت ویراں از و محفل شائقیں
مرقدش را خدایا بکن پُر ضیاء
ہم ببار ابر رحمت برو دائما
گفت فیض الامین سالِ آں پاکباز
"رفت مقبولِ عصرِ آں محمد نواز"

۱۴۲۵ء

بہر سال مسیحی خرد زد ندا
"صاحب مرتبہ رفت شیریں ادا"

2004ء

☆☆☆

قطعہ تاریخ رحلت

از قلم

صاحبزادہ فیض الامین فاروقی ایم اے

"زبدۂ اسلامیاں مولانا علامہ محمد نواز نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ"

2004ء

"چل دیا وا در یفا محمد نواز"

۱۴۲۵ ہجری

صاحب علم و ادراک الفت طراز
بے مثال اِک محدث مفکر تھا وہ
اس کی سیرت پہ تھا زہد و تقویٰ کو ناز
اس کا سینہ خزینہ تھا عرفاں کا
مال و جاہ و حشم سے وہ تھا بے نیاز
پانچ شنبہ اٹھائیں شعباں کو
بادۂ وصل حق سے ہوا سرفراز
اس کی مرقد ہمیشہ فروزاں رہے
پائے جنت میں وہ قرب شاہِ حجاز

سالِ رحلت کہو تم یوں فیضِ الامیں

"مولانا فخرِ دوراں محمد نواز"

۱۴۲۵ ہجری

باب نمبر۲

حالات

حضرت قبلہ استاذ الاساتذہ کے شیخ کامل

برہان الواصلین۔ امام الکاملین

سراج السالکین حضرت پیر

سیّد محمد نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

سراج السالکین، امام العارفین حضرت پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب بخاری ابن سید غلام علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ۲۷ جمادی الاول ۱۳۰۶ ہجری بمطابق 30 جنوری 1898ء بروز بوقت شب حضرت کیلیانوالہ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد باکمال بزرگ تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی طبع سلیم میں ابتداء ہی سے تقویٰ و طہارت اور نیکی کے جذبات بدرجہ اتم موجود تھے۔

ظاہری تعلیم کیلئے پہلے احمد نگر اور پھر قصبہ رسولنگر میں داخل ہوئے اور پرائمری پاس کر کے سکول چھوڑ دیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت کیلیانوالہ شریف کے معروف خوشنویس مولانا نور الٰہی سے فن خوشنویسی سیکھا پھر کچھ عرصہ ٹھیکیداری کرتے رہے۔ بعد ازاں چک نمبر ۱۴ ضلع شیخوپورہ منتقل ہو گئے۔

ایک روز اپنے برادر اکبر کے ہمراہ شرقپور شریف زمین کے تبادلے کے لئے گئے تو اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے نام پوچھا تو عرض کیا کہ

''نور الحسن شاہ''

حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کہو تو نور نہ بنا دوں۔ نیز فرمایا کہ زمین کے تبادلے کی ضرورت نہیں اگر آپ چاہیں تو آپ کی قسمت کے تبادلے کر دیتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی شریف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں کسی بڑے سے بڑے افسر سے مرعوب نہیں ہوا مگر حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ایسا رعب چھایا کہ میں بول نہ سکا۔ ولی کامل کی زبان سے نکلا ہوا یہ جملہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوا اور سراج السالکین حضرت سید محمد نور الحسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے ایسا رابطہ قائم ہوا کہ دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ذریعے رشد و ہدایت کا ایسا چشمہ جاری ہوا کہ جس سے لاکھوں تشنہ کام سیراب ہوئے۔

حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے شرقپور شریف میں ہی قرآن مجید پڑھا اور اور بارہ سال اپنے مرشد کامل کی بارگاہ میں رہ کر وہ فیوض و برکات حاصل کیے کہ آپ کی تحریر و تقریر بڑے بڑے علماء کو حیرت زدہ کر دیتی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اکثر و بیشتر سفر و حضر میں حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ ایک وقت وہ آیا کہ حضرت میاں صاحب قدس سرہ العزیز نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو خلافت و اجازت سے نوازا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ ان کے اکابر خلفاء میں شمار ہونے لگے۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ حضرت شیر ربانی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم سے حضرت کیلیانوالہ شریف منتقل ہوئے تو اہل تشیع افراد نے مزاحمت

شروع کر دی اور طرح طرح کے درپے آزار ہوئے۔ مقدمہ بازی اور قاتلانہ حملے کی نوبت بھی آئی مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کمال حلم سے سب کچھ برداشت کرتے رہے حتیٰ کہ مخالفین کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فیض آفتاب دن بدن عروج پر رہا۔

سراج السالکین حضرت سید محمد نور الحسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے دور کے وہ عظیم روحانی پیشوا تھے جن کے ذریعے ان گنت افراد راہ راست پر آ گئے اور بے شمار منزل مقصود پر پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی سے نوازا تھا۔ مشکل سے مشکل مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو فرماتے اور منٹوں میں حل فرما دیتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف جلیل ''الانسان فی القرآن'' تبحر علمی کا بہترین شاہکار ہے۔ جس میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مختلف موضوعات پر شرح صدر سے گفتگو فرمائی ہے اور بعض اختلافی مسائل کو بڑے حکیمانہ انداز میں سلجھایا ہے۔

تحریک پاکستان میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بڑی عظیم خدمات ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ دو قومی نظریہ کے زبردست حامی تھے۔ چنانچہ کانگرسی قوم فروش لیڈروں کے ساتھ ان کی مناظرانہ گفتگو تاریخ کا روشن باب ہے۔

استاذ الاساتذہ بحر العلوم حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت میاں محمد عالم صاحب آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے نسبت و طریقت رکھتے تھے۔ جب حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت کیلانی کے متعلق فرمایا کہ جس نے

مجھے دیکھنا ہو وہ اب شاہ صاحب حضرت کیلیانوالہ شریف کو دیکھ لے تو اس ارشاد کے بعد میاں محمد عالم صاحب بھی آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف میں ہی حاضر ہونے لگے۔

چنانچہ 1933ء میں وہ پہلی مرتبہ اپنے والد گرامی اور والد ماجد رحمتہ اللہ علیہما کے ہمراہ حاضر ہوئے اوراس کے بعد 1936ء میں حاضر ہوئے جب آپ مڈل کا امتحان پاس کر چکے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والدِ گرامی کی درخواست پر اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے قبلہ استاذ گرامی کو مانگٹ شریف بھیج دیا۔ ایک سال بعد حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ موضع سوئیانوالہ میں اپنے ماموں کے پاس پڑھنے لگے اور جمعتہ المبارک اپنے استاذ اور ماموں حضرت مولانا محمد عالم صاحب نقشبندی کے ہمراہ حضرت کیلیانوالہ میں پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے۔ ان دنوں حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے استاذ گرامی مولانا محمد سعید صاحب مانگٹ شریف کے ہمراہ جمعتہ المبارک کی اس نورانی محفل میں شریک ہونے لگے اور اسی مرکز علم وعرفان میں دونوں حضرات کی شناسائی ہوئی اور بعد میں دونوں کو حکم ہوا کہ مل کر پڑھو اور پھر مرشد کامل رحمتہ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دونوں حضرات حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ تحصیل علم کے سفر پر روانہ ہو گئے۔

1940ء میں جب حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ حاصلانوالہ

میں حضرت علامہ مولانا سلطان احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس شرح جامی، کنز الدقائق، شرح تہذیب ونحو کی کتب پڑھ چکے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والدِ گرامی رحمتہ اللہ علیہ انتقال فرما گئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے گاؤں میں امامت کا مسئلہ پیش ہوا۔ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت کیلیانوالہ شریف جا کر اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا۔

''حضور! میرا پڑھنا تو اب ختم ہو گیا ہے۔ گھر میں چونکہ بڑا ہوں لہذا برادری والے مجھے ہی مجبور کریں گے کہ والد گرامی کی جگہ امامت کے فرائض سرانجام دوں۔ دوسرے بھائی چونکہ چھوٹے ہیں اور زیرِ تعلیم بھی۔ لہذا مجھے ہی گھر رہنا ہو گا تاکہ وہ تعلیم مکمل کر سکیں۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سب حالات و واقعات سن کر فرمایا کہ

''آپ جائیں اور اپنی تعلیم مکمل کریں گھر کا اللہ تعالیٰ محافظ ہے۔''

چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا حکم سنتے ہی حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے رفیق سفر حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ حصول علم میں مشغول ہو گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ

''حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ مجھے رخصت فرمانے لگے تو بڑے اہتمام کے ساتھ خلاف معمول مجھے چھ سات روٹیاں گھر سے پکوا دیں اور فرمایا کہ اب چلے جاؤ۔

میں نے عرض کی حضور میں نے لاہور جانا ہے۔ اتنی روٹیوں کی کیا

ضرورت ہے۔ ارشاد فرمایا کہ لے لو کام آئیں گی۔ جب بندہ ریل گاڑی کے ذریعے اچھرہ لاہور پہنچا تو پتہ چلا کہ حضور قبلہ شاہ صاحب پیر سید محمد یعقوب شاہ صاحب کیرانوالہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بٹالہ ضلع گرداسپور انڈیا چلے گئے ہیں اور دوسرے طالب علموں کو پتہ دے گئے ہیں کہ جب میں لاہور پہنچوں تو مجھے بٹالہ بھیج دیں۔ اب مجھے پتہ چلا کہ اتنی روٹیاں کیوں دی گئیں تھیں کہ بٹالہ کے راستے میں کام دیں گی۔ بندہ دوسرے تیسرے دن بٹالہ پہنچا۔ قبلہ شاہ صاحب کو سارا ماجرا سنایا۔ کچھ روٹی میرے پاس بچ گئی تھی جو تبرکاً میں نے اور شاہ صاحب نے مل کر کھائی۔ پتہ چلا کہ اللہ والے اپنے نور ولایت سے دور کی چیزیں بھی مشاہدہ فرما لیتے ہیں۔"

حضرت اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ان منفرد متوسلین کی تعلیمی و تربیتی ضروریات کا کس قدر خیال رکھتے تھے اور خود مسلک اہلسنت و جماعت پر کتنی استقامت رکھتے تھے۔ نیز یہ بھی کہ دشمنان عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کس قدر سیف بے نیام تھے۔ یہ سب کچھ جاننے کیلئے ذیل کی تحریر پر غور فرمایئے حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کا خیال تھا کہ جامعہ میں متبادل انتظام نہ ہونے کی وجہ سے اس سال بریلی شریف نہیں جائیں گے۔ مگر حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے حکماً فرمایا کہ اس سال ہی 1946ء کو جانا ہے۔ پیچھے کی فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ

فراست مومنانہ سے دیکھ رہے تھے کہ آئندہ سال تقسیم ملک ہو جانے کی بناء پر بریلی شریف حاضری مشکل ہو جائے گی۔ چنانچہ حکم ہوا کہ سامان لیکر مکان شریف میں قیوم زماں حضرت حاجی شاہ حسین و امام اولیاء حضرت سید امام علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے عرس شریف میں پہنچ جائیں وہاں سے رخصت کروں گا۔ ہم جب مکان شریف میں حاضر ہوئے تو وہاں دیوبندی احراری خطیب عطا اللہ شاہ بخاری بھی آیا ہوا تھا اور سجادہ نشین حضرت کے مکان شریف کی بیٹھک میں ٹھہرا ہوا تھا۔

حضرت صاحب خلاف معمول ہمرائیوں کے ساتھ اس بیٹھک میں تشریف لے گئے۔ ایک رقعہ حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

رقعہ سید منیر حسین شاہ صاحب جوکالوی نے پڑھ کر سنایا جو حسین علی واں بھچروی کے مرید مولوی نذر شاہ جوکالوی نے سجادہ نشین کے نام لکھا تھا جس کا مضمون تھا کہ شاہ صاحب کیلوی کی وجہ سے جوکالیاں اور اس گرد و نواح کے لوگ میرے خلاف ہو گئے ہیں۔ اگر آپ (محفوظ حسین) ان کی خدمت میں عرض کریں کہ وہ علاقہ کے لوگوں کو سمجھائیں تو اس طرح میری مخالفت دور ہوسکتی ہے۔ یہ سن کر حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے سید محفوظ حسین شاہ صاحب کو فرمایا کہ

''نذر شاہ، مولوی حسین علی واں بھچروی کا مرید کا ہے اور ان کے عقاید بڑے خراب ہیں لہذا آپ ان کے متعلق کچھ نہ کہیں۔''

یہی واقعہ عطا اللہ شاہ بخاری سے بالمشافہ گفتگو کا بہانہ بن گیا۔

بخاری احراری کہنے لگا کہ وہ حسین علی دس فٹ کا آدمی ہے۔ لوگوں کو فی سبیل اللہ علم پڑھاتا ہے وغیرہ۔

ہاں یہ درست ہے کہ وہ علم غیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل نہیں اور وہ اس مسئلہ میں حق پر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تعریف میں یوں فرمایا ہے کہ

و انه لکتب عزیز لا یاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه.

عطاء اللہ شاہ بخاری نے چیلنج کے انداز میں کہا کہ اس کے متعلق میری آپ سے بات چیت ہو گی۔ حضرت صاحب قبلہ نے یہ چیلنج قبول کرنے کے انداز میں فرمایا کہ ابھی کر لیتے ہیں۔ چنانچہ گفتگو شروع ہو گئی۔

حضرت صاحب قبلہ کیلوی رحمتہ اللہ علیہ نے آیہ مبارکہ

یا ایها النبی انا ارسلنك شاهدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی الله باذنه و سراجا منیرا کی بڑی بسط سے تشریح فرمائی۔ چنانچہ عصر سے شام اور شام سے عشاء تک مناظرانہ گفتگو ہوتی رہی۔ اس کی پوری تشریح سرکار کیلانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب الانسان فی القرآن میں شاہد و مبشر کے عنوان کے تحت درج ہے۔ شائقین وہاں سے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

حضرت سرکار کیلانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی گفتگو کے دوران عطاء اللہ شاہ بخاری پہلے کچھ اعتراض کرتا رہا لیکن آہستہ آہستہ خاموش ہو گیا۔ بالآخر حضرت کے دلائل قاہرہ اور روحانی تصرف کی وجہ سے اسے تسلیم کے

سوا کوئی چارہ نہ رہا اور اپنی زبان سے اقرار کیا کہ

''حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرہ ذرہ کا علم ہے۔''

حضرت قبلہ صاحب نے ناصحانہ انداز میں فرمایا کہ اس حقیقت کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دیں۔ اس مناظرہ میں میرے سمیت (حضرت استاذ الاساتذہ مولانا محمد نواز صاحب رحمتہ اللہ علیہ) حضرت حافظ الحدیث پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور بیسیوں برادران طریقت موجود تھے۔

چنانچہ عرس شریف کے اختتام پر اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی شریف رحمتہ اللہ علیہ نے دونوں حضرات کو اپنی خاص دعاؤں کے سائے میں بریلی شریف روانہ کیا اور 1947ء میں واپس دورہ حدیث سے فارغ ہوکر دستار فضیلت اور اسناد حدیث لے کر لوٹے۔

سراج السالکین، امام الواصلین اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کی تدریسی کاوشوں کا کتنا خیال تھا یہ جاننے کے لئے ذیل کا واقعہ پڑھیے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ

''میری والدہ ماجدہ مرحومہ مجذوبانہ حالت میں تھیں اور اسی حالت جذب میں گھر سے رات کے وقت نکل گئیں۔ گھر والوں نے بہت تلاش کیا مگر بالکل کسی جگہ سے ان کا پتہ نہ چلا تو انہوں نے مجبور ہوکر مجھے بلایا کہ گھر آؤ والدہ ماجدہ گھر سے باہر چلی گئی ہیں اور بالکل پتہ نہیں چل رہا کہ کہاں گئی ہیں۔ جب گھر پہنچا تو آٹھ دن تلاش جاری رکھی لیکن کسی جگہ سے

کوئی نشان نہ ملا۔ مجبور ہر کر بندہ سیدی مرشدی کے پاس حاضر ہوا۔ صبح کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھکھی شریف چلے جاؤ اور اپنے اسباق میں مصروف ہو جاؤ تمہاری والدہ ماجدہ آ جائیں گی۔ تمہارے اسباق کا حرج ہو رہا ہے۔ چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان سنتے ہی میں بغیر تلاش کے واپس آ گیا اور اسباق شروع کر دیئے۔ دو تین دن کے بعد گھر سے خط آیا کہ والدہ صاحبہ خود بخود آ گئی ہیں۔ کوئی فکر نہ کریں۔

بعد میں پتہ چلا کہ والدہ صاحبہ چلتے چلتے شرقپور شریف مزار اقدس پر چلی گئیں تھیں اور وہاں سے خود بخود واپس آ گئی ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ معلوم نہیں اتنے طویل فاصلے کو طے کر کے کیسے گئیں اور کیسے آئیں۔"

لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ جاننے کیلیئے کہ سراج السالکین اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی نظر میں حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کا کیا مقام تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

"شیخ المشائخ حضرت میاں غلام اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ آستانہ عالیہ حضرت شرقپور شریف نے مولانا محمد حسین صاحب مڑھاں والے جو کہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے خصوصی خادم تھے انہیں سراج السالکین حضرت پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا کہ

جامعہ میاں صاحب شرقپور شریف کیلیئے ایک ماہر مدرس کی ضرورت

ہے اور میرے احباب کہتے ہیں اس وقت علماء میں سے صرف حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ ہی ہیں جو کہ اس قابل ہیں۔ لہذا آپ رحمتہ اللہ علیہ انہیں جامعہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری میں بھیج دیں۔ حضور قبلہ عالم سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی نظر میں ثانی لاثانی فخر مشائخ حضرت میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کا کیا مقام و مرتبہ تھا یہ احباب کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کی نظر لوح محفوظ پر بھی تھی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

مولانا جا کر حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کریں کہ مولانا علامہ محمد نواز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پڑھے ہوئے دس علماء پیش کر سکتا ہوں مگر مولانا صاحب کو میں بھکھی سے نہیں بلا سکتا وہ وہیں پڑھائیں گے۔"

اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی شریف رحمتہ اللہ علیہ اپنی نور بصیرت سے دیکھ رہے تھے کہ بھکھی شریف جیسے دور افتادہ دیہات میں جہاں زندگی کی کوئی بھی سہولت میسر نہیں علوم و معارف کے وہ چشمے نکلیں گے کہ ایک جہاں اس سے فیضیاب ہوگا۔

بعد میں حضرت استاذ الاساتذہ دربار عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف میں حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"مولانا صاحب! آپ کے درس کی تو ہر جگہ دھوم مچ گئی ہے۔

حضرت میاں صاحب ثانی لاثانی شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو طلب فرمایا تھا مگر میں نے یہی کہا کہ مولانا نواز صاحب بھکھی شریف میں ہی پڑھائیں گے۔"

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مربی و محسن اور مرشد کامل حضرت سید محمد نور الحسن شاہ صاحب کیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے خطبہ جمعہ کے انداز کو اپنی خودنوشت میں تحریر فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ

"آپ رحمتہ اللہ علیہ جب وعظ فرمایا کرتے تھے تو گویا ہر شخص کا حال بیان ہو رہا ہے۔ قرآن مجید کے ایسے نکات بیان فرماتے تھے کہ بڑے بڑے علماء بھی حیران ہو جاتے۔ مجمع پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی۔ بالکل خاموشی ہوتی اور ایسے محسوس ہوتا کہ گویا مسجد میں آپ کے سوا کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ قرآن مجید کی کسی آیت پر بحث ہوتی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کی اس طرح تفسیر بیان فرماتے کہ متقدین و مفسرین کی بیان کردہ تفسیر کے عین مطابق ہوتی۔ اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ بالکل فنا فی الشیخ تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا بیٹھنا اٹھنا اور تمام وظائف اپنے پیر و مرشد کے مطابق تھے اور سلسلہ تعلیم و تلقین میں بھی بالکل اپنے مرشد کامل کے مطابق تھے۔ ان کی شبانہ روز زندگی ذکر و فکر میں بسر ہوتی تھی۔ مریدوں اور عقیدتمندوں کو بھی شریعت مبارکہ کی تلقین فرماتے تھے اور اس کے بعد اوراد و وظائف کا ارشاد ہوتا تھا۔"

سراج السالکین امام الواصلین حضرت پیر سید محمد نور الحسن شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ 1947ء میں وجع المفاصل میں مبتلا ہو گئے اور شدید تکلیف کے باعث جلد ہی صاحب فراش ہو گئے مگر خدمت دین متین، وظائف و اوراد کی پابندی، متوسلین کو پند و نصیحت اسی طرح جاری رہے۔ بالآخر ۳ ربیع الاول ۱۳۷۲ ہجری بمطابق 21 نومبر 1952ء جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب گیارہ بج کر پچیس منٹ پر تریسٹھ سال کی عمر میں عازم فردوس ہو گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون.

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے فخر المشائخ، پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری مدظلہ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

سید	السادات	فرزند	رسول
جامع	الحسنات	دلبند	بتول
ماحی	بدعات	ابن	مرتضٰی
قرۃ	العین	شہید	کربلا

راحتِ	جان	جناب	شاہ	حسن
سیدی	سندی	شہہ	نور	الحسن
نور	کامل	ز	آفتاب	شرقپور
بے	شبہ	بد	ماہتاب	شرقپور

ذاکر حق پیر نور الحسن شاہ

رحمتِ حق صلہ یافت از بارگاہ

1372 ہجری

باب نمبر ۳

حالات

حضرت استاذ الاساتذہ کے رفیق خاص

جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ پیر

سیّد محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آستانہ عالیہ بھکھی شریف

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کی تدریسی یادگار

مرکز اسلام جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف

حافظ القرآن و الحدیث حضرت علامہ پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ۱۳۳۳ ہجری بمطابق 1915ء کو پیر سید محمد عالم شاہ صاحب کے گھر بھکھی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا شجرہ نسب چھتیس واسطوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

چار سال کی عمر میں چیچک کے عارضہ سے بصارت نہ رہی مگر اللہ عزوجل نے انہیں بصیرت کاملہ سے نوازا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس معذوری سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد کبھی ملول نہ ہوئے بلکہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کو اپنے دین متین کی خدمت کیلئے منتخب فرما لیا ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حضور پور ضلع سرگودھا حافظ غلام محی الدین اور حافظ محمد اسمٰعیل رحمتہ اللہ علیہ سے قرآن کریم حفظ کیا اور احباب کے مشورہ سے سراج السالکین حضرت پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ کہ خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بکمال فرحت بیعت فرمائی اور اسباق نقشبندیہ دینے کے بعد تحصیل علم کا حکم فرمایا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے 1936ء میں درسیات کی ابتداء کی حتیٰ کہ اپنے رفیق خاص استاذ الاساتذہ بحر العلوم حضرت مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ امرتسر اور بٹالہ بھی جا پہنچے۔

1941ء میں اپنے ہی گھر بھکھی شریف میں حضرت قبلہ سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کی رفاقت میں جامعہ محمدیہ اہلسنت کے نام سے ایک عظیم ادارے کی بنیاد رکھی اور فاضل اساتذہ کا تقرر کر کے ان کے درسیات کی تکمیل کی۔

1946ء میں استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ بریلی شریف میں دورہ حدیث کیلئے تشریف لے گئے۔ جہاں صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ اور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے دورہ حدیث کیا اور امتحان میں اوّل رہے۔ مفتی ہند حضرت مولانا مصطفٰے رضا خان نے سند تکمیل کے ساتھ سند حدیث سے بھی نوازا اور اپنے ہاں ٹھہرا کر فتویٰ نویسی کی تربیت بھی دی اور نیز سلسلہ قادریہ عالیہ رضویہ میں اجازت و خلافت بھی عطا فرمائی۔

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ مولانا سردار احمد صاحب، حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے پاس بائیں طرف بٹھاتے اور میں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بیٹھتا۔ جب اس حدیث پر پہنچے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ میں جس کی آنکھیں لوں اور وہ صبر کرے تو اس کے بدلے جنت دوں گا۔''

یہ حدیث شریف بیان کرنے کے بعد حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ شاہ صاحب! آپ تو جنتی ہیں لہذا میرے لئے بھی دعا کریں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بطور تواضع سکوت اختیار کیا تو حضرت صاحب نے اصرار کر کے دعا کروائی اور پھر آگے سبق پڑھایا۔ جب ہم اپنی رہائش گاہ پر واپس آئے تو میں نے بھی یہی عرض کر کے اپنے لئے دعا کروائی۔"

بریلی شریف سے واپس آ کر تادمِ آخر بھکھی شریف میں جامعہ محمدیہ نوریہ بھکھی شریف میں علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت میں مصروف رہے۔

حضرت علامہ پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ عظیم مدرس، متجر عالم دین اور اعلیٰ درجہ کے محقق تھے۔

معقولات کی تدریس کے ساتھ ساتھ منقولات کی تدریس میں بھی انہیں کمال حاصل تھا۔ اس کے علاوہ قضا اور افتا میں بھی غیر معمولی مہارت رکھتے تھے اور ایک فقیہہ اور مفتی میں جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے وہ تمام آپ رحمتہ اللہ علیہ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بحر علمی، وسعت نظری، رفیق مشاہدہ، قوت استدلال، ملکہ استنباط اور فقہی بصیرت کا زمانہ معترف ہے۔

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے "وہابیت کی یلغار اور اس کا سدباب" کے عنوان سے حضرت قبلہ

حافظ الحدیث کو اس طرح خراج تحسین پیش فرمایا۔تحریر فرماتے ہیں کہ

''یہ باب بہت وسیع ہے۔مختصر یہ کہ بھکھی شریف سے چھ میل کے فاصلے پر موضع انھی میں دیوبندیوں کا ایک بہت بڑا مدرسہ تھا اور اپنے عروج کے زمانے میں علمائے دیوبند میں مسلم الثبوت کا مقام رکھتا تھا۔

مولوی غلام خان رلوالینڈو کیے اثراتِ بد کا نتیجہ ہیں۔عوام اہلسنت قیادت کے فقدان اور اپنے مرکز سے عدم وجدان کی بنا پر ان کی لپیٹ میں آ رہے تھے۔مشہور دیوبندی وہابی خطبا گجرات کے علاقہ میں تبلیغ کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ ان کی یلغار کو روکنے کیلئے اس سے بڑھ کر محنت کی ضرورت تھی۔ حضرت قبلہ عالم سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا اس طرف رجحان جامعہ محمدیہ اور اس کے بانی پر خصوصی کرم اور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمتہ اللہ علیہ کا 1947ء میں یہاں آنا اور اپنے علمی کمال اور روحانی تصرف سے علاقہ میں گستاخان رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو میدان مناظرہ میں شکست دینا اور ان کے عقائد کفریہ سے لوگوں کو آگاہ کرنا، علاقہ میں اہلسنت کی عظمت کے وہ نشان ثبت کئے جس کا اثر انشاء اللہ رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔

حضرت قبلہ عالم سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے جس طرح بذات خود احراریوں، مرزائیوں، وہابیوں اور دیگر بد مذہبوں کو مباحثے کے ذریعے لاجواب کیا اسی طرح اپنی سرپرستی میں حضرت حافظ الحدث سے بھی مناظرے کرائے۔ جب آپ تقسیم ملک کے فوراً بعد چوہدری عطاء اللہ سکنہ

کولوتارڑ کے ہاں چند دن قیام فرمانے کے بعد چوہدری امداد اللہ صاحب و چوہدری ارشاد اللہ کے ہاں موضع رسولپور تارڑ تحصیل حافظ آباد تشریف لے گئے اور تقریباً دو ماہ وہاں قیام پذیر رہے۔

جب ہمیں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے رسولپور جانے کی اطلاع ملی تو ہم (حافظ الحدیث اور استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہما) بقصدِ زیارت پیدل چل دیئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک رات میرے غریب خانہ موضع بلّو میں آرام فرمایا۔ ہم وہاں سے گھوڑیوں پر سوار ہو کر رسولپور کی طرف روانہ ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ تھوڑی دیر بعد کسی خادم کو حکم دیتے باہر دیکھو کوئی مہمان تو نظر نہیں آ رہا۔ تقریباً گیارہ بجے ہم پہنچے تو ہمیں ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے آپ رحمتہ اللہ علیہ شاہ صاحب کا شدت سے انتظار کر رہیں ہیں۔ نیز ملتے ہی فرمایا۔

آج جمعہ شریف ہے اور آپ نے تقریر کرنی ہے۔ جمعتہ المبارک کے موقع پر حضرت حافظ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ نے علم غیب و حاضر و ناظر کے موضوع پر خوب شرح و سبط سے تقریر فرمائی۔ بعد میں حضرت قبلہ نے خود خطاب فرمایا۔ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ دیوبندی مولوی احمد شاہ مدرس تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی جو اس وقت موضع کوٹ خوشحال نزد کولوتارڑ خطیب تھا اپنے ہمراہ چوہدری عطاء اللہ کو لیکر مناظرہ کیلئے آ گیا۔ حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی نگرانی میں حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دو گھنٹہ مناظرہ جاری رکھا۔ اتنے میں عصر کی نماز کا وقت

ہو گیا۔ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نماز کے بعد پھر گفتگو ہو گی۔ جب نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو حضرت صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولوی احمد شاہ کو بلاؤ۔ مگر وہاں مولوی احمد شاہ نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ ادھر ادھر تلاش کیا مگر یہ لوگ فرار ہو چکے تھے۔''

حضرت قبلہ حافظ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ کو کتب فقہیہ و فتاویٰ پر اس قدر عبور تھا کہ کتب کے صفحات اور سطور تک ذہن نشین رہتے تھے۔ مسئلہ کی مناسبت سے فقہیہ و فتاویٰ کی کتب میں جہاں جہاں جذئیات پائی جاتی تھیں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو مستحضر تھیں اور فتاویٰ نقل کرانے میں بڑی بڑی کتابوں کی عبارات، صفحہ اور سطر تک محض اپنی یاداشت سے املا کرا دیتے تھے حالانکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ظاہری بصارت سے محروم تھے۔

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے انہی کیفیات کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا تھا کہ

''شاہ صاحب ایک عظیم بزرگ ہیں اور بزرگ ظاہری آنکھیں نہ ہوتے ہوئے بھی دیکھ لیتے ہیں۔''

حافظ القرآن والحدیث حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ بچپن سے ہی عصر حاضر کے علماء کے امام اور امت مسلمہ کے عظیم مصلح قبلہ عالم پیر سید محمد نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔

اس کے علاوہ شہزادہ اعلیٰ حضرت شاہ مصطفےٰ رضا خان رحمتہ اللہ علیہ

نے سلسلہ قادریہ عالیہ رضویہ کی خلافت عطا فرمائی۔ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے سلاسل اربعہ کی خلافت سے نوازا۔ گجرات کے عظیم خلوت نشین بزرگ حضرت پیر سید محمد حبیب اللہ شاہ صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کو خلافت عطا فرمائی۔ مشہور نقشبندی بزرگ حضرت پیر سید محمد چراغ علی نقشبندی والٹن لاہور رحمتہ اللہ علیہ نے بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کو خلافت سے نوازا۔

نیز بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درود شریف کی کثرت، ذات مبارکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جسمانی و روحانی قرب کی بدولت اور دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلصانہ فروغ کے سلسلہ میں وہ بلاشبہ عظیم روحانی مقام ومرتبہ کے مالک تھے۔

1983ء میں شوگر کے مرض میں مبتلا ہوئے اور میو ہسپتال میں داخل کروا دیا گیا مگر معمولات میں ذرہ برابر فرق نہ آیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر صابر وشاکر رہے۔

1985ء میں صحت زیادہ کمزور ہوگئی اور مختلف امراض نے آن گھیرا۔ وصال سے چند روز قبل اپنے رفیق خاص استاذ الاساتذہ بحر العلوم علامہ مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا۔

تمام احباب سے کہیں کہ ہر شخص میرے لئے ستر ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھے۔ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

میں نے پہلے ہی ستر ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھ رکھا ہے جو میں

آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ملک کرتا ہوں۔ نیز اگر میں دنیا سے پہلے چلا جاؤں تو مجھے اپنی نیک دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

بالآخر علم و حکمت کے عظیم آفتاب اور حسن خلق کے پیکر حسین ایک جہاں کو مستفید کرنے کے بعد ۴ ربیع الاول بروز پیر ۱۴۰۶ ہجری بمطابق 18 نومبر 1985ء کو بوقت سحر مراجعت فرمائے عالم بقا ہوئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون.

ملک الشعراء جناب میاں سراج احمد بادشاہ پوری نے تاریخ وفات کہی۔

الجاریۃ فیض الکرام فی الدھر ابداً
و الروح المکرّمۃ فی الجنۃ مقیما
سمع السراج من الملھم سن وصالہ
لقد کان فاز فوزاً عظیما

۱۴۰۶ ہجری

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کی تدریسی یادگار

مرکز اسلام، جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف

سراج السالکین زبدہ العارفین، امام الواصلین حضرت پیر سید محمد نورالحسن شاہ صاحب بخاری آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر یکم شوال المکرم ۱۳۶۰ ہجری بمطابق 1941ء کو اڑھائی کنال سفیدہ جگہ پر جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ کی بنیاد رکھی گئی جس کی عمارت صرف دو کچے کمرے اور مسجد کا ایک چبوترہ تھا۔

جامعہ ھذا کے بانی و مہتمم حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ الجامعہ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد نواز صاحب رحمتہ اللہ علیہما ابھی خود طالب علم تھے اور مختلف مدارس میں ابتدائی کتب پڑھ چکے تھے۔

دارالعلوم کیلئے ایک معتبر عالم دین کا انتخاب کیا گیا اور یوں درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کچھ اسباق خود پڑھتے اور کچھ دیگر طلباء کو پڑھاتے۔

ابتدائی طور پر اس مادر علمی کو جہاں مالی اور انتظامی مسائل کا سامنا تھا وہاں پورے علاقے میں اس کی انتظامیہ کے خلاف کردار کشی کی مہم پورے زور پر تھی۔ اس قسم کی گھناؤنی سازشوں میں علاقہ کے بدعقیدہ علماء کا

گروہ سرگرم تھا اور اس کے ساتھ ساتھ جامعہ ھذا کی تعمیر وترقی میں بھی روڑے اٹکائے جاتے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے خاص فضل و احسان سے ان حضرات کو صبر و استقامت کی وہ توفیق بخشی کہ بالآخر مخالفین کو ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔

ابتدائی طور پر طلبا کی تعداد کم تھی۔ حضرت استاذ الاساتذہ بحر العلوم حضرت مولانا نواز صاحب آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف بھی حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا کہ

''کتنے طالب علم ہیں؟''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ

''حضور! پچیس تیس ہوں گے۔''

تو اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ

''کم از کم دو اڑھائی سو ہونے چاہئیں۔''

چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق طلباء کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہوتا چلا گیا اور پورے ملک سے علم کی پیاس بجھانے کیلئے طلباء بھکھی شریف پہنچنے لگے۔ جس کی وجہ سے 1944ء میں مزید دو کمروں کا اضافہ کیا گیا مگر اس کے باوجود رہائش کا مسئلہ حل نہ ہوا اور طلباء کو بھکھی شریف قصبہ کی مساجد میں رہائش اختیار کرنے کی اجازت دے دی گئی اور اس طرح اس مسئلہ کا عارضی حل تلاش کر لیا گیا۔

1946ء میں جامعہ کے مہتمم اور شیخ الجامعہ اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ اعلیٰ

حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر دورہ حدیث کیلئے بریلی شریف گئے اور اس عرصہ کیلئے ایک فاضل مدرس کا انتخاب کیا گیا اور تدریس کا سلسلہ بغیر کسی تعطل کے جاری رہا۔

1947ء میں محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہجرت فرما کر پاکستان تشریف لائے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نے چھ ماہ تک دارالعلوم ہذا میں علوم و عرفان کے موتی بکھیرے اور صدر المدرسین کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے مگر بعد ازاں فیصل آباد منتقل ہو گئے۔

اس عرصہ میں جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف پورے ملک میں اہلسنت و جماعت کی مرکزی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ ملک کے طول و عرض سے ہی نہیں بلکہ افغانستان اور مشرقی پاکستان سے بھی تشنگان علم جوق در جوق بھکھی شریف پہنچنے لگے۔ ان حالات میں بھکھی شریف بس سٹاپ کے قریب گوردوارہ کی بلند و بالا عمارت کو مدرسہ کی تحویل میں لے لیا گیا جس سے وقتی طور پر رہائش کا مسئلہ حل ہو گیا اور اب جہاں صبح و شام بتوں کی پوجا ہوتی تھی وہاں دن رات قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

اس دارالعلوم کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ اپنے آغاز سے ہی اکابر اولیائے کرام کی نگاہوں کا مرکز ہے اور فیضان کا سرچشمہ ہے۔ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''جامعہ کے ابتدائی سالوں میں قطب دوراں حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانی رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۳۷۷ ہجری مجدد طریقت جنید زماں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے تمام خلفاء کا اجلاس طلب فرمایا جس میں حضرت سراج السالکین قبلہ عالم سید محمد نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ، حضرت پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ، حضرت کرمانوالہ شریف رحمتہ اللہ علیہ، رئیس الاتقیاء حضرت صوفی رحمت علی صاحب گھنگ شریف رحمتہ اللہ علیہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ ان کو فرمایا کہ دیوبندیوں کا مقابلہ محض تقریروں سے نہیں ہوسکتا بلکہ ہر ایک اپنے اپنے آستانے میں ایک دینی مدرسہ قائم کرے۔ سب نے وعدہ کیا۔ حضرت قبلہ عالم کیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرا مدرسہ کام کر رہا ہے۔ حاضرین محفل متحیر ہوئے کہ حضرت کیلیانوالہ شریف میں تو کوئی مدرسہ نہیں ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرا مدرسہ بھکھی شریف میں ہے۔ اس پر حضرت ثانی لاثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور تمام اولیاء کرام نے مل کر جامعہ کی ترقی کی دعا کی۔ حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ جامعہ کی طرف ہمیشہ رہی جس کے مظاہرے زبان زد خاص و عام ہیں۔

حصول برکت کیلئے صرف ایک واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ حضرت استاذ العلماء [illegible] فرماتے ہیں کہ مولانا سید محمد نظام الدین شاہ صاحب (قاضی میر پور) ایک دفعہ زمانہ طالب علمی میں کتاب رسائل منطق لیکر باہر چلے

گئے اور کتاب کھیت میں ہی رکھ کر واپس چلے آئے اور بھول گئے۔ چار دن بعد مستری لال دین کشمیری کتاب لیکر میرے (حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ) پاس آیا تو میں نے پوچھا کہ یہ کتاب کہاں سے لی ہے اس نے بتایا کہ رات کو خواب میں ایک بزرگ تشریف لائے اور مجھے مقام کی نشاندہی کی کہ فلاں جگہ کھیت میں ہماری کتاب پڑی ہوئی ہے اسے اٹھا کر جامعہ میں پہنچا دو ورنہ وہاں پانی لگنے والا ہے اور کتاب خراب ہو جائے گی۔ میں نے ان کا حلیہ پوچھا تو اس نے جو حلیہ بیان کیا تو وہ حلیہ مبارک میرے مرشد قبلہ عالم سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا تھا۔''

جامعہ کے قیام سے لے کر محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے وصال تک طلبا کو موقوف علیہ تک پڑھایا جاتا تھا اور دورہ حدیث شریف کیلئے طلبا کو فیصل آباد بھیج دیا جاتا تھا مگر 1962ء میں جب محدث اعظم پاکستان وصال فرما گئے تو اس سال سے مادر علمی میں ہی دورہ حدیث کا آغاز کر دیا گیا۔

1965ء میں معاونین کے تعاون سے دارالعلوم کی مستقل عمارت کیلئے ساڑھے تین کنال اراضی خریدی گئی اور نقشہ کے مطابق آٹھ ہوادار کمرے تعمیر کیے گئے۔ ان کے سامنے برامدہ بنایا گیا اور بعد ازاں جوں جوں طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا اس مناسبت سے عمارت میں بھی توسیع کا کام جاری رہا۔

1974ء میں تحریک ختم نبوت اور اس کے بعد تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ

میں دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ کے طلبا و اساتذہ نے بھی بھرپور حصہ لیا۔

بانی و مہتمم جامعہ ہذا حافظ الحدیث شیخ العلماء حضرت علامہ پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ الجامعہ استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز نقشبندی رحمتہ اللہ علیہما اور ان کے دیگر رفقائے کار کی پرخلوص محنت اور اور شب و روز کی تدریسی و تنظیمی خدمات کے نتیجے میں اس عظیم دارالعلوم نے جہاں تدریس کا اعلیٰ معیار قائم کیا وہاں تحفظ مسلک اہلسنت و جماعت کیلئے بھی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

علاقہ بھر کے لوگوں کے اصرار اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کیلئے 1984ء میں شعبہ طالبات کا قیام عمل میں لایا گیا جو کہ بلاشبہ وقت کی اہم ضرورت اور حالات کا لازمی تقاضا تھا۔

18 نومبر 1985ء کو دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف کے بانی و مہتمم استاذ المحدثین فخر المدرسین حافظ القرآن و الحدیث حضرت علامہ مولانا پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال ہوا اور 1988ء میں شیخ الجامعہ ھذا استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ گوجرانوالہ منتقل ہو گئے مگر ان حضرات کی باطنی توجہات سے دارالعلوم کے فیوضات و برکات میں مزید ترقیاں ہوئیں اور یہ سلسلہ ابھی تک بھی جاری ہے۔

جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف بلاشبہ انہی حضرات کی درخشندہ

روایات کا امین ہے اور اس وقت بھی اس کا شمار اہل سنت و جماعت کے عظیم مدارس میں ہوتا ہے۔

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمد ﷺ

باب نمبر ۴

حضرت استاذ الاساتذہ رحمۃ اللہ علیہ کے چند عظیم اساتذہ کا تذکرہ

استاذ الفضلا حضرت مولانا محمد سعید صاحب مانگٹ شریف

عامل باعمل حضرت مولانا محمد عالم صاحب سوتیانوالہ

سراج السالکین حضرت مولانا نیک عالم صاحب مراڑیاں شریف

استاذ العلماء حضرت مولانا سلطان احمد صاحب حاصلانوالہ

حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی گجرات

استاذ المدرسین مولانا مہر محمد صاحب لاہور

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب فیصل آباد

صدر الشریعۃ حضرت مولانا امجد علی اعظمی۔ بریلی شریف

مفتی اعظم ہند۔ مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان نوری قدس سرہ العزیز۔ بریلی شریف رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین

استاذ الفضلا حضرت مولانا محمد سعید صاحب نقشبندیؒ

مانگٹ شریف

1901ء میں موضع مانگٹ شریف ضلع منڈی بہاؤ الدین میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد مولانا عبدالعزیز چشتی سلیمانی تھے۔ اپنے دادا حضرت مولانا حاجی احمد صاحب چشتی سلیمانی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور مولانا حافظ فضل الدین صاحب جاتلاں سے قرآن شریف حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ موضع انھی میں مولانا غلام رسول صاحب کے پاس کئی سال تک مصروف تعلیم رہے بعد ازاں جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں درس نظامی کی کتب کی تکمیل کی۔ دورہ حدیث شریف بریلی شریف میں کیا اور امتحان میں اول رہے۔ اس کے بعد دارالعلوم جامعہ سلیمانیہ رضویہ مانگٹ شریف میں تدریس میں مصروف ہو گئے۔

ان دنوں اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کا خوب شہرہ تھا۔ حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی شرقپور شریف حاضر ہونے لگے بعد ازاں حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر ہی حضرت کیلیانوالہ شریف میں حضرت سرکار کیلانی شریف رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی آستانہ عالیہ کو اپنا قبلہ دل بنا لیا۔

استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے 1938ء میں جب مڈل کا امتحان

پاس کیا تو والد گرامی نے اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی پیر سید نور الحسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو مانگٹ شریف میں مولانا محمد سعید صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس داخل کروا دیا۔ اس وقت مولانا غلام حیدر صاحب کمبانوالی، مولانا عبدالکریم صاحب کیچوری بھی وہاں معلم تھے۔ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے یہاں قرآن مجید ناظرہ پڑھا اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ اس طرح آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تقریباً ایک سال یہاں مقیم رہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

''حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمتہ اللہ علیہ فارسی زبان کے ایسے ماہر تھے کہ فارسی ان کی مادری زبان معلوم ہوتی تھی۔ یہی حال جملہ علوم وفنون کا تھا۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ ایک روشن دماغ اور روشن ضمیر شخصیت کے مالک تھے اور ایک عالم، صوفی، مبلغ و مصلح ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت شفیق اور حلیم الطبع بزرگ تھے۔

۱۸ رجب ۱۳۸۴ ہجری بمطابق 1964ء میں بروز سوموار بوقت سحر وصال فرمایا۔ سید شبیر احمد شاہ صاحب کھیوڑہ نے تاریخ وصال کہی۔

دلبر اہلسنت و جماعت

۱۳۸۴ ہجری

☆☆

عالم باعمل حضرت علامہ مولانا محمد عالم صاحب نقشبندیؒ

سوئیانوالہ

حضرت مولانا محمد عالم صاحب دریائے چناب کے کنارے موضع چھنی گھلا میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام میاں محمد حیات تھا جو کہ انتہائی نیک اور صاحب علم و عمل شخصیت تھے۔ گاؤں میں امام تھے اور کھیتی باڑی کا شغل بھی رکھتے تھے۔

حضرت مولانا محمد عالم صاحب نے علی پور چٹھہ احمد نگر میں مڈل کیا اور لاہور، گوجرانوالہ اور پانڈوال میں مختلف علما سے فیضیاب ہوئے۔ موضع حطار میں صرف ونحو کی تحصیل بطور خاص قابل ذکر ہے۔ آستانہ عالیہ شرقپور شریف میں امام الاولیاء حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ سے مشرف بیعت ہوئے اور پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حکم سے آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف میں بھی حاضر ہونے لگے اور حضرت پیر سید نورالحسن شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے خاص خدام میں شمار ہونے لگے۔

محبت شیخ کا اس قدر غلبہ تھا کہ حاضری کیلئے باقاعدہ دن یا وقت متعین نہیں تھا جب جی میں آیا حاضر خدمت ہو گئے۔ اپنے شیخ کامل سے نسبت کاملہ کے نتیجے میں بارگاہ رسالتمات صلی اللہ علیہ وسلم میں حضوری کے مقام پر فائز تھے اور اسی وارفتگی میں روزانہ بعد از نماز تہجد دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ خواب میں کچھ کھاتے دکھائی دیئے۔ میری

والدہ ماجدہ (جو ان کی صاحبزادی ہیں) نے جگا کر عرض کیا کیا کھا رہے ہیں۔ فرمایا کہ بارگاہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھا کہ خرمے (چھوہارے) پیش کیے گئے۔ مجھے بھی حصہ ملا جو کہ کھا رہا ہوں۔

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے 1939ء میں قانونچہ اور نحو میر کی کتب پڑھیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ

''حضرت علامہ مولانا محمد عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ صرف ونحو کی تدریس میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔''

حضرت علامہ مولانا محمد عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ رشتے میں حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے ماموں تھے اور بعد ازاں یہ رشتہ مزید قریب ہو گیا مگر حضرت ان کا احترام اپنے استاد کے طور پر ہی کیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد عالم صاحب متقی، پرہیزگار، کم گو، متحمل مزاج، سادہ منش اور ملنسار طبیعت کے مالک تھے اس کے باوجود کہ باکمال عالم و فاضل تھے مگر عمر بھر درویشی کا عنصر غالب رہا۔

1974ء میں وجع المفاصل میں مبتلا ہوئے اور طویل عرصہ تک بستر علالت پر رہنے کے بعد 7 جولائی بروز سوموار 1979ء کو وصال فرما گئے اور اپنے ہی گاؤں موضع سویانوالہ میں سپرد خاک ہوئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

☆☆

سراج السالکین حضرت مولانا محمد نیک عالم صاحب

رحمتہ اللہ علیہ مراڑیاں شریف

سراج السالکین شیخ المشائخ حضرت مولانا علامہ نیک عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ 1884ء میں مراڑیاں شریف میں عظیم مذہبی وعلمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ سالہا سال تحصیل علوم دینیہ میں مصروف رہے اور 1905ء میں اپنے ہی گھر میں جامعہ قادریہ عالیہ کی بنیاد رکھے۔ مقامی و مسافر طلبا کی تعداد ایک صد سے دو صد رہتی تھی مگر اکیلے ہی ابتدائی قاعدہ سے لیکر منتہی کتب تک پڑھاتے تھے۔

حضرت استاذ الاساتذہ اور قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہما نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے 1940ء میں ہدایۃ النحو اور نور الایضاح کی کتب پڑھیں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ بہترین مبلغ بھی تھے۔ چالیس سال تک جامع مسجد باری والی میں جمعہ پڑھاتے رہے مگر ایک پائی بھی وصول نہ کی۔ استاذ لاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ

''استاد محترم مولانا نیک عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ بیماری کے ایام میں بھی کم از کم آٹھ پارے تلاوت فرمایا کرتے تھے اور اس قدر کثرت تلاوت کی وجہ سے وہ حافظ قرآن بن گئے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اکثر روزے سے ہوتے تھے مگر گھر والوں کو روزے کی خبر نہ ہوتی تھی۔ گھر سے حسب معمول کھانا بھیجا جاتا تھا مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ اسے کسی مسکین طالب

علم کو کھلا دیتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ صحیح معنوں میں عابد و زاہد تھے۔"

حضرت علامہ مولانا محمد نیک عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو کثرت سے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل تھا اور بے شمار لوگ بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعا سے زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف سے مشرف ہوئے۔ مشہور صوفی بزرگ حضرت پیر سید محمد یعقوب شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ماجرہ بیان کرتے ہیں کہ

"مولانا نیک عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس قدر حضوری تھے کہ اگر اس زمانے میں کسی کو صحابی کہنے کی شریعت اجازت دیتی تو میں برملا آپ رحمتہ اللہ علیہ کو صحابی کہتا۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات بے شمار ہیں اور علاقہ بھر کی عوام میں مشہور و معروف ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ۲۶ رجب المرجب ۱۳۷۸ ہجری بروز ہفتہ بمطابق ۱۴ فروری ۱۹۵۸ء کو کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار شریف موضع مراڑیاں شریف میں مرجع خلائق خاص و عام ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا قائم کردہ جامعہ عالمیہ قادریہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی روحانی توجہات کی بدولت ایک عظیم دینی یونیورسٹی کی صورت میں بے شمار طلبا و طالبات کو مستفید کر رہا ہے۔

خاک تربت بھی تیری ہو جائے گی عنبر افشاں
لوحِ عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نصب ہونے کے بعد

☆☆

استاذ العلماء حضرت مولانا سلطان احمد صاحب

رحمتہ اللہ علیہ حاصلانوالہ شریف

سلطان المدرسین، جامع المعقول و المنقول، فقیہہ العصر حضرت علامہ مولانا سلطان احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ 1916ء میں ساتتل نزد پیرو شاہ ضلع گجرات میں میاں فتح محمد صاحب کے گھر میں پیدا ہوئے جو کہ سکول کے معلم تھے اور کھیتی باڑی کے ساتھ ساتھ مسجد میں امامت بھی فرماتے تھے۔

سلطان المدرسین رحمتہ اللہ علیہ نے 1929ء میں ماڈل مڈل سکول فتح پور سے مڈل کا امتحان پاس کیا تو برادر اکبر نے شعبہ پٹوار میں مہارت پیدا کرنے کے لئے ایک ہندو پٹواری کے ساتھ بھیج دیا۔ پہلے ہی دن حضرت مولانا سلطان احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا اس کام میں دل نہ لگا اور اگلے دن اپنے برادر معظم کے مشورہ سے حصول علم دین کیلئے حضرت علامہ مولانا عبدالمجید صاحب (پتوکی) کی درسگاہ میں داخل ہو گئے۔ بعد ازاں دارالعلوم جامعہ فتحیہ اچھرہ میں داخل ہوئے اور استاذ العرب و العجم مولانا حافظ مہر محمد صاحب اچھروی رحمتہ اللہ علیہ سے لاہور میں جملہ کتب متداولہ پڑھیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس جوہر کمیاب کو علمی و روحانی تراش تراش کے بعد ایک چمکتا ہوا ہیرا بنا دیا۔

1934ء میں مجدد گولڑہ شریف سلطان المشائخ حضرت پیر مہر علی

شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت کی اور پہلی ہی مرتبہ حزب والبحر، قصیدہ غوثیہ اور قصیدہ بردہ شریف کی اجازت سے نوازے گئے۔

نیز اسی سال ہی شیخ الشیوخ حضرت پیر ولایت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ گجرات میں تدریس کا آغاز کیا اور 1935ء میں حاصلانوالہ نزد ڈنگہ شریف ضلع گجرات میں تشریف لا کر مصروف تدریس ہو گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پڑھانے کا انداز اس قدر دلکش اور حسین تھا کہ طلبا کے ذہن تک کتاب کے علمی نکات اس طرح پہنچاتے کہ کمزور سے کمزور طالب علم بھی بڑی آسانی سے مشکل بات سمجھ لیا کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ دور دراز سے طلباء حاصلانوالہ میں آنے لگے اور حضرت استاذ العلماء سے فیض پانے لگے۔

1940ء میں استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ اور جامع المنقول و المعقول حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہما کسی ماہر استاد کی تلاش میں نکلے تو قدرت خداوندی نے انہیں حاصلانوالہ میں حضرت استاذ العلماء مولانا سلطان احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں پہنچا دیا۔

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''میں اور حضرت حافظ الحدیث قبلہ شیخ سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ آستانہ عالیہ بھکھی شریف اور حضرت جامع المعقول و المنقول پیر طریقت پیر سید محمد یعقوب شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ

حضرت کیرانوالہ شریف ہم تینوں حاصلانوالہ شریف قبلہ استاذ صاحب کے پاس پڑھنے کیلئے گئے۔ ہم نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس کافیہ، جامی، قدروی شریف، کنزالدقائق، شرح تہذیب، قطبی مطوّل وغیرہ کی کتب پڑھیں۔شرح جامی کو ہم باتفصیل پڑھنا چاہتے تھے جس کا ہم نے استاذ صاحب سے اظہار کیا پس آپ رحمتہ اللہ علیہ ایک ایک عبارت پر کئی کئی تقاریر میں ہم کو سیر کرتے۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے کہ اس پر اور بھی تقاریر ہیں۔ ہم عرض کرتے کہ نہیں حضور بس!

فراغت کے بعد ہم گجرات آئے جہاں ہم نے پیر سید محمد ولایت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ میں حضرت حکیم الامت مولانا مفتی محمد احمد یار خان نعیمی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی شہرت سنی۔ ہم ان کے پاس جامی کے درس میں شریک ہو گئے مگر ہم اس سلسلے کو تین دن سے زیادہ جاری نہ رکھ سکے کیونکہ وہ ایک دو تقریریں فرماتے تھے اور ہمیں کئی کئی تقریریں ازبر تھیں۔ تب ہم نے گجرات شہر میں حضرت مولانا عبدالمجید صاحب کی جامی میں کمال شہرت سنی چنانچہ ہم وہاں جا پہنچے۔مگر ہم نے چند دنوں میں ہی جان لیا کہ حضرت قبلہ استاذ صاحب رحمتہ اللہ علیہ حاصلانوالہ کے بعد جامی بس ہے۔ نمبر۱

استاذ العلما مولانا سلطان احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے تدریس کا

ا۔سفیر حق از مولانا رضا مصطفیٰ۔

یہ سلسلہ بھی جاری رکھا اور حصول رزق حلال کیلئے اس کے ساتھ ساتھ مطب بھی فرماتے تھے۔ نمبر[1]

جہاں مریضوں کیلئے ادویات تجویز کرتے اور دواخانہ میں ہی تیار کر کے خدمت خلق کی سعادت حاصل کرتے۔ اس طرح بلاشبہ وہ علم الابدان اور علم الادیان کا حسین سنگم تھے۔

حضرت مولانا سلطان احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ بلاشبہ وہ ہستی تھے جن سے ہستی میں مستی اور وجود آب و گل میں اجالا ہے۔ جن کی روشن جبین ان کے تزکیہ طہارت کی منہ بولتی دلیل تھی۔ جن کا کردار و عمل راہروان شوق کیلئے مشعل راہ ہے۔ جو فقر کا لباس پہنے درویش خدا مست بن کر مخلوق خدا کی علمی خدمت کرتے ہیں۔

تقریباً ساٹھ سال تک مسند تدریس پر فائز رہنے کے بعد 10 مئی 1999ء بروز سوموار بوقت مغرب جب کہ موذن حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی صدائیں لگا رہے تھے سفر آخرت پر روانہ ہو گئے اور داعی اجل کو لبیک کہا۔

بقول حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف صاحب مدظلہ!

آج زیر خاک ہیں وہ مخزن علم و ورع
دردمندوں کیلئے جو درد کا درمان تھے

ا۔ احسن البیان فی مجد السلطان علامہ محمد ابراہیم چشتی۔

قلم آصف کیا بتائے ان کی عظمت کا پتہ
وہ فقیہہ بے بدل اور چشمہ فیضان تھے

رحمتہ اللہ علیہم اجمعین و الحقنا منہم یا رب العلمین بجاۃ سیّد المرسلین و صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ و صحابہ اجمعین. آمین.

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے استاذ گرامی مولانا سلطان احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد کا کتنا احترام فرماتے تھے اس کا اندازہ حضرت صاحبزادہ عبدالصمد صارم مدظلہ خلف الرشید قبلہ استاذ العلماء رحمتہ اللہ علیہ حاصلانوالہ شریف کے اس بیان سے ہوتا ہے۔

''میں حضرت مولانا رضا المصطفےٰ صاحب مدظلہ کی معیت میں انتقال سے صرف چند روز قبل حاضر خدمت ہوا تو حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے انتہائی شفقت اور مہربانی کا اظہار فرمایا جس کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔'' اللہ اکبر۔

☆☆

حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی

رحمتہ اللہ علیہ گجرات

شیخ التفسیر حضرت علامہ مفی احمد یار خان نعیمی ابن مولانا محمد یار خان بدایوی رحمتہ اللہ علیہ شوال ۱۳۲۴ ہجری بمطابق 1902ء محلہ کھیڑہ اوجھیانی ضلع بدایوں کے دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد فارسی درسیات میں عبور رکھتے تھے۔ لہذا انہی سے درسیات کا آغاز کیا اور مدرسہ شمس العلوم بدایوں میں تین سال پڑھ کر جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے پاس داخل ہو گئے اور صرف بیس سال کی عمر میں دستار فضیلت حاصل کی۔

ابتدا میں جامعہ نعیمیہ ہی میں مفتی اور مدرس مقرر ہوئے مگر علامہ سید ابوالبرکات رحمتہ اللہ علیہ کے بلانے پر پاکستان آ گئے اور کئی برس تک انجمن خدام الصوفیہ گجرات اور انجمن خدام رسول صلی اللہ علیہ وسلم گجرات میں فرائض تدریس انجام دیئے۔ وصال سے چھ سال قبل جامعہ غوثیہ نعیمیہ قائم کیا اور تصنیف و تالیف و افتا میں مصروف ہو گئے۔

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ اور جامع المنقول و المعقول حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے 1942ء میں حضرت مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے چند سبق پڑھے تاکہ ان کے انداز تدریس کو دیکھ سکیں۔ حضرت استاذ الاساتذہ

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''حضرت قبلہ مفتی صاحب نہایت خوش اخلاق خندہ رو شخصیت تھے۔ سلام کہنے میں پہل کرتے، معمولات اور وقت کے اتنے پابند تھے کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ خطبہ جمعہ شروع کرے تو لوگ اپنی گھڑیوں کا وقت صحیح کر لیا کرتے تھے۔ پانچ دفعہ حج و زیارت سے مستفیض ہوئے اور ہر وقت درود شریف پڑھتے رہتے تھے۔''

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً نصف صدی تک خدمت دین متین کا متن جاری رکھا۔ سینکڑوں علماء اور ہزاروں لوگ ان کے خطابات اور دروس قرآن سے مستفید ہوئے اور اس کے ساتھ ساتھ تصنیف کا ایک عظیم ذخیرہ یادگار چھوڑ گئے جس سے مسلک اہلسنت و جماعت کو بڑی تقویت ملی۔

۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ ہجری بمطابق 24 اکتوبر 1971ء کو بروز اتوار اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

رحمتہ اللہ علیہم اجمعین.

حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے دو صاحبزادے یادگار چھوڑے۔

حضرت علامہ مفتی مختار احمد نعیمی۔ حضرت علامہ مولانا مفتی اقتدار احمد نعیمی۔

عمر ھا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

استاد المدرسین حضرت علامہ مولانا مہر محمد صاحب اچھروی رحمتہ اللہ علیہ

امام المحققین حضرت مولانا مہر محمد صاحب اچھروی رحمتہ اللہ علیہ ابن عبداللہ ۱۳۱۴ ہجری بمطابق 1896ء میں موضع چوکھنڈی نزد کیمبل پور میں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں والد گرامی کا انتقال ہو گیا تو مولانا عطاالرسول کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوشاب میں قرآن کریم حفظ کیا اور استاد محترم کے انتقال کے بعد مدرسہ میں مدرس بن گئے۔ کچھ عرصہ فوج میں بھی بھرتی رہے مگر کسی وجہ سے برخاست ہو گئے تو تحصیل علم کے شوق نے بندیال شریف حضرت مولانا سلطان محمود نامی کے درس میں پہنچا دیا۔ بعد ازاں مزید اساتذہ سے اکتساب فیض حاصل کیا اور بالآخر شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمتہ اللہ علیہ سے تکمیل کیا۔ گھوٹہ میں ہی دورانِ تعلیم حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے۔ فراغت کے بعد جامعہ فتحیہ اچھرہ میں صدر مدرس بنے اور تمام عمر اسی جگہ تدریس میں گزار دی۔

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ اور جامع المنقول و المعقول حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب بھکھی شریف رحمتہ اللہ علیہ نے اس دوران جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی

شریف میں قائم کر رکھا تھا اور خود پڑھاتے تھے اور کسی قابل استاد گرامی کو رکھ کر اس سے پڑھتے بھی تھے۔ 1943ء میں جب کوئی قابل استاد نہ ملا تو دونوں استاد اچھرہ لاہور جا پہنچے اور استاد المدرسین امام المحققین سے رسالہ قطبیہ مختصر المعانی مُسلّمُ الثبوت کتب پڑھیں۔

حضرت مولانا علامہ مہر محمد صاحب چشتی رحمتہ اللہ علیہ درس نظامی بالخصوص معقولات کی تدریس میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ہمیشہ منقول و معقول کی انتہائی کتب کا درس خود ہی دیتے تھے اور دور دراز سے تشنگانِ علم آپ رحمتہ اللہ علیہ سے فیض حاصل کرتے تھے۔

۲ ربیع الثانی ۱۳۷۴ ہجری بمطابق 29 نومبر 1954ء آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور جامع فتحیہ اچھرہ لاہور میں مدفون ہوئے،

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردوں میں سے انسان نکلتا ہے

☆☆

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد چشتی قادری قدس سرۃ العزیز

شیخ الحدیث و التفسیر جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار بن چوہدری میران بخش 1904ء میں موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور انڈیا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قصبہ سے ہی حاصل کی اور 1924ء میں اسلامیہ ہائی سکول بٹالہ سے میٹرک کیا اور ایف اے کی تیاری کے سلسلہ میں لاہور آ گئے۔ ان دنوں جامع مسجد وزیر خان میں عظیم الشان جلسہ انعقاد پذیر تھا۔ جس کی صدارات حجتہ الاسلام حضرت علامہ مولانا محمد حامد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ بریلوی فرما رہے تھے۔ مولانا سردار رحمتہ اللہ علیہ ان سے اتنا متاثر ہوئے کہ انگریزی کی تعلیم کو خیر باد کہہ کر مرکز علم و معرفت بریلی شریف چلے گئے اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفٰے رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے استعفادہ کیا اور آٹھ سال تک صدر الشریعۃ حضرت علامہ محمد امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر جامع نعیمیہ اجمیر شریف سے سند فراغت حاصل کی۔

تکمیل علوم کے بعد پانچ سال تک جامع رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں تشنگانِ علوم کو سیراب کیا پھر جامع رضویہ مظہر اسلام بریلی شریف میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور تدریس حدیث میں بے مثال خدمات سر انجام دیں ان مدارس میں بے شمار اہل علم نے ان سے استفادہ کیا۔

1944ء میں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ موضع مانگٹ میں حضرت مولانا علامہ محمد سعید صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دعوت پر تشریف لائے۔ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ شرفِ ملاقات کیلئے حاضر ہوئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ وضو کیلئے کھڑے ہو چکے تھے۔ دیکھتے ہی فرمایا کہ آپ مولانا محمد نواز رحمتہ اللہ علیہ ہیں حالانکہ یہ ان سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی پہلی ملاقات تھی۔ مگر محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے خداداد نورِ فراست سے قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کو پہچان لیا اور کمال محبت کا اظہار بھی فرمایا۔

1946ء میں اعلیٰ حضرت سرکار کیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب اور استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہما اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ بریلی شریف دورہ حدیث کیلئے حاضر ہوئے۔ محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ ان دنوں تعطیلات کے سلسلہ میں اپنے آبائی گھر موضع دیال گڑھ میں قیام پذیر تھے۔ یہ حضرات وہاں پہنچ گئے اور محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں تین دن اپنے پاس رکھا اور خوب خاطر مدارت کی اور بعد ازاں بریلی شریف آ گئے اور سلسلہ کا آغاز ہو گیا۔

قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ اور حافظ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ گیارہ ماہ میں حضرت محدث رحمتہ اللہ علیہ سے موطا امام مالک، موطا امام محمد، طحاوی شریف، صحاح ستہ کی کتب پڑھیں

اور محدث اعظم پاکستان سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے کہنے پر صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی استفادہ حاصل کیا۔

1947ء کے بعد جب پاکستان بن گیا تو محدث اعظم پاکستان رحمتہ اللہ علیہ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے تو قیام کے لئے بھکھی شریف کا انتخاب کیا۔ حالانکہ اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد اور عقیدت مند پورے پاکستان میں موجود تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ آنے والے افراد کی تعداد تقریباً ایک صد تھی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تقریباً چار ماہ تک بھکھی شریف میں قیام فرمایا۔ اس دوران استاذ الاساتذہ ہمہ تن ان کی خدمت میں مصروف رہے۔ بعدازاں محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ موضع ساروکی میں منتقل ہو گئے۔ کچھ عرصہ ساروکی میں قیام کے بعد دوبارہ پندرہ دن کیلئے بھکھی شریف تشریف لائے اور پھر مستقل طور پر فیصل آباد میں رہنے لگے۔ کیونکہ ان کے استاذ گرامی صدر الشریعۃ علامہ امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ کا حکم تھا کہ کسی شہر میں قیام کرنا۔

حضرت محدث اعظم پاکستان رحمتہ اللہ علیہ کی آمد سے فیصل آباد ہی نہیں بلکہ پورے پاکستان میں حدیث مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کی بارش چھما چھم برسنے لگی اور جب تک محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کا فیضان بانٹنے لگے۔ قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے بھکھی شریف میں دورہ حدیث کا سلسلہ شروع نہ کیا بلکہ اپنے طلباء کو

فیصل آباد میں محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیتے تھے۔

حضرت محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ پیکر اخلاق، سراپا شفقت، باوقار، بارعب اور پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ علوم و فنون کے بحر بیکراں، زبردست مناظر اور باکمال محدث تھے۔ انہیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی اور اسی محبت و عقیدت کا یہ اثر تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ہر قول و فعل شریعت و سنت کے عین مطابق ہوتا تھا اور اس کی جھلک آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہر وعظ میں بھی نظر آتی تھی کہ گفتگو میں اس قدر اثر ہوتا کہ سخت سے سخت دل بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

یکم شعبان المعظم 29 دسمبر جمعہ و ہفتہ کی درمیانی شب 1962ء کو کراچی میں وصال پایا۔ جسد خاکی شاہین ایکسپریس کے ذریعے فیصل آباد لایا گیا۔ اسٹیشن سے جامعہ رضویہ تک ہزارہا افراد نے دیکھا کہ جنازے پر نور کی بارش برس رہی ہے۔ حالانکہ بادل کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نماز جنازہ میں تقریباً تین لاکھ افراد نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک سنی رضوی جامع مسجد فیصل آباد میں ہے۔

خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے تاریخ وصال کی۔

سید و سردارِ ما وارثِ علوم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نائب احمد رضا اللہ سے واصل ہوا

۱۳۸۲ ہجری

صدر الشریعۃ حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی قدسرۃ العزیز

صدر الشریعۃ حضرت مولانا علامہ امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ بمقام گھوسی ضلع اعظم گڑھ بھارت کے ایک علمی گھرانے میں 1898ء میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام مولانا حکیم جمال الدین تھا۔ ابتدائی کتابیں اپنے جد امجد مولانا خدا بخش رحمتہ اللہ علیہ سے اور اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق سے پڑھیں۔ پھر انہی کی مشاورت سے مدرسہ حنفیہ جون پور بھارت میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ہدایت اللہ راہوری رحمتہ اللہ علیہ سے استفادہ حاصل کیا۔ رات کو اپنے استاذ گرامی کے پاس ہی رہتے اور ان کی خدمت بھی کرتے اور ساتھ تکرار و مطالعہ بھی۔ یہی سلسلہ انکی علمی پختگی کا سبب بنا۔ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد حجتہ العصر مولانا وصی احمد سورتی قدسرہ العزیز سے مدرسہ الحدیث' میں درسِ حدیث لیا اور دستارِ فضیلت اور سندِ فراغت کے حقدار ٹھہرے۔ بعد ازاں حکیم عبدالولی سے علم طب حاصل کیا۔

1906ء سے 1909ء تک محدث سورتی رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ میں تدریس کرتے رہے اور پھر ایک سال مدرسہ میں مطب بھی کیا۔

1911ء میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت مولانا امام شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے طلب کرنے پر بریلی شریف میں مدرس مقرر ہوئے اور جلد ہی اپنی علمی و فکری قابلیت، خداداد حسنِ سلیقہ اور سعادت مندی سے مجدد دین و ملت فاضل بریلی رحمتہ اللہ علیہ کی نظر میں مقبول اور موردِ الطاف خاص بن گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد فتاویٰ کا کام بھی صدر الشریعۃ کے حوالے کر دیا گیا۔

حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی اور تقویٰ سے شاداب و درخشندہ زندگی کی مسلسل دید کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے روحانی راہنمائی کیلئے سلسلہ عالیہ قادریہ میں ان سے بیعت کی اور جلد ہی تمام سلاسل میں خلافت سے نوازے گئے۔

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''ہم ''استاذ الاساتذہ اور جامع المنقول و المعقول حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہما'' اور دیگر ساتھی وہاں دورۂ حدیث شریف پڑھتے تھے۔ حضرت محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے آشوب چشم کی وجہ سے اسباق سے موقوف فرما دیا اور فرمایا کہ حضرت صدر الشریعۃ رحمتہ اللہ علیہ بریلی شریف میں قیام پذیر ہیں ان سے گذارش کرو تمہارے اسباق ہوتے رہیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک واسطہ قرب بھی ہو

جائے گا نیز آپ حضرات کو خیر آبادی علماء کی طرز بھی معلوم ہو جائے گی۔ یاد رکھنا وہ ابتداء میں انکار کریں گے مگر اصرار پر مان جائیں گے نیز اگر یہ عرض کر دیا جائے کہ ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے تو اُس کا بڑا احساس فرماتے ہیں اور اس طرح ہمیں دو ماہ تک صدر الشریعۃ رحمتہ اللہ علیہ سے بخاری شریف اور مسلم شریف پڑھنے کا موقع ملا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ حدیث کا خلاصہ اس انداز میں بیان فرماتے کہ حواشی بھی اسی میں بیان فرما دیتے۔ مخالفین کے اعتراضات کے جوابات بھی اسی میں آ جاتے تھے اور اگر کوئی طالب علم سوال کرتا تو فرماتے تھے کہ بین السطور دیکھو اور اس سے سوال کا حل نکال لیتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ کسی کی غیبت بالکل نہ کرتے تھے نہ سنتے تھے۔ ایک دفعہ بریلی شریف میں شاندار جلسہ ہوا حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی نے اپنے خطاب میں ایک حدیث شریف بیان کی حسنِ اتفاق سے اگلے دن وہی حدیث شریف سبق میں آ گئی۔ ایک طالب علم نے کہا کہ بدایونی رحمتہ اللہ علیہ نے تو اس طرح بیان کیا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سخت ناراض ہوئے اور ڈانٹ کر فرمایا کہ تم نے کل حدیث شریف سنی تھی اور آج پڑھ بھی لی۔ خود موازنہ کر لو، غیبت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

حضرت صدر الشریعۃ رحمتہ اللہ علیہ نے تصانیف کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ اس وقت صرف آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ایک تصنیف کا ذکر کیا جاتا ہے جو بلاشبہ فقہی علوم کا انسائیکلو پیڈیا ہے اور جس کی شہرت کا ڈنکا صرف

برصغیر ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں بج رہا ہے۔اس کا نام بہارِ شریعت ہے اور اس کے تقریباً چھ حصے اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ میں مکمل ہو گئے تھے جن پر ان کی تقریظات آج بھی موجود ہیں۔

بہار شریعت وہ کتاب ہے جس کی موجودگی میں مزید کسی فقہی کتاب کی ضرورت ہی نہیں رہتی جس کا برملا اعتراف صرف اپنوں نے ہی نہیں کیا بلکہ غیروں نے بھی کیا ہے۔قبلہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے بارہا یہ واقعہ راقم الحروف کی موجودگی میں سنایا کہ وہ دیوبندی مکتب فکر کے ایک بڑے عالم جب تقسیم ہند کے بعد نقل مکانی کر کے انڈیا سے پاکستان جانے لگے تو انہوں نے بہت بڑے کتب خانے سے صرف بہار شریعت ہی اٹھا لی اور عازمِ سفر ہوئے۔لوگوں نے عرض کیا کہ مزید کتب لے جایئے تو کہا کہ میرے پاس مولانا امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب بہار شریعت ہے اور اس کی موجودگی میں مزید کسی کتاب کی ضرورت نہیں۔

صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ جب دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت اور حج کے ارادے سے فقیہہ اعظم ہند مولانا مصطفٰے رضا خان کے ہمراہ بریلی شریف سے بمبئی تشریف لائے تو راستے میں ہی بیمار ہو گئے اور ۲ ذیقعد ۱۳۶۷ ہجری بمطابق دسمبر 1948ء کو اپنے مولائے کریم سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ان المتقین فی جنت وعیون تاریخ وصال ہے۔

۱۳۶۷ ہجری

وما كان قيس هلكه هلك واحد

ولكنه بنيان قوم تهدما

☆☆

مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان نوری بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان نوری بریلوی رحمتہ اللہ علیہ قدس سرہ العزیز ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ ہجری 7 جولائی 1893ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ حضرت سید ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ نے نومولود کا نام ابوالبرکات محی الدین جیلانی منتخب کیا۔ ساتویں روز عقیقہ محمد نام پر ہوا اور عرفی نام مصطفےٰ رضا رکھا گیا۔ یہ نام اس قدر مشہور ہوا کہ پھر خاص و عام نے اسی نام سے یاد کرنا شروع کر دیا۔

حضرت مفتی اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے جن اساتذہ سے اپنی تعلیم مکمل کی ان میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ، برادر اکبر حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی، علامہ شاہ رحیم الٰہی مظفر نگری، مولانا بشیر احمد گڑھی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین زیادہ مشہور ہیں۔

حضرت مفتی اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک ابھی چھ ماہ ہی کی تھی کہ مرشدِ کامل حضرت سید ابو الحسن احمد نوری رحمتہ اللہ علیہ بریلی شریف تشریف لائے تو اپنی آغوش مبارک میں لیا اور دعاؤں سے نوازا اور منہ میں انگلی ڈال کر اپنا مرید بھی بنا لیا اور جملہ سلاسل کی خلافت سے بھی نوازا۔

جملہ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد صرف اٹھارہ سال کی عمر میں رضاعت کا پہلا فتویٰ لکھا اور وہ بھی کتب فقہ دیکھے بغیر فتویٰ اصلاح کیلئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے صحتِ جواب پر مسرت و اطمینان کا اظہار فرمایا اور بطور انعام ان کے نام کی مہر بھی بنوا کر دی۔ مفتی اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی موجودگی میں مسلسل تیرہ برس تک فتویٰ نویسی کی اور بعد ازاں بھی تمام عمر یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس طرح انہوں نے مسلسل ستر برس کی عمر تک بلا معاوضہ یہ فریضہ باحسن ادا کیا۔

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ

''حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے اپنے گیارہ ماہ کے قیام کے دوران بہت سی ملاقاتیں ہوئیں وہ سب یادگار ہیں۔ ہر آٹھویں دن کو ان کے ہاں حاضر ہوئے وہ مہمان نواز تھے، خلیق تھے، فتویٰ نویسی میں مصروف رہتے تھے اور طلبہ کو نصیحتیں کرتے رہتے تھے۔''

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ اور جامع المنقول و المعقول حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے تو دیگر طلباء کو اجازت مل گئی مگر ان دونوں حضرات کو مفتی اعظم ہند

رحمتہ اللہ علیہ نے دو ماہ اپنے پاس رکھا اور فتویٰ نویسی کی تربیت دی نیز حدیث شریف کی سند بھی دی۔ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

"اس دوران مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفےٰ نوری رحمتہ اللہ علیہ اکثر کھانا بھی ہمارے ساتھ کھاتے تھے اور انتہائی شفقت اور محبت سے نصیحتیں بھی فرماتے تھے۔"

حضرت مفتی اعظم کا اخلاق سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس جمیل تھا۔ اخلاص و وفا کی ایک شمع اور عظیم و استقلال کا کوہِ وقار، زہد و تقویٰ، ایمان و ایقان، صداقت و دیانت کی تصویر، حب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے مقام پر فائز تھے۔ سنت کی نصرت اور بدعت کی مخالفت اور اس کے استقبال کیلئے ہمیشہ سرگردان رہتے تھے۔ احقاق حق اور ابطالِ باطل ورثہ میں پایا۔ ذہانت و بصارت ایسی کہ ارباب علم و دانش اور احباب فکر ونظر سے خراج تحسین پایا۔ بے کسوں، بے نواؤں کے حامی اور دنیا داروں سے بے غرض ایک ایک قدم سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیکر اور ایک ایک سانس عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے معطر۔

علم وفضل کا یہ کوہِ وقار، شریعت و طریقت کا نیر تاباں، صدر بزم اولیاء حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مفتی مصطفےٰ رضا خان نوری رحمتہ اللہ علیہ اکانوے برس کی عمر میں مختصر علالت کے بعد بروز جمعرات ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ ہجری بمطابق ۱۲ نومبر ۱۹۸۲ء رات ایک بج کر چالیس منٹ پر کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اگلے روز نماز جمعہ کے بعد اسلامیہ کالج کے وسیع گراؤنڈ میں حضرت مولانا مختار اشرف کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ نے سوا تین بجے نمازہ جنازہ پڑھائی جس میں پچیس لاکھ افراد نے شمولیت کی سعادت حاصل کی۔ چشم فلک نے ایک ایسی ہی وقت اور ایک ہی جگہ پر اتنا بڑا اجتماع کم ہی دیکھا ہوگا۔

مدتوں روتی رہی چشمِ حسرت اہل چمن
سالہا رہتے ہیں گریاں دیدۂ چرخ کہن
تب کہیں ہوتا ہے پیدا ایک نخلِ گلبدن
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

اور

زندگی رہتی ہے برسوں غوطہ زن در خاک و خون
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

☆☆

باب نمبر ۵

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے چند معاصر علماء کا تذکرہ

شیخ المشائخ مولانا محمد اسلم قادری مراڑیاں شریف

رئیس المناطقہ حضرت مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی

شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی وزیر آباد

فقیہہ عصر حضرت علامہ پیر سید محمد یعقوب شاہ صاحب

کیرانوالہ (گجرات)

شیخ القرآن حضرت علامہ مولانا غلام علی اوکاڑوی رحم اللہ علیہم

اجمعین

شیخ المشائخ حضرت پیر محمد اسلم قادری

رحمۃ اللہ علیہ مراڑیاں شریف

استاذ الاساتذہ، شیخ المشائخ حضرت علامہ مولانا پیر محمد اسلم قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۱ رمضان المبارک ۲۲ فروری ۱۹۲۹ء کو بروز جمعۃ المبارک مراڑیاں شریف میں پیدا ہوئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے والد گرامی حضرت مولانا محمد نیک عالم قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں پرورش پائی اور انہیں سے ابتدائی تعلیم بھی حاصل کی۔ اس کے بعد اکابر علماء سے درس نظامی کی کتب پڑھتے رہے اور فقیہہ اعظم ابو البرکات سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے درس حدیث لیا۔

21 نومبر 1947ء میں حضرت پیر سید نذر محی الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بٹالہ شریف کے دست حق پر بیعت کیا اور سلوک کی منازل طے کیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک متبحر عالم دین اور صاحب ریاضت و مجاہدہ ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر عملیات بھی تھے۔

استاذ الاساتذہ بحر العلوم حضرت مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور جامع المنقول و المعقول حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جن دنوں مراڑیاں شریف میں

حضرت مولانا محمد نیک عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس زیر تعلیم تھے اور ہدایۃ النحو اور نورالایضاع پڑھتے تھے تو ان دنوں حضرت مولانا محمد اسلم قادری رحمتہ اللہ علیہ صرف نو یا دس سال کے تھے۔ اس طرح اوائل عمری سے ہی قائم ہونے والے تعلقات وقت کے ساتھ ساتھ مزید گہرے ہوتے چلے گئے۔

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت مولانا محمد اسلم صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے جو محبت و انس تھا اس کا اندازہ ایک انٹرویو سے لگایا جا سکتا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ

س: ساری زندگی آپ رحمتہ اللہ علیہ کن سے متاثر ہوئے ہیں؟

ج: تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جن شخصیات کا نام لیا یہ ان کے ساتھ بھی فرمایا کہ مولانا محمد اسلم قادری مراڑیاں شریف والوں سے بڑی پرانی محبت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ 1988ء میں جب گوجرانوالہ میں جامعہ مدینۃ العلم کا آغاز فرمایا تو از خود مراڑیاں شریف تشریف لائے اور حضرت مولانا محمد اسلم قادری رحمتہ اللہ علیہ کو خصوصی دعوت بھی دی اور دعا کیلئے بھی عرض کیا۔ چنانچہ حضرت مولانا صاحب رحمتہ اللہ علیہ وقت مقررہ پر تشریف لائے اور خصوصی دعا بھی فرمائی۔

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد اسلم قادری رحمتہ اللہ علیہ کی روحانی خدمات بالخصوص ان کے وظائف و اوراد کے بڑے

قدر دان تھے۔

ماہنامہ اہلسنت کے انٹرویو میں جب ان سے پوچھا گیا کہ

س: وظائف میں کیا کیا پڑھتے ہیں؟

ج: میں مولانا اسلم قادری رحمتہ اللہ علیہ کی اجازت سے مراڑیاں شریف کے وظائف بھی پڑھتا ہوں۔

حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے علم و فضل کے معترف ہونے کی وجہ سے ہی حضرت علامہ مولانا پیر محمد اسلم قادری رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزدگان بالخصوص اشرف العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اشرف القادری مدظلہ بھکھی شریف حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے علمی استفادہ کرسکیں۔

۲۵ ذوالحج ۱۴۲۵ ہجری بمطابق 17 فروری 2004ء بروز منگل کو حضرت علامہ مولانا محمد اسلم قادری رحمتہ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ شدید بیمار تھے اور چلنے سے عاجز تھے مگر اس کے باوجود بنفس نفیس خود مراڑیاں شریف تشریف لائے اور جنازہ میں شرکت فرمائی۔ نیز تدفین کے بعد دعا تک وہاں موجود رہے۔

خلد میں شاداں رہے وہ کملی والے کے حضور
ان کی مرقد پہ ہو امجد رحمت رب غفور

☆☆

رئیس المناطقہ حضرت علامہ عطا محمد صاحب بندیالوی رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ 1916ء میں پدھراڑ ضلع خوشاب ''ڈھوک دھمن'' میں اعوان قبیلے میں ملک اللہ بخش کے گھر پیدا ہوئے جو کہ ایک علم دوست شخصیت تھے۔ ضلع چکوال میں حفظِ قرآن کی سعادت حاصل کی اور آٹھ سال تک فقیہہ زمانہ مولانا یار محمد بندیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس درسِ نظامی کے علوم پڑھتے رہے۔ پھر لاہور میں علامہ مہر محمد اچھروی رحمتہ اللہ علیہ بھیرہ شریف میں علامہ غلام محمود صاحب گولڑی اور گجرات میں علامہ عبدالرسول گجراتی رحمتہ اللہ علیہما سے فیضیاب ہوئے۔

غوث زماں دوراں فاتح قادیاں سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی اور عمر بھر کیلئے چشتی گولڑی کہلائے۔

رئیس المناطقہ رحمتہ اللہ علیہ نے جامعہ فتحیہ اچھرہ میں ہی درس نظامی کی منتہی کتب پڑھیں اور وہیں تدریس کا آغاز کیا۔ بعد ازاں گولڑہ شریف، سیال شریف، مکھڈ شریف، بھکھی شریف، حزب الاحناف لاہور، رانیاں حصار (انڈیا) کراچی، وڑچھ شریف جیسی درسگاہوں اور عظیم الشان آستانوں میں تدریس فرمائی۔ صرف جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف میں تقریباً ۳۰ سال تک تدریس فرمائی اور اسی مناسبت سے بندیالوی کہلائے۔

رئیس المناطقہ رحمتہ اللہ علیہ سے استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کا تعارف 1943ء میں جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں ہوا جب شیخ الحدیث و

التفسیر حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت مولانا مہر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے رسالہ قطبیہ، مختصر المعانی، سُلّم الثبوت وغیرہ کتب پڑھتے تھے۔ ان دنوں حضرت مولانا عطا محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ وہاں درس نظامی کی تکمیل کے بعد پڑھا بھی رہے تھے۔

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا عطا محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کی علمی لیاقت اور تدریسی خدمات سے پوری طرح آگاہ تھے لہذا جب بھی باہمی ملاقات کا موقع ملا بے انتہا عقیدت اور محبت کا اظہار فرمایا۔

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک مرتبہ اپنے صاجزادے حضرت مولانا قاری محمد خالد محمود صاحب مدظلہ کے ہمراہ بندیال شریف بھی تشریف لے گئے۔ ملاقات چونکہ ایک طویل عرصے کے بعد ہو رہی تھی لہذا حضرت رئیس المناطقہ سبق پڑھانے میں مصروف رہے اور حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ اسی انتظار میں تشریف فرما رہے کہ جب وہ فارغ ہوں تو ملاقات کا شرف حاصل ہو۔ اس دوران کافی وقت گزر گیا اور کافی دیر کے بعد ایک طالب علم نے حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کی آمد کے بارے میں بتایا۔ رئیس المناطقہ رحمتہ اللہ علیہ اس طالب علم پر شدید ناراض ہوئے اور سخت سرزنش کی اور اظہار افسوس فرمایا کہ اتنی عظیم علمی شخصیت کی آمد کے بارے میں مجھے پہلے کیوں

نہ بتایا گیا۔ بعد ازاں بے حد محبت و عقیدت کا اظہار فرمایا اور خاطر مدارت کے بعد معذرت بھی فرمائی۔

علامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ جب 1988ء میں بھکھی شریف میں مصروف تدریس تھے تو استاذ الاساتذہ رحمۃ اللہ علیہ بھکھی شریف تشریف لائے۔ علامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور دونوں حضرات کافی دیر تک روحانی و علمی موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔

حضرت علامہ مولانا عطا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامع المنقول و المعقول حضرت علامہ پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بڑی محبت اور احترام سے فرماتے تھے۔ بھکھی شریف میں دوران تدریس آپ ''ملاحسن'' پڑھا رہے تھے تو اپنے طلباء سے فرمایا۔

''میں بھیرہ شریف میں پڑھاتا تھا۔ قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے۔ انہیں ''ملاحسن'' کے اس مقام پر اشکال تھا جو اس مقام کی صحیح تقریر تھی وہ کتاب کے ساتھ موافق نہیں تھی چنانچہ میں نے اپنا ''ملاحسن'' نکال کر عبارت پڑھی تو انہوں نے کہا کہ ہمارا اشکال حل ہو گیا۔ ان کی کتاب میں کتابت کی غلطی تھی جس سے عبارت سمجھنے میں مشکل پیش آ رہی تھی۔''

حضرت مولانا غلام احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''جب میں بھکھی شریف سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد

بندیال شریف میں استاذ حضرت مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس زیر تعلیم تھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کن لوگوں سے پڑھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ اور حافظ الحدیث حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بھکھی شریف میں کچھ سال پڑھا ہے۔ حضرت علامہ بندیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا کہ استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ان کی آنکھیں کچھ کمزور ہوگئی ہیں۔ اس لئے وہ کتاب کو آنکھوں کے قریب کر کے پڑھاتے ہیں۔ فرمایا کہ ان کو کتاب دیکھنے کی کیا ضرورت ہے کہ پڑھا پڑھا کر ان میں وہ ملکہ پیدا ہو گیا ہے کہ اب انہیں کسی کتاب کی ضرورت نہیں۔ طالب علم جب عبارت پڑھ کر فارغ ہوتا ہے وہ تقریر شروع کر دیتے ہیں۔"

حضرت علامہ بندیالوی رحمتہ اللہ علیہ نہایت خلیق، ملنسار، متواضع شخصیت کے مالک تھے۔ عظیم صاحب علم و فاضل علوم درسیہ ہونے کے باوجود خود بینی اور ریا سے انہیں دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

نصف صدی سے زیادہ مسند تدریس پر فائز رہنے کے بعد 21 فروری 1999ء کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔

☆☆

شیخ القرآن مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ القرآن مولانا علامہ محمد عبدالغفور صاحب ۲۰ ربیع الاول یکم اپریل ۱۹۱۰ء کو جمعہ کے دن ہریپور ہزارہ کے قریب گاؤں چنبہ پنڈ میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا خاندان کئی پشتوں سے علم و ادب کا گہوارہ تھا۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی اور پھر مختلف اساتذہ سے استفادہ کیا اور پھر دہلی کے مختلف مدارس میں پڑھنے کے بعد بریلی شریف حاضر ہوئے اور شہزادہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ حامد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ سے مختلف علوم وفنون کی تکمیل کی اور بریلی شریف میں ہی مدرس مقرر ہوئے۔ قابلیت و لیاقت کا یہ عالم تھا کہ مشکل سے مشکل مسائل کو بھی نہایت آسانی سے حل کر لیتے تھے۔ اس لئے حضرت حجتہ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے ابو الحقائق کا خطاب بخشا۔

شیخ التفسیر حضرت علامہ محمد عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ اک کہنہ مشق مدرس، عظیم خطیب اور اعلیٰ درجہ کے مناظر تھے۔ مختلف مقامات پر خطابت کے جوہر دکھانے کے بعد 1935ء میں جامع مسجد نزد ریلوے اسٹیشن وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں خطیب مقرر ہوئے اور تازیست یہاں ہی خطابت فرماتے رہے۔ بچپن میں ہی حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔

قیام پاکستان کے بعد وزیر آباد میں ہی جامعہ نظامیہ غوثیہ قائم کیا جس میں ہر سال رمضان المبارک میں دورہ تفسیر قرآن پڑھایا کرتے تھے۔

جس میں ملک بھر سے طلبا و طالبات کثیر تعداد میں شرکت کرتے اور گوہر مراد سے دامن بھرتے کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ قرآن مجید کے رموز و نکات بڑے احسن طریقے سے بیان فرماتے کہ سامعین عش عش کر اٹھتے لہذا بھکھی شریف سے چند طلباء دورہ تفسیر قرآن میں شمولیت کیلئے حاضر ہوئے تو علامہ ابو الحقائق رحمتہ اللہ علیہ ان کی علمی قابلیت سے متاثر ہوئے اور انہی کے توسط سے استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ سے متعارف ہوئے اور عمر بھر استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے علم کے معترف رہے اور اس کا اظہار مختلف مواقع پر کرتے رہے۔

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ بھی علامہ ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ کے انداز خطابت کے بڑے مداح تھے۔

چنانچہ ایک انٹرویو میں جب حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نظر میں بہترین خطیب کون ہیں تو جواب میں جن مشاہیر خطباء کے اسم گرامی لئے ان میں ابو الحقائق حضرت علامہ محمد عبد الغفور ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔

ماہنامہ اہلسنت گجرات کو انٹرویو دیتے ہوئے جب سوال کیا کہ

س: علامہ محمد عبد الغفور ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ کی کوئی خاص یادگار بات؟

ج: دراصل وہ مجھے پہچانتے تھے میں ان کو جانتا تھا یعنی باہمی تعارف اچھا تھا۔ ہم دورہ تفسیر شریف کیلئے طلباء کو ان کے پاس بھیجتے ہیں اور ہمارے شاگرد ان کے ہاں دیگر طلباء میں فائق رہے۔ ویسے حضرت شیخ

القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ بہت اچھے مناظر اسلام اور بہت اچھے خطیب ہیں۔ مولانا عمر اچھروی رحمتہ اللہ علیہ تو مخالفین کے ساتھ بہانہ بنتے ہی مناظرہ کر لیتے تھے لیکن حضرت ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ تو پہلے ٹالتے سمجھاتے ہیں اور اگر کوئی خوامخواہ ان کے گلے پڑ جائے تو پھر مناظرہ کیلئے ڈٹ جاتے ہیں اور کامیابیاں ان کا مقدر ہوتی ہیں۔ وہ سچے اور کھرے انسان ہیں۔

علامہ ابوالحقائق ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ عالم باعمل شیخ طریقت مقرر نعت گو شاعر اور بہت بڑے عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

علامہ ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ شروع سے ہی صبح کی سیر کے عادی تھے۔ ۷ شعبان المعظم ۱۳۹۰ ہجری بمطابق 19 اکتوبر 1970ء بروز جمعتہ المبارک حسب معمول سیر کرتے ہوئے نالہ پلکھو سے جی ٹی روڈ پر گزر رہے تھے کہ اچانک ایک تیز رفتار ٹرک کی زد میں آ گئے اور شدید زخمی ہو گئے اور اسی حالت میں کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے مالک حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

جناب حکیم سرور دینوری نے گوجرانوالہ سے تاریخ وصال لکھی۔

آج بے نور ہو گئی محفل علم و حکمت
اٹھ گیا واقف اسرار کتاب و سنت
ذہن میں آیا ہے یہ مصرع تاریخ وصال
اہل سنت کا امام آج ہوا ہے رخصت۔ (1970)۔

فقیہہ عصر حضرت علامہ پیر سید محمد یعقوب شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کیرانوالہ شریف

فقیہہ العصر استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا قاضی مفتی پیر سید محمد یعقوب شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ 1922ء میں گجرات کے قریب ایک گاؤں موضع کیرانوالہ سیّداں میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد کا نام قاضی سید نور الھدیٰ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ تھا جو کہ ایک درویش صفت انسان ہونے کے ساتھ عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ لاہور سے فارغ التحصیل تھے۔ ابتدائی تعلیم تو اپنے گاؤں میں ہی حاصل کی بعد ازاں گورنمنٹ مڈل سکول منگووال میں داخلہ لیا۔ اس کے بعد دینی تعلیم کے لئے قلعدار ضلع گجرات میں معروف عالم دین مولانا مفتی محمد عالم صاحب کے پاس حاضر ہوئے۔ اس کے بعد ٹھیکریاں مونیاں، چک عمر، پیر غازی، جنڈ تحصیل کھاریاں' وزیر آباد، ہیڈ رسول میں حصول علم کے بعد 1939ء میں حاصلانوالہ نزد ڈنگہ میں سلطان العلماء فخر المدرسین حضرت علامہ مولانا سلطان احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عظیم درسگاہ میں جا پہنچے جہاں اس وقت حافظ القرآن و الحدیث حضرت مولانا پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب اور استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہما بھی زیر تعلیم تھے۔ یہیں سے حضرت فقیہہ اعظم کی حسین سنگت کا آغاز ہوا۔

1941ء میں حافظ الحدیث اور استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہما نے حضور کیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر بھکھی شریف میں دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ کے قیام کا فیصلہ کیا تو حضرت مولانا محمد یعقوب شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ملتان سے مولوی محمد دین صاحب کو بلایا اور ان حضرات نے مل کر اسباق شروع کر دیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ دارالعلوم کے دیگر طلباء کو خود بھی پڑھانا شروع کر دیا۔ اس طرح یہ حضرات منتہی کتب خود پڑھتے اور ابتدائی کتب دیگر طلباء کو پڑھاتے۔

1943ء میں جب کوئی قابل استاد دستیاب نہ ہوئے تو اچھرہ لاہور میں حضرت مولانا محمد دین صاحب کے پاس حاضر ہو گئے اور درس نظامی کی تکمیل کرنے لگے۔

ان دنوں بٹالہ اور امرتسر کے چند علماء کا بڑا شہرہ تھا۔ حصول علم کے شوق میں یہ لوگ 1944ء میں بٹالہ اور امرتسر کے لئے بھی عازم سفر ہو گئے۔ تقریباً ایک سال کے موتی سمیٹنے کے بعد دوبارہ بھکھی شریف میں آئے اور تدریس میں مصروف ہو گئے۔ ابھی ایک سال بھی مکمل نہ ہوا تھا کہ خلیفہ اعظم شیر ربانی پاسبان مسلک مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت پیر سید نور الحسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر مرکز علم و عرفان بریلی شریف کا قصد کیا۔ جامعہ بریلی شریف میں ان دنوں رہائش کا قابل ذکر اہتمام نہ تھا۔ اسلئے طلباء مختلف مساجد میں رہائش رکھتے تھے۔ حضرت علامہ پیر محمد یعقوب شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی رہائش کا انتظام محلہ صالح نگر میں کیا گیا جو کہ تقریباً شہر کے دوسرے

نارے پر تھا اور وہاں کی مسجد کا امام بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کو مقرر کیا گیا۔

دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں ان دنوں مولانا سعد اللہ کا کا خیل مدرس تھے جو کہ مسلکاً دیوبندی تھے۔ بھکھی شریف سے ایک خط موصول ہوا کہ مولوی صاحب کی وجہ سے طالب علم دیوبندی ہوتے جا رہے ہیں۔ مشورہ ہوا کہ کیا کیا جائے۔ بالآخر استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر احباب رحمتہ اللہ علیہما کے فیصلہ سے حضرت علامہ پیر سید محمد یعقوب شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بھکھی شریف بھیجا جائے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی انتھک محنتوں سے طالب علموں کو دوبارہ صحیح دینی و روحانی ماحول فراہم کیا۔ آٹھ ماہ کے بعد دوبارہ بریلی شریف پہنچے تو امتحان شروع ہونے میں ایک دن باقی تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے امتحان دیا اور امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد اپنے آبائی گاؤں کیرانوالہ سیّداں میں مدرسہ عربیہ غوثیہ کی بنیاد رکھی اور پھر ساری زندگی اسی مدرسے میں پڑھاتے رہے۔

حضرت پیر سید محمد یعقوب شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت جامع کمالات سے مزین تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ بڑے کہنہ مشق مدرس، علوم نقلیہ وعقلیہ کے ماہر، شاندار محقق، عظیم محدث اور اعلیٰ درجہ کے فقیہہ اور مفتی بھی تھے۔ ان سب خوبیوں کے ساتھ ساتھ وہ زہد و تقویٰ اور حسن اخلاق میں سلف صالحین کا نمونہ تھے اور انہیں دیکھ قرون اولیٰ کے علماء کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

بالآخر طویل علالت کے بعد ۲۹ صفر 27 اپریل بروز اتوار 2003ء کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون.

جامع المعقول و المنقول استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ نے جو کہ نہایت علیل تھے اور کمزور بھی تھے ازخود کیرانوالہ سیداں پہنچے اور نماز جنازہ میں شرکت کی۔

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام

☆☆

شیخ القرآن حضرت علامہ غلام علی اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ

جب دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف اپنی ابتدائی منازل طے کر رہا تھا تو حضرت شیخ القرآن موضع گوھڑ (ضلع منڈی بہاؤ الدین) کے قریب ہی گوھڑی میں خطیب تھے۔ دارالعلوم کا قیام چونکہ اہلسنت و جماعت کیلئے ایک نہایت اہم ضرورت تھا لہذا حضرت شیخ القرآن رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت دین عرف بابو صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین گوھڑ شریف کے ہمراہ دارالعلوم کی بھرپور مالی معاونت کی۔ حتیٰ کہ زکوۃ کے موقع پر عشر و صدقات کیلئے لوگوں کو ترغیب دی تاکہ دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ کامیابی و کامرانی سے خدمت دین کر سکے۔

استاذ الاساتذہ اور حضور قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہما بھی حضرت شیخ القرآن کی علمی وجاہت اور دینی خدمات کے قدردان تھے۔ یہی دینی رشتہ ناقابل تسخیر دوستی کی شکل اختیار کر گیا۔

استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت علامہ مولانا محمد اشرف جلالی مدظلہ (کامونکی) جو کہ حضرت شیخ القرآن رحمتہ اللہ علیہ کے داماد ہیں سے فرمایا کہ

میں اور حافظ الحدیث رحمتہ اللہ علیہما مولانا علامہ غلام علی اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ انتہائی گہرے دوست تھے اور رہیں گے۔ انشاء اللہ۔"

یہی وجہ ہے کہ ان تینوں حضرات نے علاقہ بھر کے اہلسنت کی علمی

فکری و اعتقادی اور روحانی راہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور اس کے ساتھ اہلسنت و جماعت کے عقائد ونظریات کا تحفظ بھی کیا۔

اس دوران ان علاقوں میں مولوی عنایت اللہ شاہ گجراتی لوگوں میں پیر بنا ہوا تھا اور اپنے مریدین کو آہستہ آہستہ دیوبندی بنا رہا تھا۔ اس کے اس فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے تا کہ اہل سنت اس کے دام و فریب میں نہ آئیں 1948ء میں ڈھوک ساہیاں میں ایک عظیم الشان مناظرے کا اہتمام کیا گیا جس میں اہلسنت کی طرف سے مناظر شیخ التفسیر مولانا غلام علی اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ، صدر مناظرہ حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور معاون مناظرہ حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ جبکہ وہابیوں کی طرف سے مولوی عنایت اللہ شاہ گجراتی ہی سب کچھ تھا۔

موضوعات مناظرہ، مسئلہ علم غیب اور مسئلہ حاضر و ناضر تھا۔ ظہر کی نماز کے بعد مناظرہ شروع ہوا اور علامہ ابو البیان غلام علی اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے دلائل قاہرہ کی تاب نہ لاتے ہوئے مولوی عنایت اللہ گجراتی نے بالآخر ہتھیار ڈال دیئے اور اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو عظیم فتح نصیب فرمائی۔

علامہ اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ بعد ازاں موضع گوہڑ سے اوکاڑہ منتقل ہو گئے اور ایک عظیم الشان جامعہ کی بنیاد رکھی۔ بالآخر ایک طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔

وصال سے قبل وصیت فرمائی کہ میری تدفین اگر جامعہ ہذا میں کرنی ہوتو انتظامیہ سے جگہ ضرور خرید لیں کہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری باز پرس نہ ہو۔

انتہائی ضروری

یہ بات بطور خاص پیش نظر رہے کہ استاذ الاساتذہ بحر العلوم مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ تذکرہ راقم الحروف کی ذاتی تصنیف نہیں بلکہ مختلف کتب یا رسائل کے اکتسابات کا مجموعہ ہے۔ بندہ نے صرف ترتیب و تزین کی سعادت حاصل کی ہے یا حضرت استاذ الاساتذہ رحمتہ اللہ علیہ کے ختم قل شریف اور ختم چہلم پر علمائے کرام اور مشائخ عظام کے خطابات سے چیدہ چیدہ عنوانات ہیں جن کو یکجا کیا گیا ہے۔کوشش کی گئی ہے کہ کوئی چیز حوالہ کے بغیر درج نہ ہو۔

تذکرہ ہذا کیلئے مندرجہ بالا کتب و رسائل سے مدد لی گئی ہے۔

کتب۔

تذکرہ علما اہلسنت لاہور۔	حضرت مولانا علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب۔
تذکرہ اکابرین اہلسنت۔	حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب۔
تذکرہ محدث اعظم پاکستانؒ	
تذکرہ الشاہ محمد سعید صاحبؒ	جناب خالد محمود قادری صاحب۔
تذکرہ حیات فقیہہ العصر۔	پروفیسر سید محمد ریاض حسین شاہ صاحب۔
تذکرہ اعتراف عظمت۔	مولانا محمد رشید قادری صاحب۔
تذکرہ شیخ المحد ثینؒ۔	حضرت علامہ مولانا ظہور احمد جلالی۔

گوہر نور۔	حضرت علامہ مولانا ظہور احمد جلالی۔
استاذ العلماء۔	حضرت مولانا ملک محبوب الرسول قادری۔

رسائل۔

ماہنامہ حافظ الحدیث بھکھی شریف۔	غلام عباس جلالی صاحب۔
ماہنامہ اہلسنت نومبر 2004۔	صاحبزادہ مسعود احمد قادری۔
ماہنامہ اہلسنت مارچ 2000۔	صاحبزادہ مسعود احمد قادری۔
ماہنامہ رضائے مصطفٰے نومبر 2004۔	محمد حفیظ نیازی۔

خودنوشت قلمی استاذ الاساتذہ بحر العلوم حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ۔

امیرِ کاروانِ اسلام مفتی محمد خان قادری کی تصانیف

- شرح اج سک متراں دی
- حضور ﷺ کے آباء کی شانیں
- والدین مصطفیٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا
- علماء نجد کے نام اہم پیغام
- جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
- کیا سگِ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟
- ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ
- سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
- صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ
- محبت اور اطاعت نبوی ﷺ
- نعل پاک حضور ﷺ
- صحابہ اور علم نبوی ﷺ
- امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ﷺ
- قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا جواب
- خواب کی شرعی حیثیت
- علم نبوی ﷺ اور امور دنیا
- معراج حبیبِ خدا ﷺ
- محافل میلاد اور شاہ اربل
- حضور ﷺ کی رضاعی مائیں
- ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
- عورت کی امامت کا مسئلہ
- عورت کی کتابت کا مسئلہ
- معارف الاحکام
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم
- فتاویٰ رضویہ جلد چہاردہم
- ترجمہ فتاویٰ جلد پانزدہم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم
- صحابہ اور محافل نعت
- صحابہ کے معمولات
- علم نبوی ﷺ اور منافقین
- حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے ہیں؟
- سدرہ تیری راہ گزر
- منہاج اصول الفقہ
- ذخائر محمدیہ ﷺ
- فضائل نعلین حضور ﷺ
- شرح سلام رضا
- نور خدا سیدہ حلیمہ کے گھر
- اسلام اور تحدید ازواج
- اسلام میں جمعہ کا تصور
- مسلک صدیق اکبر عشق رسول ﷺ
- شب قدر اور اسکی فضیلت
- صحابہ اور تصور رسول پاک ﷺ
- اسلام اور احترام والدین
- والدین مصطفیٰ ﷺ جنتی ہیں
- نسب نبوی ﷺ کا مقام
- وسعت علم نبوی ﷺ
- اسلام اور احترام نبوت
- اسلام اور خدمت خلق
- نظام حکومت نبوی ﷺ
- فضیلت درود و سلام
- شان نبوت ﷺ
- تفسیر سورۃ الضحیٰ والم نشرح
- شاہکار ربوبیت ﷺ
- ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ
- حضور ﷺ کا سفر حج
- امتیازات مصطفیٰ ﷺ
- دربار رسول ﷺ کی حاضری
- صحابہ کی وصیتیں
- رفعت ذکر نبوی ﷺ
- مزاح نبوی ﷺ
- تبسم نبوی ﷺ
- منہاج النحو
- منہاج المنطق
- مقصد اعتکاف
- تفسیر سورۃ الکوثر
- تفسیر سورۃ القدر
- امامت اور عمامہ
- عصمت انبیاء
- روح ایمان، محبت نبوی ﷺ
- علم نبوی ﷺ اور متشابہات

Why Did The BELOVED PROPHET (SAW) Perform Many Nikkahs?

کیا رسول اللہ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟	حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟	محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا	نماز میں خشوع و خضوع کیسے حاصل کیا جائے؟	اللہ اللہ حضور کی باتیں ایک ہزار احادیث کا مجموعہ
رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل کو ترک فرمانے کی حکمتیں مسئلہ ترک	حدیث شریک پر اعتراضات کی حقیقت	میلاد النبی اور شیخ ابو الخطاب ابن دحیہ
حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب	احوال و آثار مولانا عبدالحی لکھنوی	مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات جذب و مستی
بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور کا فیصلہ خطا نہیں	والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ	تفسیر کبیر (آخری بائیس سورتوں کا ترجمہ)
قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم	تحریک تحفظ ناموس رسالت کی تاریخی کامیابی	کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہیں؟

برائے رابطہ

کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور

ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی (ٹھوکر نیاز بیگ) لاہور

☎ : 042-7580004, 5300353-4 :0300-4407048

توجہ فرمایئے

الحمدللہ! حضرت استاذ العلماء والفضلاء رحمۃ اللہ تعالیٰ کے احوال وآثار کے حوالے سے احقر کی کتاب ''تذکرہ زینت مسند تدریس'' کا پہلا حصہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ دوسرا حصہ زیر ترتیب ہے جس کے لئے ہم

☆ محقق العصر علامہ مفتی محمد خان قادری (لاہور)

☆ فخر العلماء حضرت علامہ محمد اشرف جلالی (کاموکی)

☆ وقار العلم والعلماء حضرت علامہ مولانا قاضی محمد عبدالرحمٰن (سکریالی)

☆ خطیب شہر حضرت مولانا محمد رفیق کیلانی گولڈ میڈلسٹ

☆ حضرت علامہ صاحبزادہ رضاء مصطفیٰ (ڈنگہ)

کے ممنون ہیں اور ان کے علاوہ بعض دیگر علماء ومشائخ کی تحریروں کو بھی جگہ دیں گے۔ اہل علم وفضل اس سلسلہ میں رابطہ فرما سکتے ہیں۔

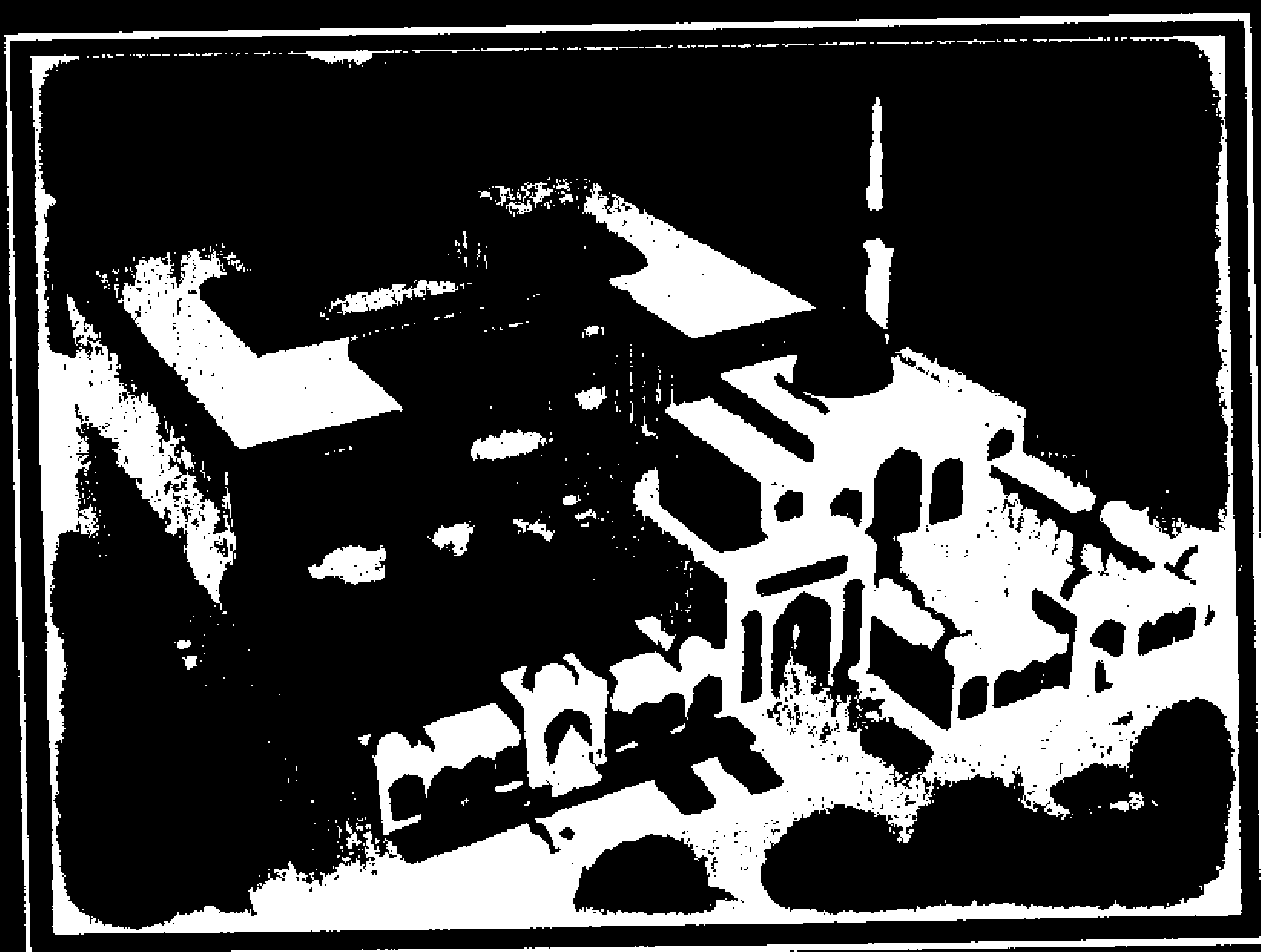
محمد امجد فاروق کیلانی

دارالعظمت ۔ نزد مسجد کامرس کالج

محلہ رحمت پورہ ۔ بولے ۔ گجرات

053-3000172, 0306-6295328

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (الحدیث)



زیر انتظام: انجمن احباء مدینہ

جامعہ مدینۃ العلم (رجسٹرڈ) ۔ گوجرانوالہ

بائی پاس ○ عالم چوک ○ گوجرانوالہ
☎ 0092-55-3297255,4222419
0300-6129678